باب جنت
بجواب
راہِ جنت
تالیف
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم
ناشر
مکتبہ صفدریہ
نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ (الآیۃ) قرآن کریم

بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو باطل پر پس وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے پھر وہ جاتا رہتا ہے۔

اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا (الحدیث) اوکما قال (حدیث شریف)

بے شک صاحب حق کے لیے ایک قسم کا کلام ہوتا ہے۔

تراشے سینکڑوں اصنام عہدِ نو کے آذر نے
خلیلِ وقت تیری خامشی دیکھی نہیں جاتی

بابِ جنت

بجواب "راہِ جنت"

جسمیں ٹھوس حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ کتاب راہِ جنت میں جو راہِ سنت کے جواب میں لکھی گئی ہے راہِ سنت کے بیسیوں مسائل اور حوالے ایسے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں دیا گیا اور اصولی جواب کے طور پر گویا تسلیم کر لیا گیا ہے کہ راہِ سنت کے دلائل اور حوالے بالکل لاجواب ہیں جنکا فریق مخالف کے پاس کوئی جواب نہیں اور جو بعض مسائل اور دلائل کا جواب راہِ جنت میں دیا گیا ہے انکا تانا بانا بھی ہم نے عرض کر دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ راہِ سنت کے کسی مسئلہ کا یہ جواب نہیں ہے محض سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے اور اپنے ناخواندہ حواریوں کو صرف لفظوں میں خوش کرنے کے لیے یہ باور کرایا گیا ہے کہ راہِ سنت کا جواب ہو گیا ہے اور مفتی صاحب کے علم و دیانت کے کئی مخفی گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہ ہر ذی علم انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ

احقر ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

طبع پنجم
۵
اکتوبر ۲۰۱۰ء

نام کتاب .... باب جنت بجواب راہ جنت

تالیف .... امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

تعداد .... ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت .... ۱۰۰/- (سو روپے)

مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

☆ کتب خانہ صفدریہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور ☆ دار الکتاب اردو بازار لاہور

☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور

☆ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور ☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

☆ مکتبہ حقانیہ ملتان ☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان

☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

☆ مکتبہ فریدیہ اسلام آباد ☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

☆ ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی ☆ اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک کراچی

☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی ☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ

☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جامع مسجد بوہڑ والی گکھڑ ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

فہرست مضامین

عرضِ حال

عہدِ نبوت و رسالت سے زمانہ جتنا بعید ہوتا جا رہا ہے۔ مذہب اسلام پر اسی قدر شرور و فتن کے سیاہ اور گاڑھے بادل الحاد و زندقہ بے دینی اور غفلت شعاری کی موسلا دھار بارش برساتے جا رہے ہیں کہیں قرآن و سنت کو اپنے تراشیدہ اصولوں پر ڈھالنے کی فکر ہے اور کہیں حدیث ہی کا سرے سے انکار ہے اور کہیں شرک و بدعت کو معاذ اللہ توحید و سنت ثابت کیا جا رہا ہے اور ان کو جزو دین قرار دینے کی بے جا سعی کی جا رہی ہے اور سینہ گزٹ اور اختراعی نظریات کو قرآن و سنت اور بزرگانِ دین کی عبارات سے کشید کیا جا رہا ہے اور اہل توحید اور تمسک بالسنۃ کرنے والوں کے خلاف خوب زہر اُگل اُگل کر لوگوں میں ان کو وہابی وہابی کہہ کر دین کی خدمت سمجھی جاتی ہے اور اس پر حلوے مانڈے سے ان کی عزت افزائی کی جاتی ہے شرک و بدعت کے ردّ میں راقمِ اثیم نے متعدد کتابیں لکھی ہیں قرآن و سُنت کے ٹھوس دلائل تاریخ اسلام اور فقہ حنفی کے لاجواب براہین مذکور ہیں اور بفضلہ تعالیٰ وہ کتابیں ایسے انداز اور طرز سے لکھی گئی ہیں جن کو پڑھنے والے سر وجد میں آجاتے ہیں بڑے بڑے علماء حضرات نے ان کتابوں کی بے حد تعریف کی مبارکباد کے خطوط لکھے اور ان پر تصدیقات لکھی ہیں بعض کتابیں تو تھوڑے سے عرصہ میں کئی کئی دفعہ طبع ہو چکی ہیں۔ ان تمام کتابوں کو پڑھ کر بہت سے اہل بدعت حضرات توحید و سنت کے شیدائی بن گئے اور ردِ شرک و بدعت کے نڈر مبلغ ہو گئے ہیں اور مشہور ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے انہوں نے ایسے طریقے سے شرک و بدعت کی تردید کی کہ علماء بدعت اور ان کے مفتیان عظام کانپ اُٹھے کہ بن کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہماری کتاب "دل کا سرور" کا ایک

صاحب نے جواب لکھا تھا ہم نے اس کا جواب الجواب" راہِ ہدایت" سے دیا مگر وہ صاحب پھر خاموش ہو کر رہ گئے۔ اب گجرات میں مفتی صاحب وا ولادہ کو اس کا خیال دامنگیر ہوا اور منت و خوشامد کرنے والوں نے بھی ان کو جواب دینے پر مجبور کیا۔ چنانچہ انہوں نے صرف ایک ہی کتاب" راہ سنت" کے محض چند حوالوں کو پیش نظر رکھ کر جواب لکھا اور جواب کیا لکھا کتاب کا منہ چڑایا ہے۔ باقی کتابیں اور" راہ سنت" کے بقیہ دلائل و براہین جواب کے لیے ان کا منہ تک رہے ہیں اور جس حصہ کا انہوں نے جواب دیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے اس کتاب میں پیش کیا جا رہا ہے ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے انصاف قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔" راہ جنت" کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ اصل نام تو لطمۂ شیر ببر بر نجدی زادۂ گکھڑ تھا۔ لیکن بعد کو اس کا نام" راہ جنت" رکھا گیا ہے اگر وہ کتاب کا نام یہ رکھ دیتے تو ہمیں بھی حق حاصل تھا کہ ہم اپنی کتاب کا نام لطمات شیر سوات بر رُخ مبتدع زادۂ گجرات رکھ دیتے لیکن چونکہ انہوں نے وہ نام نہیں رکھا اس لئے ہم بھی یہ نام نہیں رکھتے انہوں نے اپنی کتاب کا نام" راہ جنت" رکھا ہے ہم اپنی کتاب کا نام" باب جنت" رکھتے ہیں ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اس کتاب میں فریق مخالف کے ذمہ دار عالم اور مفتی کے علمی اور تحقیقی کارنامے، تہذیب و دیانت کے چند کرشمے حوالوں میں قطع و برید کے چند اشارے اور فہم و ذکا کے کچھ نمونے ظاہر کئے گئے ہیں اور بحمد اللہ ہم نے ان کے مکمل جوابات دیکر حق وفا ادا کیا ہے لیکن ؎

جفائیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں مجھ سا اہل وفا   تیرا جواب تو میں تھا مرا جواب نہ تھا

وَمَا اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

احقر الناس:۔ ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۱ شعبان ۱۳۸۳ھ ۷ جنوری ۱۹۶۴ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخنہائے گفتنی

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم
امّا بعد

(۱) راقم الحروف نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صرف دینی جذبہ اور اسلامی ولولہ کے تحت چند سال قبل کچھ کتابیں لکھی تھیں جن میں توحید وسنت کی دلائل قاہرہ کے ساتھ پُرزور تائید اور شرک وبدعت کی براہین قاطعہ سے خوب تردید کی گئی تھی۔ جن میں خاص طور پر "گلدستۂ توحید"۔ "دل کا سرور"۔ "تبرید النواظر"۔ "راہِ ہدایت"۔ "ازالۃ الریب" اور "راہِ سنت" قابلِ ذکر ہیں ان کتابوں کا بفضلہٖ تعالیٰ اثر یہ رہا کہ بہت سے وہ حضرات جو شرک وبدعت میں منہمک تھے تائب ہوکر توحید وسنت کے شیریں جام سے لُطف اندوز ہونے لگے بعض حضرات تو فرطِ محبت اور جوشِ عقیدت سے راقم اثیم سے ملاقات کرنے کے لیے آئے اور بے شمار حضرات نے خطوط کے ذریعہ اپنی عقیدت والفت کا اظہار کیا ان میں بعض کتابیں تو کئی کئی بار طبع ہو چکی ہیں خصوصاً "تبرید النواظر"۔ "گلدستۂ توحید" "دل کا سرور"۔ اور ان سب سے بڑھ کر راہِ سنت جس کا تھوڑے عرصہ میں دسواں ایڈیشن بالکل قریب الاختتام ہے اور گیارھویں ایڈیشن کی تیاری ہو رہی ہے۔ الحمد للہ کہ یہ کتابیں پاکستان

ہندوستان، افغانستان۔ ایران۔ مصر۔ انڈونیشیا۔ عرب اور انگلستان وغیرہ بھی پہنچی ہیں
اور راہِ سنت کے متعلق تو سندھی۔ بنگالی اور پشتو وغیرہ میں ترجمہ کی اجازت بھی بڑے تقاضا
کے ساتھ بعض حضرات نے مانگی ہے مگر چونکہ ہم خود سندھی اور بنگالی وغیرہ نہیں جانتے
اس ڈر سے کہ کہیں ترجمہ میں اصل کتاب کا مطلب ہی نہ بگڑ جائے ادارہ نے ابھی تک
اجازت نہیں دی یہ وہ کتابیں ہیں جس پر مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب
صاحب دامت برکاتہم اور مفتیٔ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن
صاحب دامت فیوضہم اور حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق اُستاذِ اسلامی
اکیڈمی کوئٹہ اور حال شیخ التفسیر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کی بہترین تصدیقات موجود ہیں
ان کتابوں سے قصرِ شرک و بدعت میں جو زلزلہ پڑا ہے اور ٹھوس دلائل اور حسنِ ترتیب
سے جس طرح اہلِ بدعت گھبرائے ہیں وہ عیاں راچہ بیاں کا مصداق ہے اور بعض عوام
نے اپنے اہلِ بدعت مولوی صاحبان اور مفتیانِ عظام سے ان کُتُب کی تردید لکھنے میں جو
منت اور خوشامد کی ہے وہ بھی اپنے باب میں ایک انوکھی حیرت ہے عرصہ سے ہم یہ
سنتے آرہے تھے کہ راہِ سنت کا جواب فلاں جگہ لکھا جا رہا ہے اور فلاں جگہ لکھا جا
رہا ہے حتیٰ کہ گجرات سے جناب مفتی احمد یار خاں صاحب نے اپنے فرزند کے ذریعے کچھ
عرصہ پہلے ایک ہوائی اشتہار بھی دیا تھا اور اس نرے اشتہار کے ذریعے اپنے
حواریوں کے غم کو ہلکا کرنے اور اپنی بے مائیگی کو چھپانے کی ناکام سعی کی تھی قدرت
خدا کی ۴ لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔ اور مفتی صاحب نے ہوائی رعب جمانے
کے لیے اپنے فرزند ارجمند سے ایک دو خطوط بھی لکھوائے اور ان میں کچھ بے معنی
اور بے سروپا اعتراضات بھی لکھ کر بھیجے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ دس ہزار کا انعام

بھیج دو ـــــ ہم نے جواب میں لکھا کہ ان باتوں میں وقت ضائع نہ کریں جناب مفتی صاحب سے کہہ دیں کہ وہ اپنی مفتیانہ ذمّہ داری کو ملحوظ رکھ کر کوئی جواب لکھیں اس کے بعد ہم اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں گے انشاء اللہ چنانچہ کافی عرصہ کی انتظار کے بعد مفتی صاحب کے فرزند ارجمند جناب مولوی مفتی اقتدار احمد صاحب کا خط آیا کہ راہ سنت کا جواب لکھدیا گیا ہے اور کتاب تمہیں بھیجی جا رہی ہے۔ اس خط کے دو تین دن بعد دستی طور پر ایک خاص انداز سے وہ کتاب بھی ہمیں موصول ہوئی پہلے تو یہ کہاوت سنا کرتے تھے کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا لیکن اب مفتی صاحب کی یہ کتاب دیکھ کر اس کہاوت کی صداقت کا کامل یقین ہو گیا ہے مفتی صاحب کے بعض حواریوں سے کتاب راہ سنت کے جواب میں تبدیلی کتاب کا بہت شور و غل سنتے تھے مگر اس میں دفع الوقتی قطع و برید اور کج فہمی کے بغیر اور کچھ نہیں اور یہ شور و غل جس کو سن سن کر ہمارے کان اکتا گئے تھے بے مغز تھا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خون نہ نکلا

(۲) ہم نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے ان سب میں محکم دلائل کے ساتھ باحوالہ شرک و بدعت کی بفضلہٖ تعالیٰ کما حقہ تردید موجود ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے پیش کردہ تار عنکبوت کی طرح بزعم خویش دلائل کا خوب جائزہ لیا گیا ہے اور ان میں سے بیشتر کتابوں میں مفتی احمد یار خاں صاحب کا نام لے کر اور ان کی عبارات کا حوالہ دے کر ان کے دلائل کی خامی بیان کی گئی ہے مناسب تو یہ تھا کہ مفتی صاحب ان سب کتابوں

کی بزعم خود تردید کر دیتے تاکہ ہمیں بھی کچھ کہنے اور سننے کا موقع مل جاتا لیکن قربان جائیے مفتی صاحب کی نگاہ انتخاب پر کہ انہوں نے گلدستۂ توحید۔ دل کا سرور۔ راہ ہدایت تبرید النواظر۔ اور ازالۃ الریب سب سے صرف نظر فرما کر راہ سنت کے جواب کو ضروری سمجھا اور اسکی خلص وجہ ہے وہ یہ کہ ان دوسری کتابوں میں حاضر و ناظر۔ علم غیب اور مختار کل وغیرہ کے عقائد بیان ہوئے ہیں عقیدہ آخر دل کی چیز ہے اسکی آمدنی پر زد بہت کم پڑتی ہے اور راہ سنت میں۔ تیجہ۔ ساتواں۔ دسواں۔ چالیسواں۔ عرس اور عرفی میلاد وغیرہ کی ورقی دلائل کے ساتھ تردید ہے اس لیے یہاں حلوہ اور کھیر پر یا بالفاظ دیگر پیٹ مبارک پر زد پڑتی ہے اگر راہ سنت کا جواب نہ لکھا جاتا تو خطرہ تھا کہ کہیں لوگ فرنٹ ہی نہ ہو جائیں۔ لہذا حفاظت پیٹ کے جذبہ کے تحت اس کا جواب بہت ضروری تھا اس لحاظ سے دیگر تمام کتابوں سے قطع نظر فرما کر آمدم برسر مطلب کے پیش نظر اس کا جواب مناسب سمجھا گیا اور مفتی صاحب میں یہ خوبی اور کمال بھی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح مطلب کی بات کہہ ہی دیتے ہیں چنانچہ انہوں نے کتاب راہ جنت میں بار بار گیارھویں شریف۔ ختم غوثیہ۔ میلاد شریف اور تیجہ ساتواں اور عرس وغیرہ کا مزہ لے لے کر ذکر فرمایا ہے۔ اور بزعم خود جب دلائل پیش کیے ہیں تو گیارہ کا عدد بھی انتخاب فرمایا ہے اور پھر تصریح کی ہے کہ گیارھویں شریف کے عدد کے دلائل ہیں اور ایک مقام پر جوش میں آکر یہ بھی لکھ گئے ہیں "کہ دیوبندیوں کو کون ایصال ثواب کرتا ہے اور کون ان کے لیے دعائیں کرتا ہے مرے مردود نہ فاتحہ نہ درود" مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح شریعت حقہ کے مطابق۔ نہایت اخلاص کے ساتھ اور بلا عوض دیوبندی

حضرات ایصال ثواب کرتے ہیں وہ آپ حضرات کی قسمت میں کہاں؟ اور مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل محاورہ جو اہل شرک و بدعت کے حال کے نہایت مناسب ہے یوں تھا مرے مردود از فاتحہ چہ سود

(۴) دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی خصوصاً راہ سنت کے ٹھوس حوالوں سے بڑے گھبرائے ہوتے ہیں اور بخوبی محسوس کرتے ہیں کہ اس کتاب کو پڑھ لینے کے بعد اگر کسی میں ایمان کی ادنیٰ رمق بھی موجود ہو تو بدعات سے انتہائی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور فریقین کے دلائل اور ان کا وزن صحیح انداز سے معلوم ہو جاتا ہے اس لیے وہ اس کو گوارا ہی نہیں کرتے کہ کوئی شخص راہ سنت کو پڑھے اور بوکھلاہٹ کے عالم میں اپنے حواریوں کو یوں وعظ فرماتے ہیں آخری گذارش ! مسلمانو !۔ ہوشیار ۔ ہوشیار نجدی دیوبندی وہابی علماء سے اپنا دین بچاؤ ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آؤ ان کی سبت قرآن خوانی سے دھوکہ نہ کھاؤ کتاب راہِ سنت مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے اسلام کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف ہے ، فقہاء کے اقوال احادیث وقرآن کے ارشادات کے بالکل منافی ہے کوئی سُنی اس کتاب سے فریب نہ کھائے یہ کتاب اعتزال ، خروج ، نجدیت ملعونہ کا مجموعہ ہے ۔ الخ (راہ جنت ص۱۰۴)

مفتی صاحب غصہ جانے دیجئے راہ سنت میں بفضلہ تعالیٰ ایک مسئلہ بھی بلا حوالہ درج نہیں کیا گیا اور اس کا ایک مسئلہ بھی کتاب و سنت کے منافی نہیں بلکہ عین مطابق ہے اور اس کا ایک مسئلہ بھی فقہاء عظام اور خصوصاً علماء احناف کثر اللہ جماعتہم کے خلاف نہیں ہے اور ایک مسئلہ بھی اس میں معتزلہ ۔ خوارج اور

نجدیوں کا نہیں اس میں جو کچھ ہے اور جتنا کچھ ہے وہ قرآن و سنت کے عین مطابق خالص اسلام اور فقہ حنفی کے ناقابل تردید حوالوں کے موافق ہے مفتی صاحب محض لفظی قلعوں کے بچاؤ سے کیا بنتا ہے؟ آخر حقیقت حقیقت ہی ہوتی ہے اور جو لوگ آپ کی کتابوں اور پیش کردہ حوالجات کی خامی سے واقف نہ تھے وہ بفضلہٖ تعالیٰ اب بخوبی واقف ہو چکے ہیں اور یقین رکھیے کہ وہ لوگ اگرچہ آپ کے ہم مسلک و ہم مذہب ہیں آپ کے دلائل سے اب مطمئن نہیں ہیں یوں تعصب اور دھڑے بندی کا معاملہ ہی جدا ہوتا ہے اور یہ دھڑے بندی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بیسیوں معجزات دیکھ کر اور ان کی پاک زبانوں سے خدائی تعلیم سن کر بھی بدبختوں نے ترک نہیں کی اس کا معاملہ ہی الگ ہے۔

(۴) کتاب راہِ جنت جو راہِ سنت کے جواب میں لکھی گئی ہے اس کا مصنف اگرچہ مفتی احمد یار خاں صاحب کے فرزند ارجمند مولوی مفتی اقتدار احمد خاں صاحب کو بنایا گیا ہے لیکن یہ صرف کاغذی ہی کارروائی ہے یہ کتاب درحقیقت خود مفتی احمد یار خان صاحب ہی کی تالیف ہے کیوں کہ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدت را مے شناسم

مفتی صاحب نے شاید یہ خیال کیا ہوگا کہ علم اور تحقیق کے میدان میں پہلے بھی بڑی رسوائی ہو چکی ہے اس لیے اب اس بڑھاپے میں ذلت اور رسوائی کی یہ بھاری گٹھڑی اور کیوں اٹھاؤں چلو اب برخوردار کے نام سے پسِ پردہ دل کا

اُبال نکل جائے تو بہتر ہے ۔ اور چلتے چلتے برخوردار کو بھی مؤلفین کی مد میں اور ان کے رجسٹر میں درج کرا دو کہ ان کو یوں سستی شہرت حاصل ہو جائے گی اور بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا ۔ مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ تاڑنے والے بھی قیامت کی نگاہ رکھتے ہیں اور یہ علمِ غیب نہیں بلکہ قرائن و شواہد کے تحت فراستِ مومن ہے جس کا حدیث سے ثبوت ملتا ہے ۔ اس لیے ہم نے اس مضمون میں جناب مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی ثم گجراتی ہی کو خطاب کرنا ہے اور جو کچھ کہنا ہے صرف ان سے کہنا ہے کیونکہ کتاب راہِ جنت مفتی صاحب ہی کا مایہ تحقیق ہے ۔

⑤ کتاب راہِ سنت بڑی تقطیع کے ۲۸۷ صفحات پر مشتمل ہے جس میں بیسیوں مسائل باحوالہ درج کئے گئے ہیں مگر مفتی احمد یار خاں صاحب نے اپنے حواریوں کو یہ بتانے کے لیے یا بالفاظ دیگر ان سے گلو خلاصی کے لیے کہ یہ راہ سنت کا جواب ہے اس کے صرف چند حوالے اور بقول خویش اصولی طور پر صرف تین مسئلے انتخاب فرمائے ہیں اور آخر میں لکھا ہے نتیجہ ۔ بطور نمونہ یہ تین مسئلے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ کتاب راہِ سنت قرآن مجید کے خلاف ہے حدیث شریف کے خلاف ہے اسلام کے خلاف ہے مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے یہ کتاب اسلام پر ایک کاری ضرب ہے یہ تین مسئلے صرف نمونہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں (راہِ جنت ص ۱۱۳،۱۱۴) ان کے بارے میں انشاء اللہ ہم اس مضمون میں آگے قدرے تفصیل سے کچھ عرض کریں گے اور مفتی صاحب کے علمی خیانتوں کو طشت از بام کرینگے ۔

(۶) مفتی صاحب نے مجذوبانہ رنگ میں ایک ایک بات کو کئی کئی بار دہرایا ہے شاید کتابچہ کے حجم کو بڑھانے کے لیے یہ انوکھا طریقہ اختیار کیا گیا ہے یا راہ سنت کے لاجواب دلائل نے ان کے دماغِ مبارک کو ماؤف کر دیا ہے جبھی تو وہ ایک ایک بات کو کئی کئی بار لکھتے ہیں اس کا فائدہ اور مصلحت وہی بہتر جانتے ہوں گے کیوں کہ المعنی فی بطن الشاعر۔

(۷) اس چھوٹے سے کتابچہ کے کم و بیش ۴۲ صفحات کا بیشتر حصہ انہوں نے ان مضامین پر صرف کر دیا ہے جن کا راہِ سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ باتیں اپنے مقام پر ٹھیک ہیں یا غلط ہیں لیکن راہِ سنت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں کہیں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ذکر ہے کہیں مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے امام ضامن بندھوایا کہیں ارواحِ ثلاثہ کے حوالے ہیں اور کہیں یہ دعوےٰ ہے کہ میں دیوبندیت دکھانا اور بتلانا چاہتا ہوں وغیرہ وغیرہ مفتی صاحب آپ اپنی جماعت کے ذمہ دار مفتی اور بے نظیر مولوی ہیں غیر متعلق باتوں سے کتابچہ کی بھرتی بے کار ہے آپ اپنی نگاہِ مبارک صرف اور صرف راہِ سنت کے مسائل اس کے دلائل اور حوالوں پر مرتکز رکھیئے۔ اِدھر اُدھر کی دُور از کار باتوں سے کتابچہ کے صفحات بڑھانے یا دل کی بھڑاس نکالنی چنداں سود مند نہیں ہو سکتی کیونکہ لوگوں میں ابھی اتنا شعور موجود ہے کہ وہ دلائل کے توازن کو سمجھتے ہیں اور راہِ سنت اور بزعمِ خویش راہِ جنت دونوں کو سامنے رکھ کر پرکھنے کی کوشش کریں گے اور کرتے ہیں۔

(۸) مفتی احمد یار خان صاحب نے راہِ سنت کے مسائل کی تردید کرتے ہوئے جس

طرح خیانت کا ثبوت دیا ہے شاید اس وقت علماء کے کسی طبقہ میں کوئی شخص ایسا نہ ہو اور خدا کرے کہ آئندہ بھی کوئی ایسا پیدا نہ ہو بحث تو انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ راقم الحروف نے جو مسائل اکابر فقہاء کے باقاعدہ حوالوں سے نقل کئے ہیں مفتی صاحب ان کے حوالوں کو اور ان کی عبارات کو شیر مادر یا گیارہویں شریف کا لذیذ دودھ سمجھ کر پی گئے ہیں اور عوام کو راقم سے بدظن کرنے اور بھڑکانے کے لیے صرف میرا نام ہی لکھا ہے کہ مولوی سرفراز گکھڑوی کا یہ فتویٰ ہے اور اصل فقہاء کرام کے حوالوں کا ذکر نہیں کیا۔ اگر مفتی صاحب میں دیانت، انصاف اور حیاء ہوتی تو ان پر لازم تھا کہ وہ یہ مسائل بیان کرتے وقت جس جس مسئلہ پر راقم نے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالے نقل کئے ہیں وہ ساتھ پیش کرتے اور ان کو تسلیم کر لیتے ورنہ علمی اور تحقیقی طور پر ان کی عبارات کا کوئی صحیح محمل یا مناسب تاویل با حوالہ عرض کرتے مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کو موت۔ قبر، حشر و نشر اور آخرت کی کوئی فکر نہیں۔ مفتی صاحب ممکن ہے آپ کے چند جذباتی اور سادہ قسم کے حواریوں کو آپ کی تلبیس کا علم نہ ہو لیکن کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کو آپ کی خیانتوں کا علم نہ ہوگا؟ مفتی صاحب کہنے والے نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

(۹) مفتی صاحب نے بدعت کے سلسلہ میں دیوبندیوں کا مسلک ہر مقام پر یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ ان کے نزدیک یہ کفر وارتداد اور شرک ہے اور ہر مقام پر

ایسی بدعات کے ارتکاب کرنے والوں کی تکفیر طلب کی ہے حالانکہ اسی کتاب میں مناسب موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا کہ ہر بدعت کفر و شرک نہیں ہوتی بلکہ بدعات مکروہ بھی ہوتی ہیں اور راہ سنت میں اس کی بحوالہ بحث ہے جس کا ذکر تک مفتی صاحب نے نہیں کیا۔

اب ہم ایک خاص ترتیب سے جناب مفتی احمد یار خاں صاحب کے پیش کردہ دلائل یا بزعم خویش جوابات کی کائنات کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے جوابات بھی عرض کرتے جائیں گے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

پہلا باب

اِس باب میں ہم اُن تین اصولی مسئلوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جن کو راہِ سنت سے انتخاب کر کے مفتی صاحب نے بڑی تحقیق اور عرقریزی سے لکھا ہے اور اپنے بھولے بھالے اور دین کی روح سے ناواقف حواریوں سے دادِ تحسین چاہی ہے۔

پہلا مسئلہ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ۔ کتاب راہِ سنت میں ہے قبروں کے پاس جو مسجد بنادی جاوے اُس کا گرا دینا بھی واجب ہے دیکھو راہِ سنت ص۱۷۷ مگر قرآن کریم میں ہے۔

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى	وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے
أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم	تھے قسم ہے کہ ہم تو اُن پر مسجد
مَّسْجِدًا۔ (سورۂ کہف)	بنائیں گے۔

اصحاب کہف کے غار پر تعمیر مسجد کا ثبوت ہوا کہ مسلمانوں نے اُن بزرگوں

کے قرب کا فیض لینے کے لیے وہاں تعمیر مسجد کی مگر مولوی صاحب کے حکم سے وہ مسجد گرانی چاہیے (راہ جنت ص۱۰۴) اور آگے مسجد اقصیٰ کی برکت کا ذکر کرتے ہوئے اور قرآن کی سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الآیۃ پیش کر کے لکھتے ہیں۔ یہ کہ وہاں ہزارہا حضرات انبیاء کرام کی قبور ہیں مگر مولوی صاحب کے فتوے سے وہ مسجد گرانے کے لائق ہے کہ قبروں کے بیچ میں ہے (ص۱۰۵) اور پھر آگے مسجد قباء اور مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف تحیۃ وسلام) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہاں کتنی بڑی برکتیں ہیں۔ مگر راہ سنت کے فتوے سے نعوذ باللہ اُس کا گرادینا واجب ہے کہ وہ مسجد پاک قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہے (ملفظہ ص۱۰۵ و ص۱۰۶) اور راہ جنت ص۵ پر لکھتے ہیں۔ مزارات پر عمارات۔ دیوبندی دھرم میں مزارات اولیاء اللہ پر عمارات بنانا حرام کفر و شرک ہے اور بنی ہوئی عمارتوں کو ڈھا دینا عین فرض اور رکن ایمان ہے بلکہ مولوی سرفراز خان صاحب نے اسی کتاب راہ سنت کے ص۱۷۲ پر لکھا کہ مزارات اولیاء اللہ کے پاس جو مسجدیں ہوں انہیں بھی ڈھا دینا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ اس جگہ بحوالہ مرقات فرماتے ہیں وَیَجِبُ الْهَدْمُ وَاِنْ کَانَ مَسْجِدًا اور خود ہی یوں ترجمہ فرماتے ہیں گرانا واجب ہے اگرچہ مسجد ہی کیوں نہ ہو۔ اسی جگہ فرماتے ہیں کیونکہ مسجد ضرار بھی آخر مسجد ہی کے نام سے تعمیر کی گئی تھی نتیجہ ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کے مزارات کے پاس جو مساجد ہیں ان سب کا گرادینا ڈھا دینا جائز یا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے رہے قبور اور قبور پر عمارات ان کے متعلق تو کچھ پوچھیے ہی نہیں فرماتے ہیں۔

تجب المبادرۃ الیٰ ھدمہا و ہدم القباب التی علیہا۔ — ان اُونچی قبروں کو اور ان قبروں پر جو قبے اور گنبد بنائے گئے ہیں ان کو گرا دینا واجب ہے (راہِ سنت ص۱۶۹)

اور فرماتے ہیں۔

و یجوز ابقاءہا و یجب ھدمہا (راہِ سنت ص۱۷۱) — ان کا چھوڑنا جائز نہیں ان کو گرا دینا واجب ہے

مسلمانوں شکر کرو کہ پاکستان میں نجدیوں دیوبندیوں کا راج نہیں۔ الخ (راہ جنت ص۵) اور راہِ جنت ص۸۴ پر لکھتے ہیں۔ مسلمانوں کی قبریں ڈھانا ہمارے خالصاحب گکھڑوی کو بزرگانِ دین کے مزارات پختہ اور اُن پر قبے بہت ہی بُرے لگتے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب راہِ سنت میں اُن کے ڈھا دیئے جانے پر بہت ہی زور دیا ہے حتیٰ کہ اس پر ص۱۶۷ سے ص۱۸۲ تک صفحات کالے کر ڈالے ہیں اور ص۱۶۹ پر تو حکم دیا ہے کہ قبروں کے پاس جو مسجدیں تعمیر کر دی جاویں ان کا گرا دینا بھی واجب ہے کیونکہ مسجد ضرار بھی آخر مسجد ہی کے نام سے تعمیر کی گئی تھی الخ اور راہِ جنت ص۸۷ پر لکھتے ہیں۔ مولوی سرفراز نے اس بحث میں یہ تو حکم دے دیا کہ مسلمانوں کی پختہ و اُونچی قبریں ڈھا دی جاویں بلکہ یہاں تک فرمایا کہ بزرگوں کے مزارات کے پاس جو مسجدیں بنا دی گئی ہیں وہ مسجدیں بھی ڈھا کے پیوند زمین کر دی جاویں الخ **الجواب** مفتی صاحب نے نہایت فریب کاری اور خیانت کے ساتھ عوام الناس کے ذہن میں یہ ڈالنے کی بے جا کوشش کی ہے کہ پختہ قبروں کو گرانے اور ڈھانے

کا اور اسی طرح ان پر گنبدوں اور قبوں کو گرانے کا اور ان پر جو مسجدیں بنائی جاتی ہیں ان کو گرانے کا اور ان کو مسجد ضرار کے ساتھ تشبیہ دینے کا فتویٰ اور حکم مولوی سرفراز گکھڑوی نے دیا ہے اور بار بار موقع اور بے موقع کتابچہ میں دُہرا دُہرا کر سرفراز کا نام محض اس لئے پیش کرتے ہیں تاکہ عوام الناس یہ سمجھ لیں کہ یہ جو کچھ کہتا ہے مولوی سرفراز کہ رہا ہے اور دبی ہوئی زبان میں صرف مرقات کا نام لے لیا ہے اور وہ بھی اس کے مصنف کے نام بغیر اَدھورا کہ عوام الناس اس کو سمجھ ہی نہ سکیں اور باقی کوئی حوالہ انہوں نے درج نہیں کیا اور عربی عبارات میں بھی انتہائی خیانت سے کام لیا ہے اور عوام الناس کو یہ باور کرانے کی بے جا کوشش کی ہے کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے مولوی سرفراز اپنی طرف سے کہہ رہا ہے یا جو کچھ کہہ رہے ہیں دیوبندی کہہ رہے ہیں علمی دنیا میں اس سے بڑھ کر اور بڑی خیانت کیا ہو سکتی ہے؟ جس کا ہار مفتی احمد یار خان صاحب نے پہن رکھا ہے۔ قارئین کرام مفتی صاحب ضرور ناراض ہوں گے مگر حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کرنا بھی ضروری ہے ہم راہ سنت کے وہ حوالے جو اس وقت جواب کے سلسلہ میں پیش کرنے ضروری ہیں عرض کرتے ہیں غور فرمائیں حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ:۔

قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر وان يبنى عليه وان	آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا۔

يقعد عليه۔ (مسلم جلد ۱ ص۳۱۲ مشکوٰۃ جلد ۱ ص۱۴۸)

(پھر تین سطور کے بعد) حضرت امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

والبناء عليه فان كان في ملك الباني فمكروه و ان كان في مقبرة مسبلة فحرام نص عليه الشافعيؒ والاصحاب قال الشافعيؒ في الام و رأيت الائمة بمكة يأمرون بهدم ما يبنى ويؤيد الهدم قوله و لا قبرا مشرفا الا سويته

(شرح مسلم جلد ۱ ص ۳۱۲)

قبر پر عمارت بنانا اگر (وہ جگہ) عمارات بنانے والے کی ملک میں ہے تو مکروہ ہے اور اگر عام مقبرہ میں ہے تو حرام ہے حضرت امام شافعیؒ اور دیگر اصحاب نے صراحت سے اس کو بیان کیا ہے اور امام شافعیؒ نے کتاب الام میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں اماموں کو قبر پر عمارت کو ڈھانے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا ہے اور ولا قبرا مشرفاً والی حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب سے پوچھیے کہ حضرت امام شافعیؒ نے جو مکہ مکرمہ میں ائمہ کو قبروں پر عمارت ڈھانے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا تھا یہ کون امام تھے؟ اور کیا یہ نجدیوں اور وہابیوں کے امام تھے جو مکہ مکرمہ جیسی پاک سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں اور اولیائے کرامؒ کی قبروں کی یوں توہین کرتے تھے؟ بلفظہ (راہ سنت ص ۱۷۱ ص ۱۷۲)

علامہ حلبی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ۔

ویکرہ تجصیص القبر و تطینہ وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ الی ان قال وعن ابی حنیفۃؒ انہ یکرہ ان یبنیٰ علیہ بناءٌ من بیت او قُبّۃٍ او نحو ذٰلک لما مر من الحدیث آنفا۔	قبر کو پختہ بنانا اور اس کی لپائی کرنا مکروہ ہے اور یہی تینوں اماموں کا قول ہے (پھر آگے فرمایا) اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ قبر پہ مکان یا قُبّہ یا اس کی مانند کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے اور یہ مذکور حدیث اس کی دلیل ہے۔

(کبیری ص۵۹۹)

(راہِ سنت ص۱۷۲) پھر اس کے بعد فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم کے متعدد حوالے درج ہیں۔

قبوں کو گرانے کا حکم

حضرت امام شافعیؒ کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں ائمہ کرامؒ کو قبور پہ قبوں کو مسمار کرنے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا تھا اور ذلہ قبرًا مشرفًا کی حدیث سے ان کا استدلال تھا اب وہ حدیث سن لیجئے۔ حضرت ابوالھیاج الاسدیؒ (المتوفی سنہ جو فوجی افسر تھے) فرماتے ہیں کہ۔

قال لی علیؓ الا ابعثک علٰے ما بعثنی علیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالًا الا طمستہ	مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا تجھے میں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا

ولا قبراً مشرفاً الا سویتہٗ — وہ یہ کہ کوئی فوٹو اور مجسمہ مٹائے
(مسلم جلد ۱ ص۳۱۲ و مشکوٰۃ جلد ۱ ص۱۴۸) — بغیر نہ چھوڑنا اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑنا مگر یہ کہ اسکو برابر کر دینا۔

برابر کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قبروں کو زمین کی سطح کے ساتھ ہموار کر دیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان قبروں کے ساتھ برابر کر دیا جائے جو شریعت کے منشاء کے مطابق ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین المار دینی الحنفیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) لکھتے ہیں کہ۔

الاستویۃ بالقبور المعتادۃ — برابر کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان قبروں کے
(الجوہر النقی علی البیہقی ص۳ جلد ۴) — ساتھ برابر کر دیا جائے جن کا شریعت کی عادت سے ثبوت ہو چکا ہے۔

(بلفظہٖ راہِ سنّت ص۱۷۵ و ص۱۷۶) اور پھر اسی صفحہ پر آخر میں درج ہے علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ (المتوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ۔

تجب المبادرۃ الی ھدمھا — ان اونچی قبروں کو اور ان قبروں
وھدم القباب التی علیھا — پر جو قبّے اور گنبد بنائے گئے ہیں
(کتاب الزواجر ص۱۶۳) — ان کو گرا دینا واجب ہے۔

اور حضرت ملّا علی قاریؒ نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ۔

ویجب الھدم وان کان — گرانا واجب ہے اگرچہ مسجد
مسجداً (مرقات جلد ۲ ص۳۷۲) — ہی کیوں نہ ہو۔

یعنی اگر کسی چالاک اور ہوشیار نے قبروں کے پاس مسجد کا نام دے کر ہی

قبے اور گنبد تعمیر کئے ہوں تو ان کو بھی گرانا واجب ہے کیونکہ مسجد ضرار بھی آخر مسجد کے نام سے تعمیر کی گئی تھی مگر قرآن پڑھنے والے اس کے حشر سے آگاہ ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی الحنفیؒ (المتوفی ١٢٧٠ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

ثم اجماعا فان اعظم المحرمات واسباب الشرك الصلوٰة عندها واتخاذها مساجد اوبناءها عليه وتجب المبادرة الى هدمها وهدم القباب التى على القبور اذ هي اضر من مسجد الضرار لانها اسست على معصية رسول الله صلى الله عليه وسلم وتجب ازالة كل قنديل او سراج على قبر ولا يجوز وقفه ونذره۔

(روح المعانی جلد ١٥ ص ٢١٩)

اس پر اجماع ہے کہ حرام ترین اور اسباب شرک کی چیزوں میں سے قبروں کے پاس نماز پڑھنا ہے یا ان پر مسجدیں بنانا یا عمارتیں تعمیر کرنا ہے واجب ہے کہ اونچی قبروں کو اور جو ان پر قبے ہیں ان کو گرا دیا جائے کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں بایں وجہ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ آپ نے تو اونچی قبروں کو ڈھانے کا حکم دیا ہے اور واجب ہے کہ قبروں پر جو بھی قندیل یا چراغ ہو اس کو دور کر دیا جائے اور اس کا وقف کرنا اور نذر بھی ناجائز ہے۔

حافظ ابن القیمؒ الحنبلیؒ (المتوفی ٧٥١ھ) لکھتے ہیں کہ۔

لا یجوز ابقاءھا ویجب	ان کا چھوڑنا جائز نہیں ہے اور
ھدمھا (زاد المعاد جلد ۲ صـ ۱۲۸)	ان کا گرانا واجب ہے۔

اور اسی کے قریب الفاظ میں شیخ الحنابلہ حافظ ابن تیمیہؒ کے (ملاحظہ ہو تلخیص کتاب الاستغاثہ صـ ۲۷۸) آپ نے ملاحظہ کیا کہ کیا حنفیؒ اور کیا شافعیؒ اور کیا حنبلیؒ سب اونچی قبروں اور ان پر تعمیر شدہ قبوں کو گرانے کا حکم دیتے اور اس کو واجب کہتے ہیں۔

نوٹ:۔ اکثر اہل بدعت حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ کی رفیع شان میں بہت ہی گستاخی کرتے ہیں۔ مگر حضرت ملا علی ن القاری الحنفیؒ ان کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

کانا من اکابر اھل السنۃ	کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن
و الجماعۃ ومن اولیاء	القیمؒ دونوں اہل سنت والجماعت
ھذہ الامۃ۔	کے اکابر میں اور اس امت
(جمع الوسائل جلد ۱ صـ ۲۰۷ طبع مصر)	کے اولیاء میں تھے۔

اور حافظ ابن القیمؒ کی تعریف کرتے کرتے امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) پھولے نہیں سماتے (بغیۃ الوعاۃ) (بلفظہ راہ سنت صـ ۱۷۱)

قارئین کرام یہ ہیں راہ سنت کے وہ ٹھوس حوالجات جنہوں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے ہوش وحواس باختہ کر دیئے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی انہوں نے نہیں دیا اور انشاء اللہ تاقیامت کبھی دے بھی نہ سکیں گے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ قبروں پہ گنبد قبے اور عمارات کھڑے کرنے کو دیوبندی اور

سرفراز ممنوع قرار دے رہا ہے یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ راشد حضرت علیؓ اور حضرت امام شافعیؒ اور بقول علامہ حلبی ائمہ ثلاثہؒ اور خاص طور پر حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء ملّت اور ائمہ اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ممنوع فرما رہے ہیں اور کیا قبے گرانے کا حکم اور فتوے سرفراز دے رہا ہے یا یہ حکم اور فتویٰ امام ابن حجر مکی شافعیؒ (جن کی عبارات سے اہل بدعت مزے لے لے کر استدلال کیا کرتے ہیں) اور حضرت ملا علی ن القاری الحنفیؒ اور علامہ سید محمود آلوسی الحنفیؒ اور حافظ ابن القیمؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ حنبلی وغیرہ دے رہے ہیں اور حضرت امام شافعیؒ ائمہ مکہ مکرمہ کے قبوں کے گرانے کے بعد بطور استدلال فرماتے ہیں کہ ولا قبرا مشرفا والی حدیث ان کے فعل (قبوں کے گرانے) کی تائید کرتی ہے اور امام نووی شافعیؒ اصحاب شافعیؒ کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ بتایئے مفتی احمد یار خان صاحب ان ٹھوس عبارتوں کا آپ کی کتاب راہِ جنت میں کہاں اور کس صفحہ پر جواب لکھا گیا ہے۔ سرورق پر یہ لکھ دینا تو آسان ہے کہ راہِ سنت کے دلائل کے شاندار اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ جوابات ہیں کہاں؟ مفتی صاحب آپ نے عوام کو بے حد دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ قبوں کو ممنوع قرار دینے اور ان کے گرانے کا حکم اور فتویٰ سرفراز دے رہا ہے۔ مفتی صاحب آپ کا ازروئے انصاف و دیانت یہ فرض تھا کہ آپ باحوالہ کوئی حدیث پیش فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر گنبد اور قبے بنانے کا حکم دیا ہے یا بنے ہوئے قبوں کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے یا خلفاء راشدینؓ میں سے کسی کا کوئی باحوالہ قول نقل

فرماتے کہ فلاں خلیفہ راشد نے قبروں پر گنبد اور قبے تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے یا کم از کم ان کو ڈھانے نہیں دیا یا ائمہ اربعہؒ میں فلاں امام نے ایسا فرمایا ہے یا فقہاء احنافؒ کا یہ فرمان ہے مفتی صاحب آپ نے انتہائی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے آپ کا فرض تھا کہ راہ سنت میں میرے درج کردہ حوالے ذکر کرتے اور ان کو تسلیم کرتے یا بصورت دیگر ان عبارات کا صحیح محمل بیان کرتے اور جواب دیتے کہ ان کا مطلب تو یہ ہے مگر سرفراز نے یوں سمجھا ہے۔ مگر آپ کی بلا سے آپ نے ان تمام حوالوں کو گیارھویں شریف کا حلوا سمجھ کر ہضم کر لیا ہے۔ مفتی صاحب انصاف سے کہنا کیا قبروں پر مسجد کو گرانے کا حکم حضرت ملا علی ن القاری الحنفی اور علامہ آلوسی الحنفیؒ نے دیا ہے یا سرفراز نے؟ اور کیا ان کو مسجد ضرار کے ساتھ تشبیہ صاحب روح المعانی الحنفیؒ نے دی ہے یا سرفراز نے؟ مفتی صاحب آپ علم و تحقیق کی جس ڈگر پر چل رہے ہیں وہ انصاف و دیانت سے کوسوں دور ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آپ کو معلوم نہیں کہ (یطبع المؤمن علی کل خصلة الا الکذب والخیانة او کما قال) یعنی مومن میں اور بُری خصلتیں تو ممکن ہے کہ جمع ہو جائیں مگر جھوٹ اور خیانت جمع نہیں ہو سکتی۔ مفتی صاحب آپ کی پیش کردہ باتیں ہرگز ہرگز راہ سنت کے ان ٹھوس حوالوں کا جواب نہیں ہیں ان کا جواب آپ کے ذمہ قرض ہے محض لوگوں کو اُبھار دینا کہ سرفراز مزارات اولیاء کرامؒ کا منکر ہے یا ان کو ڈھا دینے کا حکم اور فتویٰ دیتا ہے یا دیوبندی دھرم ایسا اور ایسا ہے ہرگز جواب نہیں

ہم نے گرانے کے وجوب کے حوالے پیش کئے ہیں آپ پر لازم ہے کہ آپ مستند فقہاء کرام سے یحرم الہدم (کہ قبوں کو گرانا حرام ہے) کے حوالے پیش کریں اور محض یہ حوالے کہ اگر گنبد بن چکے ہوں تو نہ گرائے جائیں یجب الہدم کا جواب ہرگز نہ ہوں گے کیونکہ عوام الناس کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ شر اور فساد پیدا نہ ہو فتویٰ دے دینا اور بات ہے۔ اس کا جواب[عہ] صرف یحرم ہدم القباب الخ سے ہی ہو سکتا ہے اگر آپ میں ہمت ہے تو پیش کریں ہم بھی منتظر ہیں۔ مفتی صاحب یہ فرمائیے کہ حضرت امام شافعیؒ اور امام نوویؒ۔ ابن حجر مکیؒ۔ ملا علی ن القاریؒ علامہ سیدؒ محمود آلوسیؒ ابن القیمؒ اور ابن تیمیہؒ وغیرہ کیا سارے دیوبندی ہیں؟ اور بقول علامہ کبیریؒ ائمہ ثلاثہؒ اور امام ابو حنیفہؒ جو قبروں پر عمارت کو مکروہ کہتے ہیں (اور راہِ سنت ہی میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ مکروہ سے مراد حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہوتی ہے) کیا یہ سب دیوبندی ہیں۔ مفتی صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دیوبند کی بنیاد تو ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ میں رکھی گئی تھی اور یہ حضرات تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ کتنی صدیاں پہلے گذر چکے ہیں قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ بحمد اللہ تعالیٰ اکابر علماء دیوبند کا دامن کن ائمہ کرام کے ساتھ وابستہ ہے اور اپنے نظریات اور مسائل پر کتنے اور کیسے ٹھوس دلائل اور براہین رکھتے ہیں۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

عہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ (اما البناء فلم ار من اختار جوازہ) (شامی جلد ۱ ص ۱۰۱)
قبروں پر عمارت کے جواز کو میرے علم میں کسی نے اختیار نہیں کیا۔

گنبدِ خضراء راہِ سنت صفحہ ۱۸۱ میں باحوالہ یہ بحث موجود ہے کہ عام قبوں اور گنبدوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضراء کو قیاس کرکے گرانا یا ڈھانا درست نہیں وہ دوسرے دلائل سے مستثنیٰ ہے۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر خصوصیات اور فضائل مرحمت فرماتے ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آپ کی وفات ہوئی تھی وہیں مکان کے اندر آپ کو آپ کے ارشاد کے مطابق دفن کیا گیا۔ پھر ایک خاص ضرورت کے تحت آپ کی قبر مبارک پر یہ گنبدِ خضراء تعمیر ہوا۔ اس کی ضروری تشریح راہ سنت میں مذکور ہے۔ انصاف اور دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ مفتی احمد یار خان صاحب راہ سنت کے حوالے سے جہاں اور مزارات کے ڈھانے کا حوالہ نقل کرتے وہاں یہ بھی ذکر فرما دیتے کہ راہِ سنت کے مؤلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضراء کو اس گرانے کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن مفتی صاحب کو اس دیانت اور انصاف سے کیا نسبت اور لگاؤ؟ ان کو تو اپنے مطلب سے کام ہے چنانچہ مفتی صاحب یہ سرخی قائم کرکے کہ: مسلمانوں کی قبر ڈھانا۔ اور پھر وہ عبارت تحریر فرما کر جو ہم نے پہلے نقل کر دی ہے یوں لب کشائی فرماتے ہیں کہ: یہ ہے فتویٰ ہمارے نجدی مولوی سرفراز صاحب کا اس فتویٰ کا نتیجہ یہ ہے کہ ۱ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈھا دینا واجب ہے کہ یہ بھی قبر پر قبہ ہے الخ (راہ جنت صفحہ ۸۵) یہ ہے مفتی احمد یار خاں صاحب کی دیانت اور امانت حیرت ہے اس دیانت پر اور تف ہے اس امانت پر مفتی صاحب

اس جذباتی اور شر انگیز جواب سے ممکن ہے آپ کی جماعت کے کچھ لوگ تو مطمئن ہو جائیں مگر آپ کی جماعت کے جن حضرات نے راہِ سنت کا مطالعہ کیا ہے وہ آپ کے اس جواب پر اور آپ کے مفتیانہ تقدس پر ضرور اشکِ افسوس اور ندامت بہاتے ہوں گے۔ مفتی صاحب کیا آپ میں خوفِ خدا نہیں؟ مفتی ہی سہی مگر موت سے چھٹکارا تو نہیں کیا قبر کی ہولناکی کا منظر آپ کے پیشِ نظر نہیں؟ خدارا فرمائیے قصہ کیا ہے؟ صد افسوس کہ

ع این چنیں ارکانِ دولت ملک را ویراں کنند

گنبدوں کو گرانا اسلامی حکومت کا کام ہے

راقم نے راہِ سنت ص۱۸۲ پر یہ لکھا تھا۔ نوٹ ضروری قبروں اور گنبدوں کا گرانا صحیح احادیث اور اقوالِ فقہاء کرامؒ سے ثابت ہے مگر یہ بات اچھی طرح ملحوظ خاطر رہے کہ یہ کام سلطانِ اسلام اور اسلامی حکومت کا ہے انفرادی طور پر افراد کا یہ کام نہیں ہے اس لیے عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ انتہیٰ۔ اس عبارت کو نقل کر کے مفتی صاحب راہ جنت ص۸۸ میں لکھتے ہیں کہ

یہ ہے مولانا کی ہمت کہ قلم و زبان میں بہت زور ہے مگر بزدلی کا یہ عالم ہے کہ اپنے فتوے پر عمل کرتے ہوئے دل گھٹتا ہے۔ مولانا! آپ کا یہ فرمان کس آیت و حدیث سے مستنبط ہے کہ قبریں حکومتِ اسلامیہ ڈھلائے دوسرا نہ ڈھائے جب یہ کام بُرا ہے تو ہر مسلمان اُسے مٹائے حکومت کی قید کہاں سے لگی اھ

الجواب: مفتی صاحب یہاں بھی غلطی کا شکار ہیں اولاً اس لیے کہ پہلے

حدیث بحوالۂ مسلم وغیرہ عرض کی جا چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی قبریں ڈھانے کا حکم حضرت علی رضؓ کو دیا تھا اور حضرت علیؓ نے اپنے دور اقتدار میں اپنے فوجی افسر کو یہ حکم دیا تھا اگر عوام کے کرنے کا یہ حکم ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کرامؓ یہ فریضہ انفرادی طور پر از خود ادا کرتے اور حضرت علیؓ کی خلافت کے عہد میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام رحہ انفرادی طور پر حکم بجا لاتے اور حضرت علی رضؓ کے حکم فرمانے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی اس سے معلوم ہوا کہ یہ افراد کا کام نہیں ہے بلکہ حکومت اسلامی کا کام ہے وثانیاً پہلے مفتی صاحب ہی فرمائیں کیا یہ چور کا ہاتھ کاٹنا زانی شادی شدہ کو سنگسار کرنا غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانا۔ ڈاکوؤں کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا شرابی کو کوڑے لگانا حدِ قذف کی سزا دینا وغیرہ وغیرہ سینکڑوں احکام قرآن کریم اور حدیث شریف کے احکام نہیں ہیں؟ اور کیا ان کو جاری کرنے میں ثواب نہیں ملتا؟ مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ انہوں نے ایسے کتنے مجرموں کو سزا دی ہے جب کہ خیر سے وہ مفتی بھی ہیں جب یہ کام بڑے ہیں تو ہر مسلمان ان کی سزا کیوں نہیں دے سکتا؟ مفتی صاحب اس کی صاف وجہ بتائیں؟ وثالثاً۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ اس حکم کو جانتا ہے کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے مفتی صاحب تو اس حکم کو بطریق احسن جانتے ہوں گے وہ ہی بتائیں کہ کتنے مرتدوں کو انہوں نے از خود قتل کی سزا دے کر ثواب حاصل کیا ہے؟ کیا پاکستان میں کوئی مرتد نہیں ہے؟ اور نہ سہی دیوبندی تو ہیں جن کے بارے میں آپ نے فراخدلانہ اور ظالمانہ فتویٰ صادر کیا ہے

بلکہ ہمارا ان کا اصل جھگڑا جس کی وجہ سے عرب و عجم تمام دنیا کے علمائے دیوبندیوں کو مرتد خارج از اسلام قرار دیا ہے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین و گستاخیاں ہیں جو دیوبندی لوگ دن رات کرتے رہتے ہیں الخ
(راہ جنت ص۱۱۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین توہین و گستاخی کو ہم کفر اور ارتداد سمجھتے ہیں دیوبندیوں پر توہین سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے الزام کے بارے میں ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْكَاذِبِيْن مگر صرف نظر اس سے پوچھنا یہ ہے مفتی صاحب نے کتنے دیوبندیوں کو قتل کر کے ثواب دارین حاصل کیا ہے؟ مفتی صاحب آپ زبان و قلم کے اتنے بہادر اور عمل کے اتنے ڈرپوک اور بزدل کہ اپنے فتوے پر عمل کرنے سے آپ کا دل گھٹتا ہی نہیں بلکہ سیماب کی طرح لرزتا اور دھڑکتا بھی ہے کیا بات ہے دکھیا دل کی کوئی رام کہانی تو سنائیے کہ آپ کا دل اتنا خوفزدہ کیوں ہے مفتی صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بعض احکام افراد کے کرنے کے ہوتے ہیں اور بعض حکومت کے کرنے کے ہوتے ہیں ایسے احکام کو اپنے ہاتھ میں لینا شرعاً اور عقلاً ہر طرح مذموم ہے۔ امید ہے کہ مفتی صاحب کو اچھی طرح بات سمجھ آگئی ہوگی ورنہ انشاء اللہ بار زندہ صحبت باقی۔

اطلاع: مفتی صاحب نے دیوبندی مظلوموں پر کفر و ارتداد کا ظالمانہ نشتر چلاتے ہوئے بے دھڑک علماء عرب و عجم کا نام استعمال کیا ہے یہ بھی مفتی صاحب کی انتہائی خیانت ہے بات اصل میں یہ تھی کہ انگریز کے زمانہ میں

ایک خاص مصلحت کے پیش نظر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی نے اکابر علماء دیوبند کی عبارات کو قطع و برید کر کے علماء حجاز سے ان کے خلاف فتویٰ لیا تھا اور حسام الحرمین کے نام سے وہ شائع کیا تھا لیکن جب اکابر علماء دیوبند کو اس مکاری کا علم ہوا تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے اپنے اور اپنے اکابر کے عقائد لکھ کر علماء حرمین اور شام و فلسطین وغیرہ کو بھیجے انہوں نے وہ پڑھ کر خانصاب بریلی پر صد نفرین کی اور اکابر علماء دیوبند کو پکا مسلمان اور سنی مسلمان کہا اور ان اکابر کے عقائد اور علماء حرمین وغیرہ کے فتوے کتاب المہند علی المفند میں مذکور ہیں جو ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ سے مسلسل کئی بار طبع ہوئی اور اب صرف اردو میں عقائد علماء دیوبند کے نام سے متعدد مقامات سے وہ کتابچہ شائع ہو چکا ہے اور اس کے بعد حرمین اور عرب وغیرہ ممالک کے کسی معتبر عالم نے دیوبندیوں کی ہرگز تکفیر نہیں کی۔ اگر ہے مفتی صاحب میں دم خم تو اس کے بعد کے علماء عرب کے دو چار فتوے وہ ہمیں دکھا دیں باقی رہے بریلوی علماء تو بلاشک وہ مظلوم دیوبندیوں کی تکفیر کرتے ہیں کیوں کہ ان کو اپنے محسن اعظم سے تکفیر کی مشین گن بطور صلۂ خدمات حاصل ہوئی ہے مگر سمجھدار طبقہ میں ان کی تکفیر کی ایک کوڑی قدر بھی نہیں ہے۔ وہ بڑے شوق سے تکفیر کرتے رہیں۔ مفتی صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ علماء حرمین اور عرب کی المہند علی المفند کی طباعت کے بعد کی تکفیر بتاتے اور اب بھی ہمت ہے تو بتا دیں۔ دیدہ باید۔ بخلاف اس کے عرب و عجم کے بیشتر علماء کرام دیوبند کے خوشہ چین اور اس کے مدح سرا ہیں اور کیوں نہ ہو ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔ اور پورے عجم

میں بجز غالی بریلویوں کے ان کی تکفیر کوئی نہیں کرتا۔ مفتی صاحب بیجا عرب و عجم کے علماء کا نام لے کر ہوائی رعب جما رہے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ

؎ کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

فائدہ۔ علماء کرام نے قبروں کے پاس جن مسجدوں کے ڈھانے اور گرانے کا حکم دیا ہے۔ اور ان کو واجب کہا ہے وہ ایسی مسجدیں ہیں جو قبروں کے بالکل متصل اس غرض و غایت کے لیے تعمیر کی گئی ہوں کہ ان سے تعظیم قبور کا ایسا پہلو نکلتا ہو جو شرک پر منتج ہوتا ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا ان سے وہ مسجدیں ہرگز مراد نہیں ہیں جو اخلاص کے ساتھ پہلے تعمیر ہو چکی ہوں اور بعد کو کسی ضرورت کی وجہ سے ان کے پاس بزرگوں کو دفن کیا گیا ہو اور ایسی مسجدیں بھی مراد نہیں جو تعمیر کرنے والوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تعمیر کی ہوں اور ان کی نیت اور وہم میں بھی وہ خیال نہ ہو جو شرک اور بدعت پسندوں کے رگ و ریشے میں سرایت کیے ہوئے ہوتا ہے مفتی صاحب کو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ قبروں کے پاس جن مسجدوں کو گرانے کا حکم حضرت امام ابن حجر مکی الشافعیؒ حضرت ملا علی بن القاری الحنفیؒ جو گیارھویں صدی کے مجدد بھی بیان کیے جاتے ہیں اور حضرت علامہ سید محمود آلوسی الحنفیؒ وغیرہ صادر فرما رہے ہیں وہ کونسی مسجدیں ہو سکتی ہیں؟ آخر اتنے بڑے اور ذمہ دار علماء جو فرماتے ہیں ان کے قول کا مطلب کیا ہے؟ مگر یہ بات تو علم و ایمان کے بعد نصیب ہوتی ہے اور اسی چیز کی مفتی صاحب میں کمی ہے اس لیے مسجد نبوی۔ مسجد قباء اور اسی طرح دیگر بے شمار مسجدوں کا نام لے کر اپنے حواریوں کو بھڑکانا اور یہ بات ان کے ذہن نشین

کرنا کہ سرفراز کے نزدیک یہ مسجدیں بھی ڈھانا اور گرانا واجب ہیں نرا بہتان خالص افترا اور سفید جھوٹ ہے۔ نعوذ باللہ منہ

مفتی صاحب کا استدلال

مفتی صاحب نے قبروں کے پاس مسجدوں کے ثبوت کے لیے اور بزعم خود ہماری طرف سے سابق پیش کردہ عبارات کا جواب دینے کی غرض سے قرآن کریم سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

کتاب راہِ سنت میں ہے۔ قبروں کے پاس جو مسجد بنا دی جاوے اُس کا گرا دینا بھی واجب ہے دیکھو راہِ سنت ص۱۷۶ مگر قرآن کریم میں ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى	وہ بولے جو اس کام میں غالب
اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ	سے ہمیں قسم ہے کہ ہم تو ان پہ
مَّسْجِدًا	مسجد بنائیں گے۔

اصحابِ کہف کے غار پہ تعمیر مسجد کا ثبوت ہوا کہ مسلمانوں نے اُن بزرگوں کے قرب کا فیض لینے کے لیے وہاں تعمیر مسجد کی مگر مولوی صاحب کے حکم سے وہ مسجد گرانی چاہیئے (راہِ جنت ص۱۰۴)

الجواب:۔ مفتی صاحب نے اس استدلال میں بے حد خیانت سے کام لیا ہے ہم سر دست صرف ایک ہی تفسیر کا حوالہ عرض کرتے ہیں اگر مفتی صاحب کو توفیق ہوتی اور انہوں نے کچھ لکھا تو انشاء اللہ العزیز پھر تفصیل کے ساتھ ہم کچھ عرض کریں گے۔ عمدۃ المفسرین حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر الشافعیؒ

(المتوفی ۷۷۴ھ) اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

حکی ابن جریر فی القائلین ذلک قولین احدھما انھم المسلمون منھم والثانی اھل الشرک منھم فاللہ اعلم والظاھر ان الذین قالوا ذلک ھم اصحاب الکلمۃ والنفوذ ولکن ھل ھم محمودون ام لا؟ فیہ نظر لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم وصالحیھم مساجد یحذر ما فعلوا الخ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص۷۸ طبع مصر)

امام ابن جریرؒ نے ان قائلین کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ کہنے والے اُن میں سے جو مسلمان تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کہنے والے ان میں مشرک تھے سو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو کلمہ پڑھنے والے اور با اثر تھے لیکن کیا ان کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم؟ اس میں کلام ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاءِ کرام اور صلحاء کی قبروں پر مسجدیں بنائیں آپ تو ان کے فعل سے پرہیز کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ ان قائلین کے بارے میں قطعیت نہیں ایک قول کی بناء پر یہ مسجد مشرکوں نے بنائی تھی اور دوسرے اور ظاہری قول کی بناء پر مسلمانوں نے اور یہ

مسلمان اس امت کے نہ تھے جیسا کہ مفتی صاحب مطلق مسلمانوں کا لفظ بول کر دھوکہ دے رہے ہیں بلکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تھے اور صحیح قول کی بنا پر یہ عیسائی تھے جو اس وقت اہل توحید اور اہل کلمہ تھے اور پھر بقول ابن کثیرؒ ان کا یہ مسجد بنانا مذموم تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاءؒ کی قبروں پر مسجدیں بنائیں اور ظاہر امر ہے کہ جس فعل پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجیں وہ کبھی بھی محمود اور پسندیدہ نہیں ہو سکتا اور آپ نے یہ ارشاد محض اس لیے فرمایا تاکہ آپ کی امت ایسی ناشائستہ حرکات سے اجتناب و پرہیز کرے یحذر ما فعلوا۔ تعجب اور حیرت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان لوگوں کی قباحت بیان کریں جنہوں نے یہ کارروائی کی اور اپنی امت کو پرہیز کی تلقین فرمائیں اور مفتی احمد یار خان صاحب اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں اور لوگوں کو اس فعل پر آمادہ کریں اور کہیں کہ دیوبندی اور سرفراز قرآن وحدیث اور فقہاء کے خلاف ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مفتی صاحب خدارا ارشاد تو فرمایئے کہ بات کیا ہے؟ کیوں عوام الناس کو ان کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مزید گمراہی کے گڑھے میں دھکیل رہے اور اپنی قبر بھاری کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مغالطہ ہو کہ اگر ہم غلط کار ہوں تو لوگ ہماری بات کیوں مانتے ہیں؟ تو مفتی صاحب یہ نرا دھوکہ ہے کیونکہ جس دور سے ہم گذر رہے ہیں اس کے حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ غلط کاروں کی پیروی کرنے والے زیادہ ہیں۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے کہ ؎

زمانہ اس قدر قائل ہوا ہے فیض جھوٹوں کا
جو سچ کہتے ہیں ان کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر مفتی صاحب کی پیش کردہ آیت سے قبروں پر مسجدیں بنانے کا جواز ثابت ہوتا یا کچھ بھی گنجائش ہوتی تو امام ابن حجر مکی رح حضرت ملا علی ن القاری رح حافظ ابن القیم رح حافظ ابن تیمیہ رح اور علامہ سید محمود آلوسی الحنفی رح وغیرہ قبروں پر مسجدوں کے گرانے کا سنگین حکم کبھی نہ دیتے جب کہ یہ حضرات قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی جیسے علوم کے اپنے اپنے دور میں مسلّم عالم تھے پھر کیونکر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس آیت کا مطلب وہ ہے جو مفتی صاحب نے اختراع کیا ہے؟ اور حافظ ابن کثیر کی عبارت تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں مفتی صاحب تو دیوبندیوں کو عیسائیوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اب دیوبندیت عیسائیت کی طرح کتابوں کی زینت رہ گئی ہے بلفظہ (راہ جنت ص۴۲) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ دیوبندی مذہب بھی عیسائیت کی طرح ناقابلِ عمل ہے الخ (ص۴۹) مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ بفضل اللہ تعالےٰ دیوبندیوں کا دامن قرآن و حدیث کے بعد ائمہ، فقہ و حدیث اور سلف صالحین کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کے ہاتھ میں اپنے عقائد و اعمال کے اثبات پر قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کے روشن اور محکم دلائل ہیں اور ان کا قول و فعل اور ظاہر و باطن یکساں ہے بعض افراد کی عملی کمزوریوں اور لغزشوں کا نام دیوبندی مذہب نہیں ہے۔ اگر مفتی صاحب خواہش رکھیں تو ہم انشاء اللہ ان کی جماعت کے افراد کے سنگین اور گھناؤنے واقعات عرض کر سکتے ہیں۔

مفتی صاحب تو دیوبندیوں کو عیسائیوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں لیکن خود نیر سے عیسائیوں کے فعل اور کارروائی سے احتجاج کرتے ہیں جس کو بطور حکایت قرآن پاک نے نقل کیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لعنت کے لفظ کے ساتھ ان کے اس عمل کی پر زور تردید کی ہے اور اس کو مذموم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ تھا مفتی احمد یار خاں صاحب کے راہِ سنت میں سے انتخاب کردہ تین مسئلوں میں سے ایک مسئلہ جن کو وہ قرآن وحدیث اور فقہاء کرامؒ کے اقوال اور اسلام کے خلاف کہتے ہیں اور بڑی دلسوزی کے ساتھ ہوشیار۔ ہوشیار کہہ کر لوگوں کو راہ سنت کے پڑھنے سے منع کرتے ہیں اب آپ بخوبی سمجھ چکے ہوں گے کہ مفتی صاحب اتنا واویلا کیوں مچاتے ہیں؟ اور اس کتاب کے پڑھنے سے لوگوں کو کیوں منع کرتے ہیں؟ راہ سنت کے دلائل بھی آپ کے سامنے ہیں اور مفتی صاحب کے پیش کردہ دلائل بھی لیکن بایں ہمہ مفتی صاحب بزعم خود حق پہ ہیں اور ہم باطل پر وہ مسلمان ہیں اور ہم کافر وہ سُنی ہیں اور ہم معتزلی وغیرہ سبحان اللہ۔ ؎

وفا کی ہم نے اور تم نے جفا کی
تم اچھے ہم برے قدرت خدا کی

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ کتاب راہِ سنت میں ہے جو شخص اجمیر میں خواجہ چشتیؒ کی قبر پہ یا سالار مسعود غازیؒ کی قبر پہ یا ان کی مانند کسی اور قبر پہ اس

لئے گیا کہ وہاں دعا کرے گا اور اس کی دعا وہاں زیادہ قبول ہوگی تو اس نے ایسا گناہ کیا کہ جو گناہ قتل اور زنا سے بھی بدترین گناہ ہے (راہِ سنت ص ۱۶۲) اس عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ اگر بزرگوں کے مزار پر جاکر اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرے یہ سمجھ کر کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے تو وہ شریعت دیوبندیہ میں سولی کے لائق ہے کیونکہ یہ گناہ زنا و قتل سے بھی بدتر ہے اور زنا میں رجم یعنی سنگسار کیا جاتا ہے اور قتل میں قصاص لیا جاتا ہے تو اس جرم میں اس زائرِ قبر کو سولی ہی دینی چاہیے مگر قرآن کریم فرماتا ہے۔

(۱) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔

اس ہی جگہ حضرت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی عرض کی اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے اولاد دے تو دعا سننے والا ہے۔

یعنی زکریا علیہ السلام نے جناب بی بی مریم کے پاس کھڑے ہو کر رب تعالےٰ سے بیٹے کی دعا مانگی معلوم ہوا کہ ولی کے قریب کھڑے ہو کر دعا مانگنا سنت نبی ہے اور قرب ولی کی دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے اور فرماتا ہے:

(۲) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا

اگر یہ لوگ جب کبھی اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آجاویں پھر اللہ سے معافی مانگیں اور آپ رسول بھی ان کے لیے معافی مانگیں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت نے بتایا کہ مجرم حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ کرے معلوم ہوا کہ آپ کی بارگاہ قبولیت توبہ کی جگہ ہے اور فرماتا ہے۔

(۳) اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اس دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور کہو معافی دے تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیکوکاروں کو زیادہ دیں گے۔

یعنی بنی اسرائیل نے توبہ کرنی چاہی تو فرمایا کہ یہاں نہیں بلکہ بیت المقدس شہر میں باادب سجدہ کرتے جاؤ وہاں جا کر کہو کہ خدایا معافی دے تب معافی دیں گے۔ دیکھو قبول توبہ اور قبول دعا کے لیے بیت المقدس میں حاضری کا حکم دیا گیا کیوں ؟ اس لیے کہ وہاں حضرات انبیاء کرام کی قبور ہیں ان قبور کے قرب کی برکت سے توبہ جلد قبول ہوگی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات پر دعا جلد قبول ہوتی ہے (راہ جنت ص۱۰۶ ص۱۰۷ و ص۱۰۸) پھر آگے ایک حدیث مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے پیش کی ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بارش نہ ہوتی۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک کے اوپر چھت کو ذرا کھول دو تاکہ چھت حائل نہ ہو چنانچہ لوگوں نے ایسا کیا اور بارش ہوئی پھر آگے یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ اکمال میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رض کی قبر قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب ہے اور اب تک اس کے توسل سے شفا حاصل کی جاتی ہے اور پھر آگے شامی جلد اول کے مقدمہ ص۵۱ کے حوالہ سے یہ نقل

کیا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے
تو میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں
اور میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ یہ واقعات نقل کر کے مفتی احمد یار خان
صاحب لکھتے ہیں یہ عمل ہے امام مذہب حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کا کہ حاجت روائی کے لیے فلسطین سے سفر کر کے بغداد شریف حضرت
امام اعظمؒ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور قبر شریف کے پاس رب تعالےٰ سے
دعا کرتے ہیں۔ مسلمانو! قرآن و حدیث فقہاء کے یہ فرمان دیکھو مسلمانوں کے عمل کا
مشاہدہ کرو اور پھر گکھڑوی صاحب کا یہ فتویٰ دیکھو کہ قبولیت دعا کے لیے کسی بزرگ
کی قبر پہ جانا زنا و قتل سے بھی بدتر گناہ ہے کیا سارے مسلمان اور حضرت امام شافعیؒ
ایسے گناہ کرتے رہے جو قتل و زنا سے بدتر ہے؟ (راہ جنت ص۱۰۸ و ص۱۰۹) اور ص۷
پر لکھتے ہیں کہ مزارات اولیاء اللہ پر حاضری! دیوبندی عقیدہ یہ ہے کہ مزارات
اولیاء اللہ پر جانا وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا قتل و زنا سے بھی بدتر گناہ ہے
چنانچہ مولوی سرفراز خاں صاحب اپنی اس کتاب راہِ سنت میں ص۱۶۲ پر بحوالہ
شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں جو شخص اجمیر میں خواجہ چشتی کی قبر پر
یا سالار مسعود غازی کی قبر پر اھ

الجواب:۔ جناب مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے جو فرمایا یہ سب
کچھ ان کی کم فہمی اور تعصب کا نتیجہ ہے اور جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے محض اپنے
حواریوں کے ہاں سرخرو ہونے یا ان سے پیچھا چھڑانے کی ایک ناکام کوشش ہے اور
راہ سنت کا قطعاً جواب نہیں ہے ہم پہلے راہ سنت کی عبارت نقل کرتے ہیں اور پھر اس

کی تشریح کے بعد مفتی صاحب کی علمی خامیاں عرض کریں گے (انشاء اللہ العزیز)
راہِ سنت کی عبارت ملاحظہ ہو۔ عرس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

" بزرگانِ دین سے حسنِ عقیدت اور محبت الحبُّ فی اللہ کے موافق افضل اعمال میں داخل ہے ان کے نقشِ قدم پر چلنا اور ان کی صحیح معنی میں پیروی کرنا باعث سعادت ہے ان کی وفات کے بعد ان کیلیے شرعی قواعد کے تحت ایصال ثواب کرنا اور ان کے رفع درجات کے لیے دعا کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے۔ اگر کسی بزرگ کی قبر قریب ہو تو اس پر حاضر ہو کر دعا کرنا اور سنت کے مطابق سلام کہنا سب درست اور جائز ہے ہاں البتہ دُور دراز کی مسافت طے کر کے زیارت کے لیے جانا اہل سنت میں مختلف فیہ امر ہے اور منع کرنے والے حضرات حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد (الحدیث) سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ طُور سے واپس آئے تو اس حدیث کے راوی حضرت بصرہ بن ابی بصرہ الغفاریؓ (المتوفی ۵۰ھ) نے اسی حدیث سے طُور کا سفر اختیار کرنے کی ممانعت ثابت کی اور فرمایا کہ اے ابوھریرہؓ اگر میں آپ سے آپ کے طُور پہ جانے سے پہلے ملاقات کر لیتا تو اس حدیث کے تحت میں آپ کو ہرگز وہاں نہ جانے دیتا (نسائی جلد ا صنا ۱۶۰) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حق میرے نزدیک یہ ہے کہ قبر اور اولیاء اللہ

میں سے کسی ولی کی عبادت کا محل اور طور سب کے سب اس نہی میں برابر ہیں (حجۃ اللہ البالغہ جلد ا صـ۱۹۲) بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص اجمیر میں خواجہ چشتی رح کی قبر یا سالار مسعود غازی رح کی قبر پر یا ان کی مانند کسی اور قبر پر اس لیے گیا کہ وہاں دعا کرے گا اور اس کی دعا قبول ہوگی تو اس نے ایسا گناہ کیا جو گناہ قتل اور زنا سے بھی بدترین گناہ ہے (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صـ۴۵) لیکن قبروں کی زیارت کے لیے دن مقرر کرنا اور معین دن میں اجتماع کرنا ہرگز شریعت سے ثابت نہیں ہے اور خصوصاً سال کے بعد جو دن مقرر کیا جاتا ہے جس کو عرس کہتے ہیں اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے"۔ اھ (راہ سنت صـ۱۶۱ و ۱۶۲)

مفتی احمد یار خان صاحب کی دیانت ملاحظہ فرمائیں کہ راہ سنت کی یہ سب عبارت گیارھویں شریف کا حلوہ سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں جس میں بزرگانِ دین کے ساتھ عقیدت و محبت کو افضل الاعمال کہا گیا ہے اور ان کی قبروں پر حاضر ہو کر دعا کرنا سنت قرار دیا گیا ہے جب کہ قریب ہوں، ہاں دور دراز کی مسافت طے کر کے وہاں جانے کے بارے میں صاف تصریح کی گئی ہے کہ یہ اہل سنت میں مختلف فیہ امر ہے۔ اس کے قائل بھی ہیں اور مانع بھی ہیں۔ اب اگر ایسے حوالے پیش کیے جائیں کہ فلاں اور فلاں حوالہ سے یہ دُور دراز کی مسافت طے کر کے قبور پر برائے دعا جانا ثابت ہے تو وہ ہرگز ہمارے قول کے منافی نہیں ہیں کیونکہ ہم نے صاف لکھ دیا ہے کہ اس میں اہل سنت کا اختلاف ہے اور مانعین حضرات میں حضرت بصرہ بن ابی بصرہ صحابی رضؓ اور حضرت شاہ ولی اللہ

صاحبؒ لا تشد الرحال (الحدیث) سے استدلال کرتے ہیں بلکہ
شاہ ولی اللہ صاحبؒ اجمیر خواجہ صاحبؒ کی قبر پر اور سالار مسعود غازی رہ
وغیرہ کی قبور پہ جانے کو قتل اور گناہ سے بھی بدترین گناہ کہتے ہیں اور ان میں سے ہر
ایک بات کا پورا حوالہ دیا گیا ہے مگر مفتی احمد یار خان صاحب کا ظلم اور انتہائی
تعصب ملاحظہ ہو کہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھلانا چاہتے ہیں یہ گکھڑوی
صاحب کا فتویٰ ہے۔ اور اپنی جان چھڑانے کے لیے دبی ہوئی زبان سے بحوالہ
شاہ ولی اللہ لکھ کر سستی گلو خلاصی چاہتے ہیں۔ مفتی صاحب کیا آپ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں؟ اگر
ایسا ہے تو آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی بات تسلیم کرنا پڑے گی اور اگر آپ
ان کی بات تسلیم نہیں کرتے تو آپ کو ان کی عبارت کا صحیح محل بیان کرنا ضروری
ہے کیونکہ جیسے وہ ہمارے بزرگ ہیں ویسے ہی وہ آپ کے بھی بزرگ ہیں اور اگر
آپ ان کو اپنا بزرگ تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے ایک مقام پر حضرت شاہ ولی
اللہ صاحبؒ کے ایک حوالہ سے گھبرا کر اور لاجواب ہو کر یوں لکھ دیا ہے "مگر
آپ اور آپ کے شاہ ولی اللہ صاحب ان چیزوں کو چھوڑ کر اور چیزوں کو شعائر
مان رہے ہیں" (بلفظہ راہ جنت ص۹) تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اور
آپ کی جماعت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی عبارات سے استدلال ترک کر دیں
اور ہمیں اور ہمارے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو ایک طرف رہنے دیں جہاں وہ
جائیں گے انشاء اللہ وہاں ہم بھی چلے جائیں گے کیونکہ ہم تاریخ کی روشنی
میں یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں جس طرح دین کی خدمت حضرت شاہ

ولی اللہ صاحبؒ اور آپ کے خاندان اور آپ کے تلامذہ نے کی ہے وہ اور کسی نے نہیں کی اور اب محکمہ اوقاف نے ان کی علمی اور اسلامی خدمات کیلیے شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی قائم کر کے مسلمانانِ پاکستان پر یہ روشن کر دیا ہے کہ مسلمان ان کے علمی فیض سے کسی طرح مستغنی نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی خوشہ چینی کو اپنی نجات و فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ مفتی احمد یار خان صاحب حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے دلائلِ قاہرہ اور براہین قاطعہ سے سخت بدحواس ہو چکے ہیں اور ان کے پاس ان کا مطلقاً کوئی جواب نہیں اس لیے وہ دبی ہوئی زبان میں حضرت شاہ صاحبؒ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں کہ مگر آپ اور آپ کے شاہ ولی اللہ صاحبؒ الخ بڑے شوق سے مشکل وقت میں آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا دامن چھوڑ دیں مگر ہم ان کا دامن چھوڑنے کیلیے ہرگز تیار نہیں ہیں

ہم تو سمجھاتے رہے اس دل کو جعفرؔ عمر بھر
وقت مشکل دیکھ کر آنکھیں چرا لیتے ہیں لوگ

لطیفہ! یہ بات بھی دلچسپی یا حیرت سے خالی نہ ہوگی کہ مولوی محمد عمر صاحب بھی جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ٹھوس اور محکم دلیلوں کے جواب سے عاجز آ گئے تو پہلوانوں کی طرح پینترا بدل کر سرے سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہی کو وہابی کہہ کر ان کی تمام عبارات سے گلو خلاصی کی ناکام سعی کی چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ۔ اس طرف ہند میں شاہ ولی اللہ صاحب ہندی ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے جو محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ۹ برس چھوٹے

تھے شاہ صاحبؒ نے اپنے والد ماجد سے تمام علوم حاصل کئے شاہ صاحب کا عقیدہ حنفی تھا۔ اور انہوں نے اپنے باپ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی ولایت کی جانشینی اختیار کی (پھر آگے لکھتے ہیں کہ) اچانک ارادہ حج آپ کو حجاز لے گیا وہاں محمد بن عبدالوہاب نے دیکھا کہ بڑا ذی اثر عالم ہے۔ شاہ صاحب سے بڑی محبت کا وطیرہ اختیار کیا اور اپنے عقائد سے شاہ صاحب کو ورغلانا شروع کیا داناؤں نے سچ کہا ہے ؎

صحبت بد راہ تباہ مے کند
دیگ سیاہ جامہ سیاہ مے کند

باپ کی صحبت نے شاہ صاحب کو رنگا اور حرمین شریفین تک رسائی کروادی جس کے متعلق آپ نے کئی کتابیں لکھیں دیکھئے فیوض الحرمین وغیرہ نجدی کی صحبت ملی تو رسائی بھی گئی اور رنگ بھی جاتا رہا جب واپس پہنچے تو حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور اپنے والد ماجد کا عطیہ ولایت بھی کھو چکے تھے حتیٰ کہ والد ماجدؒ کے سکھے ہوئے مریدین نے جب ہتک آمیز کلمات بزرگوں کی شان میں سنے تو دست افسوس ملتے ملتے علیحدہ ہو گئے محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کی چند کتابیں بلاغ المبین وغیرہ انبیاء و اولیاء کی توہین میں شائع کیں مسلمانان ہندوستان کا چونکہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی سعی بلیغ سے حنفیت کا رنگ پکا ہو چکا تھا اور شاہ عبدالرحیم صاحب کی صحبت سے لوگ متاثر تھے شاہ صاحب کی تحریر و تقریر مسلمانوں کو بے رنگ نہ کر سکی دلی میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے چنانچہ حیات طیبہ کے

ص۱۲ پہ درج ہے کہ تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتوائے کفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا عدی وعلمی وقار صبا منثورا ہوگیا شاہ صاحب نے اپنے نئے مذہب وہابیت کی اشاعت کے واسطے اپنے خاندانی مذہب حنفی کے نام کو بدل کر محمدی رکھ لیا چنانچہ چند متمول اشخاص شاہ صاحب کے معتقد بن گئے اور مذہبی آسانی اور آزادی دیکھ کر پسند کر لیا اور ہر وقت شاہ صاحب کی حفاظت میں مقید ہو گئے کیونکہ ہر مسلمان شاہ صاحب کے کلمات کو انبیاء و اولیاء کرام کے برخلاف برداشت نہ کر سکتا تھا اور چونکہ مسلمان فرقۂ وہابیہ سے باخبر ہو چکے تھے اس واسطے عوام و خواص ان کو بجائے محمدی کے وہابی ہی کہتے تھے کیونکہ سوائے شاہ صاحب کے اور کوئی عالم وہابی نہ تھا لوگ اس وقت شاہ صاحب کو بڑا مذہبی مجرم سمجھ کر حملہ آور بھی ہوتے تھے لیکن حکومت اسلامی کے انصاف سے خائف تھے شاہ صاحب کس مپرسی کی حالت میں اپنے دینی وطن کو آبائی وطن پر مقدم سمجھتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس جا کر وہابیت کے مقتدر نمائندے کی حیثیت میں قیام پذیر رہے چنانچہ آخیر عمر میں پھر لوٹے محمدی مذہب کی حالت میں جب ہندوستان پھرے تو اپنے جانشین و ولائق بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب چھوڑ گئے ان دو حضرات نے بھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا لیکن آبی (یعنی پدری) یہ آبی کی اصطلاح مولوی محمد عمر صاحب ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ صفدر) اثر ضرور متاثر ہوتا ہے (مولوی محمد عمر صاحب مناظر اسلام کو موثر اور متاثر میں کوئی تمیز نہیں ہے۔ صفدر) کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا

رنگ چڑھا جس کا علماء کرام نے کافی جواب دے دیا ام بلفظہ (مقیاس حنفیت ص ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ طبع چہارم رمضان ۱۳۷۴ھ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حنفی تھے یا وہابی؟ یہ بات ہم نے الکلام المفید میں واضح کر دی ہے جو انشاء اللہ العزیز عنقریب طبع ہونے والی ہے۔ لیکن مولوی محمد عمر صاحب کے اس خانہ ساز بیان ۔ افسانہ اور ناول سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے لائق بیٹے شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور شاہ رفیع الدینؒ صاحبؒ وہابی تھے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے ولایت بھی سلب ہو چکی تھی اور وہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کیا کرتے تھے (معاذ اللہ) بلکہ تمام علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی دیا تھا اور لوگ ان پر حملہ آور ہو کر ان کو قتل بھی کرنا چاہتے مگر بیچارے اسلامی حکومت کے انصاف سے خائف تھے اور حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرات انبیاء اور اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین میں کتابیں بھی لکھی ہیں اور شائع کی ہیں مثلاً" بلاغ المبین وغیرہ (جس میں قبر پرستی اور مجاور پرستی کی واضح دلائل کے ساتھ خوب تردید کی گئی ہے جس سے مولوی محمد عمر صاحب اور انکی شرک و بدعت پسند جماعت بالکل لاجواب ہے) یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ پر اور ان کے صاحبزادوں پر افتراء و بہتان اور سفید ویسی جھوٹ (معاذ اللہ) اس لیے اہل بدعت حضرات پر از روئے دیانت یہ لازم ہے کہ وہ حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے لائق شاگردوں اور بیٹوں کے اقوال و عبارات سے ہرگز استدلال نہ کیا کریں کیونکہ وہ وہابیت میں رنگے ہوئے تھے۔

صد افسوس کہ ؎

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
پیدا کیے فلک نے تھے جو خاک چھان کے

زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ان کے اصل الفاظ میں پوری عبارت نقل کر دیں پھر آگے چلیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

قوله صلی اللہ علیه وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
لا تشد الرحال الا الی ثلاثة	فرمایا کہ رختِ سفر نہ باندھا
مساجد المسجد الحرام والمسجد	جائے مگر صرف تین مسجدوں کی
الاقصیٰ ومسجدی ھذا اقول	طرف مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ اور
کان اھل الجاھلیة	مسجد نبوی کی طرف میں کہتا ہوں کہ
یقصدون مواضع معظمة	اہل جاہلیت اپنے خیال کے مطابق
بزعمھم یزورونھا ویتبرکون	معظم جگہوں کا قصد کرتے اور ان
بھا وفیه من التحریف والفساد	کی زیارت کرتے اور وہاں سے
ما لا یخفیٰ فسدّ النبی صلی اللہ	تبرک حاصل کیا کرتے تھے اور
علیه وسلم الفساد لئلا یلتحق	اس میں ایسی تحریف اور فساد
غیر الشعائر بالشعائر و	ہے جو مخفی نہیں اس لیے آنحضرت
لئلا یصیر ذریعة لعبادة	صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد کا
غیر اللہ والحق عندی	سدِ باب کر دیا کہ غیر شعائر

ان المقبر و محل عباد ۃ ولی من اولیاء اللہ والطور کل ذلك سواء فی النہی واللہ اعلم (حجۃ اللہ البالغۃ جلد ا ص۱۹۲ طبع مصر)

شعائر کے ساتھ نہ مل جائیں اور تاکہ یہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائے اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ قبر اور اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کی عبادت کا محل اور طور سب اس لا تشد الرحال کی نہی کے تحت برابر ممنوع ہیں

حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ اگرچہ کسی متبرک مقام پر جانا فی نفسہ ایک صحیح العقیدہ آدمی کے لیے منع تو نہیں مگر چونکہ اہل جاہلیت کے دور میں (جو لوگ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے پیرو ہونے کے مدعی تھے) اس افراط و تفریط کا شکار ہو چکے ہیں اس لیے سدّ ذرائع کے طور پر اب قبر اور کسی بزرگ کی عبادت کا مقام اور طُور وغیرہ سب اس نہی کے تحت منع ہیں اور ایسا رختِ سفر باندھنے سے غیر اللہ کی عبادت کا دروازہ کھلتا اور غیر شعائر کو شعائر اللہ کا درجہ دینا لازم آتا ہے اور ایسا کرنے سے دین میں تحریف اور فساد پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کا دروازہ ہی بند کر دینا چاہیئے۔

قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ جب عہدِ فاروقی ؓ میں لوگوں نے شجرۂ رضوان کے نیچے اجتماع اور اہتمام شروع کر دیا تو حضرت عمرؓ نے خلیفۂ راشد ہونے کی حیثیت سے اس درخت کو جڑوں سے اکھڑوا دیا تاکہ کسی وقت لوگ اس کی پوجا اور سجدہ ہی نہ شروع کر دیں۔ ملاحظہ ہو (اغاثۃ اللھفان جلد ا ص۲۰۹)

اب مفتی احمد یار خان صاحب ہی از روئے انصاف یہ فرمائیں کہ مزارات

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پہ دور دراز کا سفر اختیار کر کے جانے سے سرفراز گکھڑوی منع کرتا ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ؟ اور کیا شاہ صاحبؒ محض اپنی رائے سے ایسا فرماتے ہیں یا لا تشد الرحال کی صحیح حدیث سے استدلال کرتے ہیں؟ مفتی صاحب انصاف سے فرمائیں کہ بات کیا ہے؟ آپ کو علمی اور تحقیقی طور پر تو یہ حق حاصل ہے کہ یا تو فرمائیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور یا فرمائیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا استدلال غلط ہے جو بات آسان نظر آئے وہ کریں ؏ مصلحت ہیں وکار آسان کنُ مگر علمی دنیا میں یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایسا فرمایا نہیں کیونکہ یہ حوالے ان کی کتابوں میں درج ہیں۔

اب آیئے کہ ہم حضرت شاہ صاحبؒ کی دوسری عبارت نقل کر دیں چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

کل من ذھب الی بلدۃ	
اجمیر او الی قبر سالار مسعود	جو شخص بھی اجمیر یا سالار مسعودؒ
او ماضاھا لاجل حاجۃ	کی قبر یا ان کی مانند کسی اور کی قبر
یطلبھا فانہ آثم اثما	پر گیا اس عزم سے کہ وہاں حاجت
اکبر من القتل والزنا	طلب کرنی ہے تو بے شک اس
لیس مثلہ الا مثل من	نے قتل اور زنا سے بڑا گناہ کیا اور
کان یعبد المصنوعات	اس کی مثال اس شخص کی سی ہے
او مثل من یدعوا اللات	جس نے مصنوعات کی عبادت
والعزّٰی الا انا لا اصرح	کی یا اس شخص کی جس نے لات

بالتکفیر لعدم النص من الشارع فی ھذا الامر	و عزیٰ کی پرستش لی لیکن میں اس شخص کی تکفیر کی تصریح نہیں کرتا
المخصوص اھ	کیوں کہ خاص طور پر اس امر میں
(تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ ص۴۵)	شارع کی نص موجود نہیں ہے۔

جناب مفتی احمد یار خان صاحب اپنے ہوش و حواس قائم کر کے یہ فرمائیں کہ کیا اجمیر شریف یا سالار مسعود غازیؒ یا ان جیسے اور بزرگوں کی قبور پر حاجت روائی کے لیے جانے والے کے فعل کو قتل اور زنا سے بدتر سرفراز گکھڑوی کہہ رہا ہے یا حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ؟۔

مفتی صاحب آپ کو اپنے الفاظ تو یاد ہوں گے۔ اور پھر گکھڑوی صاحب کا یہ فتویٰ دیکھو کہ قبولیت دعا کے لیے کسی بزرگ کی قبر پر جانا زنا و قتل سے بھی بدتر گناہ ہے (بلفظہ راہ جنت ص۱۰۹) مفتی صاحب یہ گکھڑوی کا فتویٰ نہیں اور نہ شریعت دیوبندیہ کا فرمان ہے بلکہ یہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا فتویٰ ہے گکھڑوی بیچارا تو صرف ناقل ہے آپ کا جتنا غصہ اور طیش ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خلاف ہے اور بلا دلیل ہے مگر آپ انتہائی بزدلی سے کام لے رہے ہیں گکھڑوی کو آگے رکھ کر ان پر تیر چلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو دین کی اور بزرگان دین کی عبارات سمجھنے کی اہلیت اور توفیق بخشے اب آپ نے جو کچھ اور جتنا کچھ ارشاد فرمانا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے فرمایئے قاصد اور سفیر کے ساتھ اُلجھنے کی زحمت نہ اُٹھایئے کیونکہ ؎

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

مفتی صاحب کے دلائل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم مفتی صاحب کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیں اور قارئین کرام سے یہ عرض کر دیں کہ ان کے پیش کردہ دلائل بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

پہلی دلیل مفتی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس دعا مانگی تھی اس سے معلوم ہوا کہ قرب ولی سے دعا کی قبولیت ہوتی ہے اور اس پر انہوں نے ھُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ الآیہ پیش کی ہے۔ مگر اس سے مفتی صاحب کا استدلال بالکل بے سود ہے اولاً۔ اس لیے کہ جھگڑا اس بات میں ہے کہ کیا کسی بزرگ کی قبر پر شد رحال کر کے اور دور دراز کی مسافت طے کر کے جانا جائز ہے یا نہیں؟

گذر چکا ہے کہ اہل السنت میں یہ مختلف فیہ بات ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ مانعین میں ہیں۔ مفتی صاحب ہی از روئے انصاف فرمائیں کہ کیا حضرت زکریا علیہ السلام شد رحال کر کے اور دور دراز کی مسافت طے کر کے حضرت مریم علیہا السلام کی قبر پر دعا کے لیے تشریف لے گئے تھے؟ یا حضرت مریمؑ زندہ تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کی تربیت میں انہیں کے حجرہ میں رہتی تھیں اور بے موسم میوہ ان کے ہاتھ میں دیکھ کر قدرت خداوندی پر کامل یقین کرتے ہوئے دل پر رقت طاری ہوئی اور دعا فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوئی۔ بلاشک قرب ولی موجب رحمت ہے۔ اس کا انکار نہیں لیکن پیش کردہ دلیل میں قُرب ولی کا سوال ہی نہیں ورنہ یہ لازم آئے گا کہ خدا تعالیٰ کا نبی اپنی دعا میں قُرب ولی کا محتاج تھا ولی کا بڑا ہی مقام سہی مگر نبی کا مقام لاکھوں اور کروڑوں ولیوں سے

بڑھ کر ہوتا ہے جن کو تجلیات رّبانی اور حیات جاودانی حاصل ہے ؎

یارب پہنچ گئے ہیں کہاں صاحبانِ دل

کیسی حیات اجل کا بھی جس جا نشان نہیں

دوسری دلیل مفتی صاحب نے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ۔ الآیۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب شفاعت کا استدلال کیا ہے. بلاشک یہ استدلال صحیح ہے. مگر اس کا منکر کون ہے ؟ راقم اور راقم کے جملہ اکابر اس کے قائل ہیں اور اس کو باعث سعادت سمجھتے ہیں کہ کسی نیک بخت کو حج کی توفیق نصیب ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر اور روضۂ خضرا پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام کا تحفہ پیش کرے اور آپ کے وسیلہ سے گناہوں کی معافی کی درخواست کا موقع مل جائے اس بات میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے شد رحال کی حدیث سے آپ کے روضۂ اقدس پر حاضری دوسری حدیثوں اور امت مسلمہ کے تعامل سے مستثنیٰ ہے کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کرتا۔ چنانچہ المہند کی عبارت ملاحظہ ہو یہ وہ کتاب ہے جس پر ہمارے چوٹی کے اکابر کی تصدیقات موجود ہیں علی الخصوص حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ صدر المدرسین دیوبند۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوریؒ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہ وغیرہ۔ اصل عبارت، ملاحظہ ہو۔

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین

ہماری جان آپ پر قربان (علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گو شدِ رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ ہی مسجد نبوی اور دیگر مقامات زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت حاصل ہو جائے گی اس صورت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم زیادہ ہے اور اس کی موافق خود حضرتؐ کے ارشاد سے ہو رہی ہے کہ ،، جو میری زیارت کو آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں اھ (المہند علی المفند صلا)

اور راقم الحروف نے اپنی کتاب تبرید النواظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ والسلام کا عرض کرنا اور اس کو ثواب اور قربت سمجھنا دلائل کے ساتھ باحوالہ بیان کیا ہے اس کی بحث وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی احمد یار خان صاحب کا خالص افتراء اور سفید جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔ راہ جنت صـ۸۲ میں وہ لکھتے ہیں:۔

مولوی سرفراز کے ہاں تمام حجاج روضۂ اقدس پہ حاضر ہوتے ہی ظالم۔ قاتل۔ زانی سے بدتر ہو جاتے ہیں بلفظہ۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ مفتی صاحب اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ ع

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

تیسری دلیل مفتی صاحب قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُدخلوا الباب سجدًا الآیۃ سے یہ ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ تم بیت المقدس جاؤ اور شہر میں باادب سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور معافی مانگو تمہاری توبہ وہاں قبول ہوگی اس لیے کہ وہاں حضرات انبیاء کرام کی قبور ہیں (محصلہ)

الجواب: مفتی صاحب نے یہاں بھی دھوکہ کھایا اور دیا ہے اس میں شک نہیں کہ بیت المقدس کے آس پاس بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں ہیں (اگرچہ قطعیت کے ساتھ ان کا نام ونشان متعین کرنا مشکل ہے صرف بنا بر شہرت ہی ان کی تعیین کی جاسکتی ہے یہ تواتر اور قطعیت تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو حاصل ہے جس میں ایک رائی برابر شک نہیں کیا جاسکتا) اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبریں بابرکت ہوتی ہیں۔ یہ سب امور محل نزاع سے خارج ہیں سوال صرف یہ ہے کہ آیا بنی اسرائیل کو یہ حکم اس لیے ہوا تھا کہ چونکہ وہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی قبریں ہیں اس لیے وہاں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تم نے وہ شہر فتح کیا ہے اور اس نصرت الٰہی اور فتح کی خوشی میں تم سجدہ شکر ادا کرو اور فرض کرو کہ اگر کوئی ایسا شہر اور علاقہ ان کے

ہاتھ پہ مفتوح ہوتا جس میں کسی نبی کی کوئی قبر نہ ہوتی تب بھی ان کو فتح کے شکرانہ میں سجدۂ شکر ادا کرنا پڑتا تاہم صرف ایک ہی حوالہ سردست عرض کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ۔

وهذا كان لما خرجوا من التيه بعد اربعين سنة مع يوشع بن نون عليه السلام وفتحها الله عليهم عشية جمعة وقد جست لهم الشمس يومئذٍ قليلًا حتى امكن الفتح ولما فتحوها امروا ان يدخلوا الباب باب البلد سجدًا اى شكرا لله تعالى على ما انعم به عليهم من الفتح والنصر ورد بلدهم عليهم وانقاذهم من التيه والضلال۔

(تفسیر ابن کثیرؒ جلد ۱ ص۹۸)

اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ بنی اسرائیل وادئ تیہ میں چالیس سال رہنے کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی معیت میں گئے اور جمعہ کے دن شام کے قریب بیت المقدس انہوں نے فتح کیا اور تھوڑے سے وقت کے لیے ان کے لیے سورج بھی رکا حتیٰ کہ ان کے لیے فتح ممکن ہوگئی اور جب انہوں نے اس کو فتح کر لیا تو ان کو حکم ہوا کہ وہ شہر کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں فتح و نصرت کی اور ان کے علاقہ کو پھر واپس ان کو دلانے کی ان کو دی ہیں اور وادئ تیہ اور لق ودق میدان سے ان کو نجات دی ہے اس کا شکر ادا کریں

اور اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں۔

اس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوا کہ بیت المقدس کے دروازہ سے داخل ہوتے وقت ان کو سجدہ کرنے کا حکم اس لیے نہ تھا کہ وہاں قبور انبیاء کرام تھیں اور نہ ان کی توبہ اس لیے قبول ہوئی بلکہ یہ سب کچھ فتح و نصرت کی خوشی میں بطور شکرانہ تھا۔ ہاں بالتبع اس شکریہ کے سلسلہ میں ان کو گناہوں کی معافی مانگنے کی تلقین بھی فرمائی گئی وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ الآیۃ۔

چوتھی دلیل کہ قحط کے دنوں میں آپ کی قبر مبارک کے اوپر جو مکان کی چھت تھی اس کو ہٹایا گیا تاکہ آسمان اور آپ کی قبر مبارک کے درمیان وہ حائل نہ رہے۔ اس روایت کو مفتی صاحب نے بحوالہ مشکوٰۃ نقل کیا ہے یہ روایت مسند دارمی ص۲۵ وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ مگر پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک معرض بحث اور محل نزاع نہیں علاوہ ازیں اس میں شد رحال بھی نہیں ہے کیونکہ یہ پوچھنے والے اہل مدینہ ہی تھے۔

پانچویں دلیل کہ لوگ ابو ایوب (خالد بن زید المتوفی ۵۱ھ) انصاری کی قبر کی برکت سے شفا طلب کرتے رہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں بلاشک یہ حوالہ اکمال ص۵۸۶ وغیرہ میں مذکور ہے لیکن جناب مفتی صاحب کو چنداں مفید نہیں ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

وقبرہ قریب من سورھا معروف الی الیوم معظم یستشفون بہ فیشفون	کہ ان کی قبر قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب ہے اور آج تک وہ معروف اور معظم ہے لوگ اس کی برکت سے

شفا طلب کرتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

مفتی صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ عطا فرمائے جھگڑے کی بات ہے شدّ رحال کی کہ دور دراز کی مسافت طے کر کے قبروں پر جانا کیسا ہے؟ اور یہاں اس کا ذکر تک نہیں ہے کہ لوگ شدّ رحال کر کے وہاں جاتے تھے اس لیے یہ حوالہ مفتی صاحب کو مفید نہیں ہے کما لا یخفیٰ۔

چھٹی دلیل مفتی صاحب بحوالہ شامی مقدمہ ص۵۱ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رہ امام الائمہ سراج الفقہاء حضرت امام ابو حنیفہؒ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دعا کیا کرتے تھے اور کامیاب ہو جاتے تھے اس روایت کا ماخذ ہم بتائے دیتے ہیں یہ روایت علامہ خطیب بغدادی الشافعیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے یوں نقل کی ہے۔

علی بن میمون قال سمعت	علیؒ بن میمونؒ کہتے ہیں کہ میں نے
الشافعیؒ یقول انی لاتبرّک	امام شافعیؒ سے سنا انہوں نے
بابی حنیفۃؒ واجیُٔ الی قبرہ	فرمایا کہ میں ابو حنیفہؒ کی قبر کو متبرک
فی کل یوم یعنی زائرًا	سمجھتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر کی
فاذا عرضت لی حاجۃ	زیارت کو جاتا ہوں اور جب مجھے
صلیت رکعتین وجئت	کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے
الی قبرہ وسألت اللہ تعالیٰ	تو میں دو رکعتیں نماز پڑھتا ہوں
الحاجۃ عندہٗ فما تبعد	اور ان کی قبر پر جاتا ہوں اور اللہ
عنی حتّٰی تقضیٰ۔	تعالیٰ سے ان کی قبر کے پاس حاجت

(تاریخ بغداد جلد اول ص۱۲۳ طبع مصر)	کا سوال کرتا ہوں تو میری حاجت کے پورے ہونے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔

مفتی صاحب پر لازم ہے کہ وہ اصُول حدیث کے رُو سے اس کے ایک راوی **عمر بن اسحاق بن ابراہیم** کا معتبر کتب اسماء الرجال سے اتہ پتہ بتائیں کہ یہ کون اور کیسا تھا؟ ثقہ تھا یا ضعیف؟

بلا شک امام محمد بن عابدین شامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) کا مقام فقہ میں بہت اُونچا ہے لیکن فنِ حدیث اور روایت میں محدثین ہی کی بات قابل قبول ہوتی ہے جو جرح و تعدیل کے مسلّم امام ہیں حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ :-

ما حکی بعضھم عن الشافعی رحمہ اللہ انہ قال اذا نزلت بی شدة اجیُٔ فادعو عند قبر ابی حنیفة رحمہ اللہ فلجاب اوکلاہ مما ھذا معناہ وھذا کذب معلوم کذبہ بالاضطرار عند من لہ ادنیٰ معرفة بالنقل الی ان قال وقد رأی الشافعیؒ بالحجاز والیمن والشام والعراق	حضرت امام شافعیؒ سے بعض نے جو یہ حکایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب مجھ پر کوئی تکلیف وارد ہوتی ہے تو میں امام ابو حنیفہؒ کی قبر کے پاس جا کر دعا کرتا ہوں حافظ ابن تیمیہؒ نے اس کے متعلق فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکایت جھوٹ ہے جن کو روایت کی معرفت کی ادنیٰ سمجھ ہے وہ بھی اس کو جھوٹی جانتے ہیں (پھر آگے فرمایا کہ) حضرت

ومصر من قبور الانبياء
والصحابة والتابعين من
كان اصحابها عنده وهم
عند المسلمين افضل من
ابی حنیفةؒ وامثاله من العلماء
فما باله لم يتوخ الدعاء
الا عند قبر ابی حنیفةؒ اهـ
(اقتضاء الصراط المستقيم ص ۲۴۳
طبع القاهرة ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء)

امام شافعیؒ نے حجاز، یمن، شام
عراق اور مصر میں حضرات انبیاء
کرامؑ صحابہؓ اور تابعینؒ کی قبریں
دیکھیں جن کا مقام حضرت امام
شافعیؒ اور مسلمانوں کے نزدیک
حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان
جیسے علماء سے افضل ہے پھر کیا
وجہ ہے کہ انہوں نے ان تمام
قبروں کو چھوڑا اور صرف امام
ابوحنیفہؒ کی قبر کو انتخاب کیا ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سرے سے یہ واقعہ ہی جھوٹا اور گھڑا ہوا ہے اور اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی مفتی احمد یار خان صاحب کو مفید نہیں کیونکہ حضرت امام شافعیؒ عرصہ تک بغداد میں مقیم رہے تھے جہاں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر ہے اور اسی قیام کے زمانہ میں حضرت امام شافعیؒ ان کی قبر مبارک پر حاضر ہوتے رہے اور اسی روایت میں اس کا واضح قرینہ ہے ۔ واجئ الی قبرہ فی کل یوم ۔ کہ میں ہر روز ان کی قبر پہ حاضر ہوتا رہتا تھا ظاہر امر ہے کہ دور دراز سے ہر روز حاضر ہونا ناممکن ہے۔ مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ ”حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حاجت روائی کے لیے فلسطین سے سفر کر کے بغداد شریف حضرت امام اعظمؒ کے مزار پہ حاضری دیتے ہیں اھ

(راہ جنت ص۱۰۹) محض اپنے مطلب کے لیے اختراع اور ایجاد بندہ ہے نہ تو روایت میں سند رجال کا ذکر ہے اور نہ فلسطین اور دور دراز کی مسافت طے کر کے حضرت امام شافعیؒ امام صاحبؒ کی قبر پر گئے ہیں جو مفتی صاحب کا مدعیٰ ہے الغرض مفتی احمد یار خان صاحب نے راہ سنت کے دوسرے مسئلہ کا بھی قطعاً کوئی جواب نہیں دیا بلکہ باوجود مفتی ہونے کے وہ محل نزاع کو سمجھے ہی نہیں کہ کیا ہے؟ اور نہ اپنے مدعا پر کوئی معقول دلیل پیش کر سکے ہیں ہاں اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے چند صفحات ضرور سیاہ کر ڈالے ہیں مگر بے سود۔

تیسرا مسئلہ جن مسائل کی وجہ سے جناب مفتی احمد یار خان صاحب نے لوگوں کو ہوشیار۔ ہوشیار کہہ کر راہ سنت کے نہ پڑھنے کی اور اس کو قرآن و سنت اور اسلام کے خلاف سمجھنے کی دُھائی دی ہے وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے۔

کتاب راہِ سنت میں ہے اصل اشیاء میں حرمت ہے یعنی جس چیز سے قرآن و حدیث میں خاموشی ہو نہ اسے حلال کہا گیا ہو نہ حرام وہ چیز حرام ہے دیکھو کتاب۔ راہ سنت از ص۹۹ تا ۱۰۷ الغرض مولوی صاحب کے نزدیک اصل اشیاء میں حرمت یا کم از کم توقف ہے مگر قرآن کریم میں ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ الخ	فرما دو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں اپنی وحی میں کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام نہیں پاتا سوا ان

کھانوں کے ۔
معلوم ہُوا کہ کسی چیز کی حرمت کا ذکر نہ ہونا اس کے حلال ہونے کی علامت ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اس مسئلہ پر بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں جو ہم نے اس کتاب میں لکھدی ہیں ملاحظہ فرماؤ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

الحلال ما احل اللہ والحرام ما حرم اللہ وما سکت عنہ فھو معفو (مشکوٰۃ شریف)	حلال وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حلال فرما دیا وحرام وہ جسے اللہ تعالیٰ نے نے حرام فرمایا جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہے ۔

فقہاء فرماتے ہیں ۔ عام فقہاء اہل سنت کا یہ ہی مذہب ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں مع حوالہ عرض کیا اور جاء الحق میں بھی اس کے بہت حوالے نقل فرمائے گئے عام مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہ ہی ہے کہ جو چیز شریعت میں حرام نہ کی گئی ہو ۔ وہ حلال اس قاعدے سے آم ، انگور ، انناس وغیرہ تمام پھل پلاؤ ۔ زردہ بریانی وغیرہ تمام غذائیں ۔ فلسفہ ۔ منطق ۔ ریاضی ۔ سائنس وغیرہ عام علوم جدیدہ کی تعلیم صوفیائے کرام کے عام درود وظیفے ۔ چلّے ۔ ترک حوانات وغیرہ ۔ لٹھا ۔ ململ ۔ نشہ ۔ ٹنگھائی وغیرہ کپڑے سب حلال ومباح ہیں کہ ان سے ممانعت شریعت میں وارد نہیں شاید مولوی سرفراز صاحب ان تمام چیزوں کو حرام سمجھتے ہوں کہ ان کی حلت نہ قرآن مجید

میں ہے نہ حدیث شریف میں اھ (راہ جنت ص۱۱۱ و ص۱۱۲)

مفتی صاحب نے اپنی اس کتاب راہ جنت از ص۳۵ تا ص۱۱۶ میں اس پر طویل بحث کی ہے اس لیے ہم بھی اس بحث پر قدرے سیر حاصل کلام کرنا چاہتے ہیں۔ اور علم و تحقیق کے ترازو میں ان کے پیش کردہ دلائل اور ان کی طرف سے دیے گئے راہ سنت کے جوابات کو بفضلہ تعالیٰ عامۃ المسلمین کو دکھانا چاہتے ہیں۔ لیکن نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے راہ سنت کی عبارت آپ کے سامنے عرض کر دیں تاکہ اصل مرکزی نقطہ اور محل نزاع پیشِ نظر رہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ اباحت اصلیہ کا کیا مفہوم ہے؟ اور احادیث سے اس پر کیا روشنی پڑتی ہے؟ اور کیا یہ قاعدہ فقہاء کرامؒ کا اتفاقی اور طے شدہ ہے یا اس میں بھی اختلاف ہے؟ اور راجح مسلک کے رو سے یہ کس گروہ کا مسلک ہے؟ اور یہ اختلاف ورودِ شرع سے قبل کا ہے یا بعد کا؟ نہایت متانت اور سنجیدگی سے ان امور پر غور کرنا ہے۔ اولاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم الامر ثلٰثۃٌ	نے فرمایا کہ کام تین قسم کے ہیں
امر بیّن رشدہٗ فاتبعہٗ	ایک وہ کہ اس کا ہدایت ہونا واضح
وامر بیّن غیّہٗ فاجتنبہٗ	ہو سو اس کی اتباع کرو اور دوسرا
وامر اختلف فیہ	وہ کام ہے کہ اس کی گمراہی ظاہر
فَکِلْہٗ الی اللہ عزوجل	ہو، سو اس سے اجتناب کرو
(رواہ احمد مشکوٰۃ جلد ا ص۳۲)	اور تیسرا وہ جس میں اشتباہ واقع ہو

سو اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کردو

اس روایت کے آخری جملہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جس معاملہ کا حکم مخفی ہو اور اس میں اشتباہ ہو۔ تو ایسے معاملہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر کے اس میں توقف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس کے ساتھ مباح کا سا معاملہ ہو چنانچہ علامہ طیبیؒ الحنفیؒ المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں۔

وما لم یثبت حکمہ بالشرع	کہ جس چیز کا حکم شرع سے ثابت
فلا تقل فیہ شیئًا وفوّض	نہ ہو تو اس میں تم کچھ بھی نہ کہو اور اسکو
امرہ الی اللہ۔	اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔

اور حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ فَکِلُہٗ الی اللہ کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

پس بسپار اورا بخدا	کہ سو اس کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کردو
وتوقف کن دراں۔"	اور اس میں توقف کرو۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ جس چیز کا حکم شرع سے ثابت نہ ہو اس میں توقف کیا جائے گا اور اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیا جائیگا نہ یہ کہ اسکو مباح سمجھ کر اس پر جواز کا فتویٰ صادر کیا جائے گا اور حضرت ابو ثعلبۃ الخشنیؓ (المتوفی ۷۵ھ) کی روایت بھی اسی توقف کی دلیل ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

ان اللہ فرض فرائض فلا	اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض متعین فرمائے
تضیعوھا وحرم حرمات	ہیں سو ان کو مت ضائع کرو اور
فلا تنتھکوھا وحد حدودًا	کچھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے سو

فلا تعتدوها وسکت	ان کی پردہ دری مت کرو اور کچھ
عن اشیاء من غیر نسیان	حدود مقرر کئے ہیں سو ان سے تجاوز
فلا تبحثوا عنها۔	نہ کرو اور کچھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے
(رواہ الدارقطنی دمشکوٰۃ جلد ا صہ ۲۷)	بغیر نسیان کے سکوت کیا ہے سو
	ان سے بحث نہ کرو۔

یہ روایت بھی توقف کی دلیل ہے۔ جیساکہ ظاہر ہے۔ باقی رہی وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ تو اس حدیث سے بھی توقف ہی مراد ہے۔ اس سے اباحت کا اثبات درست نہیں ہے کما لا یخفی۔

مشہور امام علاءالدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی رہ المتوفی سنہ ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:۔

علی ما ھو المنصور من ان	یعنی منصور مسلک یہ ہے کہ اصل
الاصل فی الاشیاء التوقف۔	اشیاء میں توقف ہے۔
(در مختار جلد ا صہ ۲۰)	

اور طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں اسی موقع پر ہے۔

علی ما ھو المنصور ای المؤید	یعنی جس مسلک کی تائید قوی دلائل
بالادلة القویة من	سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اصل
ان الاصل فی الاشیاء	اشیاء میں توقف ہے اس
التوقف فلا یعرف	مباح کی اباحت بھی جناب نبی
اباحة المباح الا بقوله	کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

وفعله علیه الصلوٰۃ والسلام قول وفعل کے سوا معلوم نہیں ہوسکتی۔
اور یہی مضمون اس موقعہ پر طحطاوی حاشیۂ دُرِ مختار میں بھی ہے۔
اور تعلیقات شرح منار میں ہے۔

قال اصحابنا الاصل فیھا	اور ہمارے اصحاب فرماتے ہیں
التوقف الخ ھذا اصح	کہ اصل اشیاء میں توقف ہے
شیئ عندی فی ھذا	اور اس باب میں میرے نزدیک
الباب لان التوقف اصل	یہی صحیح ترین قول ہے کیونکہ
التقوی فی الامر المسکوت	جس چیز کے بارے میں شریعت
عنہ وھو مذھب ابی	کی طرف سے سکوت ہو اس میں
بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ	توقف ہی اصل تقویٰ ہے اور حضرت
واشباھھم من الصحابۃؓ	ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ
والصحیح ان الاصل فی الافعال	اور ان جیسے دیگر جلیل القدر صحابۂ
التحریم وھو مذھب	کرامؓ کا یہی مذہب ہے اور صحیح
علیؓ وائمۃ اھل البیت	بات یہ ہے کہ اصل افعال میں حرمت
ومذھب الکوفیین	ہے اور یہی حضرت علیؓ اور ائمہ اہل بیت
منھم ابو حنیفۃ رح	اور اہل کوفہ کا مسلک ہے اور
(بحوالہ الجنہ صفحہ ۱۶۵)	یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ
	کا مذہب ہے۔

لیجئے اس عبارت نے یہ آشکارا کر دیا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے تین حضرات

اور اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ کا یہ مسلک ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے اور حضرت علیؓ اور اہل کوفہ کا جن میں خصوصیت سے حضرت امام ابو حنیفہؒ شامل ہیں یہ مسلک ہے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے۔

اور شیخ احمد المعروف بہ ملاجیون الحنفیؒ المتوفی سن ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں۔

ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ كما هو مذهب طائفۃ بخلاف الجمهور فان عندهم الاصل هو الحرمۃ الی ان قال وعند الشافعیؒ الاصل هو الحرمۃ فی كل حال۔ (تفسیر احمدی ص۶)

کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جیسا کہ ایک گروہ کا مسلک ہے، جمہور اس کے مخالف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اصل اشیاء میں بہر حال حرمت ہے۔

اور مشہور اصولی اور محقق عالم ملا محب اللہ بہاری الحنفیؒ المتوفی سن ۱۱۱۹ھ لکھتے ہیں:-

الاباحۃ حكم شرعی لانه خطاب الشرع تخییرا۔ (مسلم الثبوت ص۴۵)

اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ اباحت شرع کا خطاب ہے جس میں کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اور علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں۔

والمخیر فیه وهو المباح (بدایۃ المجتهد جلد ا ص۲)

جس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ وہ مباح ہے۔

اور ملا مبین شرح مسلّم میں لکھتے ہیں کہ :-

وحد المباح ما اذن الشارع بالتخییر بین فعله وتركه.

مباح وہ ہے جس میں شارع نے اس کے کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا ہو۔

امام محمد بن محمد الغزالیؒ المتوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں کہ :-

وحد المباح انه الذی ورد الاذن من الله تعالیٰ بفعله وتركه غیر مقرون بذم فاعله ومدحه ولا بذم تاركه ومدحه (المستصفی جلد ۱ ص۶۶)

مباح کی تعریف یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کرنے اور چھوڑنے کا اذن دیا گیا ہو نہ تو اس کے کرنے والے کی مذمت اور تعریف ہو اور نہ چھوڑ دینے والے کی مذمت اور تعریف کی گئی ہو۔

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ مباح بھی ایک شرعی حکم ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، اور کسی مباح کی اباحت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ بعض نے اصل اشیاء میں اباحت تسلیم کی ہے لیکن جمہور کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ حضرت علیؓ اور ائمہ اہل بیت اور کوفہ کے فقہاء و محدثینؒ اور خاص طور پر حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اصل اشیاء میں حرمت کے قائل ہیں اور باقی جمہور اصل اشیاء میں توقف کے قائل ہیں بلکہ صاحب درّ مختار نے صاف لکھا ہے کہ :-

الصحیح من مذھب اھل	اہل سنت والجماعت کا صحیح مذہب
السنة ان الاصل فی الاشیاء	یہ ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے
التوقف والاباحة رأی	اور اباحت کا قول معتزلہ کا خیال اور
المعتزلة (درمختار مجتبائی جلد ۱ ص۲۲۵)	رائے ہے۔

مفتی صاحب تو دوسروں سے اس قاعدہ کا معنیٰ دریافت کرتے تھے مگر اس عبارت کو سامنے رکھ کر انہیں سوچنا چاہیے کہ اباحت کس کا مسلک ہے اور اس کے اختلافی ہونے میں تو شاید ہی کوئی کوڑ مغز شک اور شبہ کرے گا۔ جب اصل ہی متفق علیہ نہیں تو اس پر قیاس کی دیوار رکھنا اور اس پر بدعات کی عمارت کھڑا کرنا کیسے صحیح ہو گا؟ علاوہ بریں جو علماء اباحت کے قائل ہیں وہ بھی اموال اور نفوس میں فرق کرتے ہیں چنانچہ ملا محب اللہ صاحبؒ اپنی بے نظیر اور دقیق کتاب میں فرماتے ہیں:۔

واما الخلاف المذکور بین	بہرحال اہل سنت والجماعت کے
اھل السنة ان اصل	درمیان جو اختلاف مذکور ہے کہ
الافعال الاباحة کما ھو	اصل اشیاء اور افعال میں اباحت
مختار اکثر الحنفیة والشافعیة	ہے جیسا کہ اکثر حنفیہ اور شافعیہ کا
او اصلھا الحظر کما ذھب	مختار مسلک ہے یا اصل ان میں منع
الیه غیرھم وقال	ہے جیسا کہ دوسرے علماء کا مسلک
صدر الاسلام الاباحة	ہے۔ امام صدر الاسلامؒ نے یوں
فی الاموال والحظر فی الانفس الخ	تطبیق دی ہے کہ اموال میں اباحت
(مسلم الثبوت ص۲۲)	اصل ہے اور نفوس میں خطر اور منع اصل ہے

اس عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اہل السنّت والجماعت کا آپس میں اختلاف محض اباحت اور توقف تک ہی محدود نہیں بلکہ اباحت اور حظر و منع کا اختلاف بھی ہے اگر ایک گروہ اشیاء اور افعال کو اصل میں مباح کہتا ہے تو دوسرا اصل میں ممنوع اور محظور ٹھہراتا ہے اور امام صدر الاسلام اموال و نفوس میں فرق کرتے ہوئے اوّل کو اصل میں مباح اور ثانی کو محظور اور ممنوع قرار دیتے ہیں۔

وثانیاً جو حضرات اباحت اصلیہ کے اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے کلام کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اصول امور تعبدیہ کے لیے نہیں بلکہ امور عادیہ کے لیے ہے، بالفاظِ دیگر وہ معاملات میں تو اس قاعدہ کو قابل عمل بناتے ہیں۔ لیکن عبادات میں اس پر عمل نہیں کرتے، ورنہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہر شخص کو نئی نئی عبادات کے ایجاد کرنے کا حق ہوگا اور وہ ایجاد کردہ عبادتیں اسی اصول پر مباح اور درست ٹھہریں گی، مثلاً فرض کیجئے کہ کوئی بدعت پسند پانچ نمازوں کے علاوہ ایک چھٹی نماز ادا کرے اور اس کی ہر رکعت میں دو دو رکوع اور چار چار سجدے ایجاد کرے تو کیا اس اباحت اصلیہ کے قانون سے اس نو ایجاد نماز کو بھی جائز کہا جائے گا؟ الغرض اباحتِ اصلیہ کے قانون کو عبادت میں جاری کرنا سراسر جہالت ہے۔ چنانچہ علامہ ابو اسحاق شاطبی غرناطیؒ (المتوفی ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں۔

ولا یصح ان یقال فیما فیہ	امور تعبدیہ کے متعلق یہ کہنا درست
تعبّد انہ مختلف فیہ	نہیں ہے کہ ان کے بارے میں بھی
علٰی قولین ھل ھو علی	اختلاف ہے کہ آیا یہ ممنوع الاصل
المنع ام ھو علی الاباحۃ بل	ہیں یا مباح الاصل؟ الغرض وہ اس

هو امر زائد على المنع الخ التعبديات انما وضعها الشارع فلا يقال في صلوة سادسة مثلا انها على الاباحة فللمكلف وضعها على احد القولين ليتعبد بها لله لانه باطل باطلاق (الاعتصام جلد ۱ ص ۳)

اختلاف کے تحت نہیں ہیں کیونکہ امور تعبدیہ کو تو شارع ہی نے مقرر کیا ہے۔ فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص چھٹی نماز ادا کرے تو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اباحت اصلیہ کے قول کی بناء پر یہ مباح اور جائز ہے اور مکلف کو اس کی ایجاد کا حق ہے کیونکہ یہ مطلقاً باطل ہے (ملخصاً)

اور علامہ عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلیؒ المتوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:۔

وان كان قد زاد في العمل المشروع ما ليس بمشروع فزيادته مردودة عليه بمعنى انها لا تكون قربة ولا يثاب عليها ولكن تارة يبطل بها العمل من اصله فيكون مردودا كمن زاد ركعة عمدا في صلاته مثلا وتارة لا يبطله ولا يرده من اصله كمن توضأ

کہ اگر کسی نے عمل مشروع میں کوئی ایسی چیز زائد کر دی جو زیادت مشروع نہ تھی تو اس کی وہ زیادت مردود ہوگی بایں طور کہ وہ عبادت تصور نہ ہوگی اور اس کو اس پر ثواب نہ ملے گا لیکن کبھی اس زیادت کی وجہ سے سرے سے اصل عمل ہی باطل ہو جاتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مردود ہے جیسے مثلاً کسی شخص نے عمداً نماز میں کوئی رکعت زائد کر دی اور کبھی وہ عمل اصل سے تو

اربعا اربعا۔ (جامع العلوم والحکم ص۴۳)

باطل نہ ہوگا اور نہ اس معنی میں مردود ہوگا جیسے کوئی آدمی چار چار مرتبہ وضو کرے (مگر ایسا شخص ثواب کا اہل نہ ہوگا)

اس سے معلوم ہوا کہ جس عملِ مشروع کا فعل یا ترک کی صورت میں شریعت نے ایک معیار قائم کر دیا ہے تو اس میں اپنی مرضی اور خواہش سے کوئی زیادتی یا کمی کرنا مردود ہوگا۔ اور اس زیادت کی وجہ سے کبھی تو سرے سے سارا عمل ہی مردود ہو جائیگا اور کبھی بایں طور مردود ہوگا کہ اس پر ثواب نہ ملیگا اور وہ قربت اور عبادت نہ ہوگا۔

وثالثاً فقہاء کرام کا یہ اختلاف کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا حظر اور توقف، تو یہ ورودِ شرع سے قبل کا معاملہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں مبعوث ہونے سے قبل ایک گروہ اشیاء و افعال میں اباحت کا قائل ہے اور ایک حرمت و حظر یا توقف کا (باستثنائے کفر کے کہ وہ ہر زمانہ میں حرام ہی رہا ہے) بالفاظ دیگر یہ اختلاف ہماری شریعت سے پہلے کا ہے نہ کہ شریعت کے اجراء کے بعد کا شریعت کے نازل ہو چکنے کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا حرمت و حظر یا توقف کیونکہ ہر عبادت اور ہر معاملہ کی شریعت مطہرہ نے حدود اور قیود متعین کر دی ہیں ان میں کمی و بیشی اور پس و پیش کرنا ہرگز صحیح اور درست نہیں ہے، لہٰذا اباحت اصلیہ کا قول بھی مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کو مفید نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ عبد العلی بحر العلوم الحنفی المتوفی ۱۲۲۵ھ تحریر فرماتے ہیں :-

یظهر من تتبع کلامهم علماء کے کلام میں غور کرنے سے معلوم

ان الخلاف قبل ورود الشرع

ہوا ہے کہ یہ اختلاف ورودِ شرع سے قبل کا ہے۔

اسی مسئلہ کی محققانہ بحث کرتے ہوئے ایک علمی تمہید کے بعد فرماتے ہیں:-

فاذا ليس الخلاف الا فی زمان الفترة الذی اندرست فیه الشریعة بتقصیر من قبلهم وحاصله ان الذین جاؤا بعد اندراس الشریعة وجهل الاحکام فاما جهلهم هذا یکون عذراً فیعامل مع الافعال کلها معاملة المباح اعنی لا یؤاخذ بالفعل ولا بالترک کما فی المباح وذهب الیه اکثر الحنفیة والشافعیة الی ان قال وانما هذا ای القول بالاباحة الاصلیة بناء علی زمان الفترة قبل

اس تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اختلاف زمانہ فترۃ کے بارے میں ہے جسمیں پہلے لوگوں کی کوتاہی کی وجہ سے شریعت مٹ چلی تھی اور اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ جو شریعت کے مٹ جانے کے بعد آئے اور احکام سے ان کو واقفیت نہ رہی تو ان کا جہل عذر تصور ہوگا اور سب افعال کے ساتھ مباح کا معاملہ کیا جائے گا یعنی نہ فعل پر ان کا مواخذہ ہوگا اور نہ ترک پر جیسا کہ مباح کا حکم ہے اور یہی اکثر حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک ہے (پھر آگے فرمایا) اور یہ بات یعنی اباحت اصلیہ کا قول ہماری شریعت سے قبل زمانہ فترہ پر محمول ہے اور اباحت بھی بایں معنی کہ حرج کوئی نہ ہوگا اور

شریعتنا یعنی اذ لا اباحۃ حقیقۃ بل بمعنی نفی الحرج ولعل المراد من الافعال ماعدا الکفر ونحوہ فان حرمتھما فی کل شرع بین ظھوراً تاماً۔

(فواتح الرحموت جلد ا ص ۴۹، ۵۰)

شاید کہ مراد افعال سے کفر وغیرہ کے علاوہ ہے کیونکہ کفر وغیرہ کی حرمت ہر ایک شریعت میں واضح اور غیر مبہم طور پہ بیان کی گئی ہے۔

اس عبارت سے یہ معاملہ بالکل آشکارا ہو جاتا ہے کہ اکثر شافعیہ اور حنفیہ کا اباحت اصلیہ کے بارے میں جو مختار قول ہے، وہ ورودِ شرع سے قبل کے متعلق ہے، ورودِ شرع کے بعد وہ اباحت اصلیہ کے ہرگز قائل نہیں ہیں اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب البدائع والصنائع میں اور خاص طور پہ تلویح شرح توضیح میں اس کی تصریح ہے کہ یہ اختلاف قبل البعثت کا ہے۔ قبل الشرع اور قبل البعثت کے الفاظ خاص طور پہ قابل لحاظ ہیں۔ الحاصل اشیاء میں اباحت اصلیہ کا قول فقہاء کرام کا متفق علیہ قول نہیں بلکہ بقول صاحب دُرِّ مختار یہ معتزلہ کا مذہب ہے، اہل السنت کا نہیں اور اہل السنت میں بھی بہت سے علماء کا قول توقف بلکہ خطر بلکہ حرمت کا ہے اور وہ بھی عبادات سے نہیں بلکہ معاملات سے متعلق ہے، پھر اباحت اصلیہ کا قول ورودِ شرع سے قبل کا ہے بعد کا نہیں۔ لہذا اس سے استدلال کر کے بدعات کی ترویج کرنا جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کر رہے ہیں، دین اسلام سے اعلیٰ درجہ کی خیانت،

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو اس سے بچائے۔ مگر مفتی صاحب اور ان کی پارٹی کو اس سے کیا تعلق؟ ان کا تو کام بنتا رہے ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے (راہ سنت ۱۰۹تا ۱۱۰)

راہ سنت کی یہ مکمل عبارت ہم نے صرف اس لیے پیش کی ہے تاکہ قارئین کرام اصل بات کو سمجھ لیں جس کو مفتی احمد یار خاں صاحب بالکل پینا اور ہضم کرنا چاہتے ہیں اس عبارت میں ذیل کے امور بالکل واضح کیے گئے ہیں:۔

① کہ اشیاء کی اباحت و حرمت کا مسئلہ فقہاء کرامؒ کا اختلافی مسئلہ ہے بعض اباحت، بعض حظر اور بعض توقف کے قائل ہیں اور ظاہر امر ہے کہ جب اصل مقیس علیہ ہی مختلف ہے تو اس پر قیاس کیسے صحیح ہو سکتا ہے!

② کتب معتبرات حنفیہ مثلاً در مختار۔ طوالع الانوار۔ طحاوی اور تعلیقات شرح منار وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ راجح مسلک توقف کا ہے اور یہ مسلک ادلۂ قویہ سے مؤید ہے۔

③ تعلیقات شرح منار میں اس کی تصریح ہے کہ ہمارے (بیشتر) احنافؒ کا یہی مسلک ہے اور اسی میں تقویٰ ہے اور حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور ان جیسے دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ کا یہی مذہب ہے۔

④ اسی کتاب کے آخر میں یہ حوالہ بھی ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اصل افعال میں تحریم ہے۔ حضرت علیؓ ائمہ اہل بیت اور کوفیوں کا یہ مذہب ہے جن میں خصوصیت سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا نام لیا گیا ہے۔

۵ ملّا جیونؒ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اباحت کا مسلک ایک طائفہ کا ہے جمہور کے نزدیک اصل اشیاء میں حرمت ہے اور خصوصیت سے حضرت امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں۔

۶ ملّا محب اللہ بہاریؒ۔ علامہ ابن رُشد، مُلّا مبینؒ اور امام غزالیؒ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اباحت بھی ایک شرعی حکم ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کا شریعت کی طرف سے اذن اور اختیار ہے یہ نہیں کہ خواہش نفسانی کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی مرضی سے جس چیز کو مباح کہہ دیا جائے وہ مباح ہو جائے گی۔

۷ دُرِّ مختار جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے اور اباحت کا قول معتزلہ کا ہے۔

۸ مسلّم الثبوت کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اختلاف اہل السنت والجماعت کا آپس میں ہے اکثر احناف اور شوافع اباحت کے قائل ہیں اور دوسرے حضرات حظر و منع اور امام صدر الاسلام اموال و نفوس کا فرق بیان کرتے ہیں کہ اموال میں اباحت اور نفوس میں منع و حظر ہے۔

۹ علامہ غرناطیؒ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اباحت و منع کا جھگڑا امور تعبدیہ یعنی عبادات میں نہیں کہ جس کی جو مرضی ہو اباحت کے قول کو واسطہ بنا کر ان میں کمی بیشی کرتا رہے کیونکہ امور تعبدیہ کے حدود و قیود شرع ہی کی طرف سے متعین ہوتے ہیں ان میں محض رائے کا کوئی دخل نہیں

ہوتا۔

(۱۰) علامہ بحر العلوم الحنفی کے حوالہ سے عرض کیا گیا ہے کہ اباحت و حظر اور توقف کا اختلاف زمانہ فترہ کے متعلق ہے کیونکہ اس دور میں پہلی شریعتیں مٹ چکی تھیں اور اکثر لوگوں کے ہاتھ میں صحیح احکام اور مسائل باقی نہ رہے تھے اس لیے وہ لوگ معذور تھے بجز کفر و شرک کے کیونکہ وہ کبھی کسی موقع پر معاف نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور شریعت حقہ اسلامیہ کے آچکنے کے بعد بھلا یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مسائل و احکام میں لوگوں کے پاس صحیح اور شرعی ہدایات موجود نہ ہوں؟۔

اس تمام تفصیلی بحث کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ اصل اشیاء میں اباحت و حرمت اور توقف کے بارے میں فقہاء اسلام اور علماء ملت کا اختلاف ہے۔ خلفاء راشدین میں تین بزرگ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ توقف کے قائل ہیں اور چوتھے بزرگ حضرت علیؓ تحریم کے قائل ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک بھی شرح منار میں یہی بتایا گیا ہے اور دُرّ مختار وغیرہ کی عبارت میں ہے کہ اہل السنت والجماعت کا صحیح اور منصور مذہب توقف ہے اور معتزلہ کا اباحت ہے وغیرہ وغیرہ دیگر تمام تفصیلات کو بھی پیش نظر رکھیے اور مفتی احمد یار خاں صاحب کا مفتیانہ فیصلہ اور ایک طرفہ ڈگری بھی ملاحظہ ہو لہ اور آج حنفیوں کی بدنصیبی سے خود حنفیت کا دعوے کرنے والے بعض جہلاء نے اس مسئلے کو اپنا لیا محض اپنے مذہب نا مہذب کو ثابت کرنے کے لیے۔ (راہ جنت ص۴۹) مفتی صاحب ذرا سنبھل کر فرمایئے کہ خلفاء راشدینؓ کے بارے میں آپ کا کیا

فتویٰ اور رائے ہے؟ اور خود امام مذہب حضرت ابو حنیفہؒ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیا ان کو آپ عالم سمجھتے ہیں یا معاذ اللہ جاہل؟ بات ذرا سمجھ کر کرنا اور کیا صاحب درمختار اور علامہ طحطاوی وغیرہ آپ کی رائے مبارک سے حنفیوں کی بدنصیبی سے اس جہان میں تشریف فرما ہوئے تھے یا خوش نصیبی سے؟ فتویٰ سنبھل کر صادر فرمانا اور کیا ان کا مذہب نا مہذب تھا یا مہذب؟ اور کیا یہ اکابر حنفی تھے یا نہیں؟ اور ان کی حنفیت کا دعوےٰ صحیح ہے یا غلط؟ اور کیا یہ اہل السنت والجماعت کے علماء اور فقہاء میں شامل ہیں یا بیوقوف معتزلہ اور خوارج وغیرہ کے عالم ہیں؟ اور کیا یہ عالم بھی تھے یا مفتی صاحب کے فتویٰ کی رُو سے جہلا کی مد میں ہیں؟ (معاذ اللہ) مفتی صاحب ذرا ہوش میں آکر معقول جواب دینا اور اس کو گیارھویں شریف کا دُودھ سمجھ کر پی نہ جانا اور نہ ختم غوثیہ کا حلوہ شریف سمجھ کر ہضم کر لینا تاکہ ہم بھی کچھ کہہ سن سکیں ؎

ٹپک پڑیں نہ کہیں آج ان کے ہی آنسو
جھجک رہا ہوں غم دل کا تذکرہ کرتے

اقوال فقہاء

مفتی صاحب نے اپنی تائید میں فقہاء کرامؒ کے جو اقوال پیش کئے ہیں ان کے بارے میں اصولی اور اجمالی طور پر اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ ہرگز ہمارے مخالف نہیں ہیں کیونکہ ہم نے راہ سنت میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ اصل مسئلہ میں اختلاف ہے جب خود ہم اختلاف فقہاء کو تسلیم کرتے ہیں تو مفتی صاحب کو حوالجات نقل کرنا بے سود ہے اگر مفتی صاحب بجائے چند حوالجات کے چند سو حوالے بھی پیش کر دیتے یا آئندہ بھی شوق رکھتے ہوں تو ہم پر ان کی کوئی زد نہیں

پڑتی اور نہ انشاء اللہ پڑے گی ہم تو اختلافِ فقہاء کو جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں اور مفتی صاحب کے لیے ہمارے پیش کردہ حوالجات سخت مضر ہیں کیونکہ وہ اصل اشیاء میں اباحت کا دعویٰ کر کے اس پر خانہ ساز بدعات کی عمارت استوار کرنا چاہتے ہیں اور جب اصل ہی متفق علیہ نہیں تو اس پر قیاس کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ اور قیاس کیسے درست ہو سکتا ہے؟ حیرت ہے مفتی صاحب کے علم و فہم اور دیانت پر کہ راہ سنت میں صراحت کے ساتھ یہ بات درج ہے مگر وہ اس کو بالکل ہضم کر گئے ہیں اور مفتی صاحب ہمارے پیش کردہ حوالجات کا کوئی جواب نہیں دے سکے صرف علامہ شامیؒ کا یہ قول کہ صاحب درمختار کا یہ قول کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے معتزلہ کا قول ہے فیہ نظر اس میں کلام ہے۔ یہ کوئی جواب نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی نے فیہ نظر فرما کر اس کی وجوہ بیان فرمائی ہیں چوتھی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ اباحت صرف معتزلہ کا قول نہیں بلکہ اہل السنت میں سے جمہور حنفیہ اور شافعیہ حضرات کا بھی یہی قول ہے بڑی خوشی سے ہو سوال یہ ہے کہ جمہور کا اور اکثر اہل السنت کا اور خلفاء راشدینؓ کا اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک اور رائے کیا ہے؟ ان تمام امور کا جواب مفتی صاحب نے کچھ نہیں دیا حالانکہ علمی اور تحقیقی طور پر جواب دینا ان کا فریضہ تھا نہ معلوم کس مصلحت سے ان کو نظر انداز کر گئے ہیں؟ اور کیوں ان پر قلم تحقیق کو حرکت نہیں دی؟ آخر ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

تفصیلی جواب

اگرچہ اصولاً یہ جواب کافی ہے اور ہمیں کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جناب مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کے حواریوں پر ان کی علمی خامیاں بھی آشکارا ہو جائیں کچھ مزید عرض کرنا چاہتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا حوالہ

مفتی صاحب درالمختار جلد اوّل صفحہ ۹۸ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:۔

وصحح فی التحریر ان المختار	تحریر میں صراحۃً بیان فرمایا کہ پسندیدہ
ان الاصل الاباحۃ عند الجمہور	تر یہی قول ہے کہ جمہور حنفیہ وشافعیہ
من الحنفیۃ والشافعیۃ	کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

معلوم ہوا کہ یہی صحیح تر ہے کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے حرمت تو ممانعت کے عارضہ سے ہوگی اھ (جاء الحق ص۴۲)

الجواب:۔ علامہ شامیؒ کی یہ مجمل عبارت جس کو مفتی صاحب نے پلے باندھ لیا ہے۔ اور اس پر بدعات اور حلوے مانڈے کی بزعم خود خوشنما عمارت قائم کرنے کے درپے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ نہ تو انہوں نے تحریر کا مطالعہ کیا اور نہ اصل عبارت دیکھی اور سمجھی ہے۔

ہم حافظ ابن ہمام الحنفیؒ (المتوفی ۸۶۱ھ) کی اصول فقہ کی دقیق اور مشکل کتاب کی اصل عبارت عرض کرتے ہیں کہ بات کیا تھی اور سمجھنے والوں نے کیا سے کیا سمجھ لیا ہے؟ وہ التحریر میں تحریر فرماتے ہیں۔

الثانیۃ افعال العباد	دوسرا۔ بندوں کے ایسے افعال جو

الاختیاریة مما لا یتوقف
علیه البقاء قبل البعثة
ان ادرك فیها جهة محسّنة
او مقبّحة فعلی ما تقدم
من التفصیل عند المعتزلة
والا فلهم فیها الاباحة
والحظر والوقف اھ

اختیاری ہیں اور جن پر بعثت سے
پہلے بقاء موقوف نہیں اگر ان میں
حسن یا قبح پیدا کرنے والی کوئی جہت
مدرک ہو تو ان کی تقسیم پہلے معتزلہ
کے نزدیک بیان ہو چکی ہے ورنہ
ان کے اس میں تین مذہب ہیں اباحت
حظر اور توقف۔

(التحریر ص۲۳۲ طبع مصر)

اور اس پر کافی بحث و کلام کرتے ہوئے آگے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

واما الخلاف المنقول بین
اهل السنة ان الاصل
فی الافعال الاباحة او
الحظر فقیل بعد الشرع
بالادلة السمعیة ای
دلّت علی ذلك والحق ان
ثبوت هذا الخلاف مشکل
لان السمعی لو دل علی
ثبوت الاباحة او التحریم
قبل البعثة بطل قولهم

اور بہر حال اختلاف جو اہل سنت
سے منقول ہے کہ اصل افعال میں
اباحت ہے۔ یا حظر و منع تو کہا
گیا ہے کہ شرع کی آمد کے بعد اس
کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے ہے جو
اس پر دلالت کرتی ہیں اور حق
بات یہ ہے کہ اس اختلاف کا ثبوت
مشکل ہے، کیونکہ اگر دلیل سمعی بعثت
سے پہلے اباحت وحظر پر دلالت
کرے تو ان کا یہ قول باطل ہو جائیگا

لا حکم قبلها اهـ (ص ۲۳۵) — کہ بعثت سے پہلے کوئی حکم نہیں۔

اور اس کے بعد پھر حافظ ابن ہمامؒ اپنی تحقیق یوں درج فرماتے ہیں کہ:۔

والمختار ان الاصل الاباحة عند جمهور الحنفية والشافعية ولقد استبعده فخر الاسلامؒ قال لا نقول بهذا لان الناس لم يتركوا سُدًى في شيء من الزمان وانما هذا بناءً على زمان الفترة لاختلاف الشرائع ووقوع التحريفات فلم يبق الاعتقاد والوثوق على شيء من الشرائع فظهرت الاباحة بمعنى عدم العقاب على الاتيان بما لم يوجد له محرّم ولا مبيح وحاصله تقييده ذلك بزمان عدم الوثوق انتهى بلفظه (التحرير ص ۲۲۵)

اور مختار بات یہ ہے کہ اصل جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اباحت ہے اور امام فخر الاسلامؒ نے اس کو بعید سمجھا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اس کے قائل نہیں ہیں کیونکہ لوگ کسی زمانہ میں مہمل نہیں چھوڑے گئے اور یہ بات زمانہ فترت پر مبنی ہے کیونکہ شرائع میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا اور ان میں تحریفات واقع ہو چکی تھیں سو اعتقاد اور وثوق شرائع کی کسی چیز پر باقی نہ رہا تھا اس لیے اباحت ظاہر ہو گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا محرّم اور مبیح نہ پایا گیا اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہ تھا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اس کو زمانہ عدم وثوق کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔

حافظ ابن ہمامؒ کی ان صریح عبارات سے معلوم ہوا کہ اختلاف اہل السنت والجماعت کا آپس میں ہے اور یہ اختلاف نصًّا افعال عباد کے بارے میں ہے جو کسب و اختیار سے صادر ہوتے ہوں اور ہے قبل البعثت کا ان میں جمہور حنفیہ اور شافعیہ اباحت کے قائل ہیں اور امام فخر الاسلام علی بن محمد بن عبد الکریم الحنفیؒ (المتوفی ۴۸۲ھ) اس کو بعید تر سمجھتے ہیں کہ کسی وقت بھی انسان مہمل چھوڑا گیا ہو الّا یہ کہ زمانۂ فترت میں (جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ تھا) چونکہ شرائع کے اندر الحاقات اور تحریفات واقع ہو چکی تھیں اس لیے شرائع پر اعتماد اور وثوق نہ رہا تھا لہٰذا لوگوں پر اس دور میں مؤاخذہ کیوں؟ اور کیا؟ اور علامہ محمد امین المعروف بہ امیر بادشاہ رو (المتوفی ۔ ـــھ) التحریر کی شرح میں اقوٰ قلھم فیھا کی تشریح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

قلھم۔ ای للمعتزلۃ فیھا ای	یعنی ان معتزلہ کے افعال اختیاریہ
الافعال الاختیاریۃ ثلاثۃ	کے بارے میں تین مذاہب ہیں (اوّل)
مذاھب الاباحۃ ای	اباحت کا یعنی حرج نہ ہونے کا اور
عدم الحرج ھو قول معتزلۃ	یہ قول بصرہ کے معتزلہ اور اکثر
البصرۃ وکثیر من الشافعیۃ	شوافع اور احناف کا ہے کہتے ہیں کہ
واکثر الحنفیۃ قالوا والیہ	اسی کی طرف امام محمدؒ نے اشارہ
اشار محمدٌ فیمن ھدّد	کیا ہے اس شخص کے متعلق جس کو
بالقتل علٰے اکل المیتۃ	مردار کھانے اور شراب پینے پر قتل کی

او شرب الخمر فلم يفعل
حتى قتل يقوله خفت
ان يكون آثما لان اكل
الميتة وشرب الخمر لم
يحرما الا بالنهي عنهما فجعل
الاباحة اصلا والحرمة
بعارض النهي والحظر اى
الحرمة وهو قول معتزلة
بغداد وبعض الحنفية
والشافعية والوقف وهو
قول بعض الحنفية منهم
ابو منصور الماتريدي و
صاحب الهداية وعامة
اهل الحديث ونقل عن
الاشعرية الخ
(التيسير ص۱۶۷ طبع مصر)

دھمکی دی گئی ہو اور اس نے ایسا نہ کیا
یہاں تک کہ قتل ہو گیا فرماتے ہیں کہ مجھے
خوف ہے کہ وہ گنہگار ہوگا کیونکہ
مردار کھانا اور شراب پینا نہی کے ذریعہ
حرام کئے گئے ہیں تو انہوں نے اباحت
کو اصل اور حرمت کو نہی کے عارضہ
سے مانا اور (دوسرا) حرمت کا
مذہب ہے اور یہ بغداد کے معتزلہ
اور بعض حنفیوں اور شافعیوں کا
مذہب ہے اور (تیسرا) توقف کا مذہب
ہے اور یہ بعض حنفیوں کا مذہب
ہے جن میں امام ابو منصور ماتریدیؒ
اور صاحب ہدایہ بھی ہیں اور اکثر
محدثین کا بھی یہی مذہب ہے اور
یہی اشعریہ کا مذہب نقل کیا گیا
ہے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ اباحت کا قول صرف اکثر احنافؒ وشوافعؒ کا قول ہی نہیں بلکہ بصرہ کے معتزلہ کا قول بھی ہے اور حرمت کا مذہب بعض احنافؒ وشوافعؒ اور بغداد کے معتزلہ کا قول ہے۔ اور توقف کا مذہب بعض حنفیوں

کا ہے جن میں خاص طور پر احناف کے علم کلام میں مسلّم امام ابومنصور ماتریدیؒ (المتوفی ۳۳۳ھ) اور صاحب ہدایہ بھی ہیں اور یہی اکثر محدثین کا مذہب ہے اور یہی مذہب اشاعرہ کا نقل کیا گیا ہے۔

اور اصول فقہ کی مشہور کتاب کشف میں ہے کہ:۔

اختلف العلماء في الاشياء التي تحتمل ان يرد الشرع باباحتها وحظرها انها قبل ورود الشرع على الاباحة ام على الحظر مذهب اكثر اصحابنا خصوصاً العراقيون منهم وكثير من اصحاب الشافعي الى انها على الاباحة وانها الاصل فيها حتى ان من لم يبلغه الشرع ابيح له ان يأكل ماشاء من المطعومات و اليه اشار محمدؒ في الاكراه الى ان قال وهو قول ابي علي الجبائيؒ وابنه ابي هاشم واصحاب الظواهر و قال

علماء کا ان اشیاء کے بارے میں جو احتمال رکھتی ہیں کہ ورود شرع کے بعد مباح اور حرام ہوسکیں اختلاف ہے کہ آیا وہ ورود شرع سے پہلے مباح تھیں یا حرام؟ سو اکثر ہمارے اصحاب (حنفیہ) اور خصوصاً عراقی اور بہتیرے اصحاب شافعیؒ یہ فرماتے ہیں کہ وہ مباح تھیں اور ان میں اصل یہی ہے حتیٰ کہ جس شخص کو شرع کا حکم نہیں پہنچا اس کے لئے مباح ہے کہ کھانے کی اشیاء میں سے جو چاہے کھالے اور کتاب الاکراہ میں اسی کی طرف امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے (پھر آگے فرمایا کہ) اور یہی ابو علی الجبائیؒ

بعض اصحابنا وبعض اصحاب الشافعي ومعتزلة بغداد انها على الحظر الى ان قال وقال الاشعرية وعامة اهل الحديث انها على الوقف الى ان قال والى هذا مال الشيخ ابو منصورؒ الى ان قال ووجه قول الواقفية ان الحرمة او الاباحة لا تثبت الا بالشرع فقبل وروده لا يتصور ثبوت واحدة منها فلا يحكم فيها بحظر ولا اباحة الخ (كشف جلد ۳ ص ۹۵)

اور اس کے بیٹے ابو ہاشم کا قول ہے اور یہی قول اہل ظاہر کا ہے اور ہمارے احنافؒ اور امام شافعیؒ کے بعض اصحابؒ اور بغداد کے معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے (پھر آگے فرمایا کہ) اور اشاعرہؒ اور عام محدثینؒ یہ فرماتے ہیں کہ اصل اشیاء میں توقف ہے (پھر آگے فرمایا کہ) اور اسی قول کی طرف شیخ ابو منصور ماتریدیؒ مائل ہوئے ہیں (پھر آگے فرمایا کہ) اور توقف کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حرمت یا اباحت بغیر شرع کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ تو شرع کے وارد ہونے سے پہلے ان میں سے کسی ایک کا ثبوت کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ سو ان اشیاء میں نہ تو حرمت کا حکم لگایا جا سکتا ہے اور نہ اباحت کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر احنافؒ اور شوافع کا اباحت کے متعلق یہ قول ورودِ شرع سے قبل کا ہے اور اسی کو حافظ ابن ہمامؒ اکثر احنافؒ و شوافع کا مختار بتاتے

ہیں اور خود بھی وہ قبل از بعثت کی تصریح کرتے ہیں اور خود مفتی صاحب بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں اب مفتی صاحب کو اکثر احناف ؒ و شوافع ؒ کا وہ حوالہ اور مختار قول پیش کرتا ہے جس میں اباحت و حرمت وغیرہ کا بعد از ورود شرع ثبوت ہو اور حافظ عبد الرحمٰن بن رجب الحنبلی ؒ (المتوفی ۷۹۵ھ) وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ ورود شرع سے پہلے اشیاء کی اباحت و حرمت وغیرہ کا اختلاف اور ہے اور بعد کا اختلاف جدا ہے اور دونوں کو ایک قرار دینا بالکل غلط ہے (جامع العلوم والحکم ص ۲۴۹) اور بعض حضرات ورود شرع کے بعد اباحت کا دعوے کرتے ہیں وہ ادلہ شرع کے ساتھ اسکا اثبات کرتے ہیں اور سعی یہ کرتے ہیں کہ نصوص سے اس کا اثبات کیا جا سکے اگرچہ وہ نصوص اور ادلہ ان کے اثبات مدعا کے لیے دلیل نہیں بن سکتے یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں کافی اختلاف ہے اگر کسی نص سے اس کا واضح طور پر ثبوت ہوتا تو اختلاف آئمہ کا کیا مطلب نکل سکتا ہے؟

حضرت امام نووی الشافعی ؒ حدیث کے اس جملہ ومن اتقی الشبہات کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

فیہ اربعۃ مذاہب الاصح	اس میں چار مذہب ہیں (اول)
انہ لا یحکم بحل ولا حرمۃ	صحیح تر بات یہ ہے کہ حل اور حرمت
ولا اباحۃ ولا غیرھا لان	اور اباحت وغیرہ کا کوئی حکم نہیں کیا
التکلیف عند اھل الحق	جا سکتا کیونکہ تکلیف اہل حق کے
لا یثبت الا بالشرع والثانی	نزدیک شرع کے بغیر ثابت نہیں
ان حکمھا التحریم والثالث	ہو سکتی اور دوسرا یہ ہے کہ تحریم ہے

الاباحۃ والرابع التوقف | اور تیسرا۳ یہ ہے کہ اباحت ہے اور
واللہ اعلم | چوتھا۴ یہ کہ توقف ہے۔

(شرح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۸)

درحقیقت پہلا اور چوتھا مذہب ایک ہے محض لفظی فرق ہے امام نووی رر نے الاصح فرماکر اس کی تصریح کر دی ہے کہ اہل حق کے نزدیک شرع کے بغیر اباحت وحرمت وغیرہ کا کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

دوسرا۲ حوالہ مفتی صاحب نے علامہ شامیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صاحب درمختار کا یہ قول کہ اصل اباحت اشیاء معتزلہ کا قول ہے اس میں سخت اعتراض ہے یعنی صحیح نہیں (مصلہ راہ جنت صفحہ ۴۲)

الجواب:۔ صاحب درمختار نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک توقف کا ہے اس شق پہ علامہ شامیؒ کوئی گرفت نہیں کرتے کہ یہ قول اہل السنت کا یا ان میں سے بعض یا اکثر کا قول نہیں ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ اباحت کی رائے معتزلہ کی ہے۔ اس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ "فیہ نظر" اس میں کلام ہے کیونکہ یہ نرا معتزلہ کا قول نہیں بلکہ بعض اہل السنت کا قول بھی ہے جیسا کہ باحوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ مفتی صاحب کا کمال ہے کہ وہ "فیہ نظر" کا معنی اس میں سخت اعتراض کر کے اپنے دل کی تسکین کا سامان تلاش فرما رہے ہیں لہذا یہ حوالہ بھی مفتی صاحب کے لیے مفید مطلب نہیں ہے۔

تیسرا اور چوتھا حوالہ حضرت امام محمدؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی مجبور جو ظالم کے پنجہ میں گرفتار ہے مردار جانور نہ کھائے اور

شراب نہ پیئے تو گنہگار ہوگا کیونکہ حرمت تو نہی کی وجہ سے آئی ہے اور علامہ شامی رح نے اس پر فرمایا ہے کہ امام محمدؒ نے اباحت کو ہر شے میں اصل مانا اور حرمت کو ممانعت کے عارضہ سے مانا (مصلحہ راہ جنت ص۴۳)

الجواب :۔ بلاشک حضرت محمدؒ کا قول صحیح ہے مگر مکرہ اور مجبور کے لیے مردار جانور کا کھانا اور اسی طرح شرب خمر وغیرہ کا ارتکاب کرنا محض اباحت اصلیہ کی وجہ سے نہیں ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے سمجھ رکھا ہے بلکہ یہ اباحت اور گناہ نہ ہونا نص قرآن سے ثابت ہے ارشاد ہوتا ہے کہ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔ (پ۲۔ البقرہ) جو مجبور کیا گیا درآنحالیکہ وہ نہ تو لذت تلاش کرتا ہے اور نہ تجاوز کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے تو اس میں اجازت اور اباحت نص سے ثابت ہے اباحت اصلیہ وہ ہوتی ہے جہاں شریعت اسلامیہ کا کوئی خاص یا عام حکم نہ ہو صد افسوس ہے کہ مفتی صاحب ورود شرع کے بعد بھی اباحت اصلیہ کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں اور امام محمدؒ اور علامہ شامی رح تو صرف میتہ اور شرب خمر کا ذکر کرکے ان کے بارے میں اباحت کا لفظ بولتے ہیں۔ مگر مفتی صاحب یہ کہہ کر کہ "امام محمدؒ نے اباحت کو ہر شے میں اصل مانا" دھوکہ دیتے ہیں۔ مفتی صاحب اپنی طرف سے ترجمہ میں الفاظ ڈال کر مطلب لینا اور لوگوں کو دھوکہ دینا کہاں کا انصاف اور دیانت ہے؟ علاوہ ازیں آگے خود مفتی صاحب علامہ اکمل کے حوالہ سے نقل کریں گے کہ وہ چیزیں شریعت کے آنے سے پہلے مباح تھیں حتیٰ کہ جس کو احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں اسے جائز ہے کہ جو چاہے کھائے اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتاب الاکراہ میں اشارہ فرمایا الخ ص۴۴ اس سے

معلوم ہوا کہ احکام شرع پہنچ چکنے کے بعد امام محمدؒ اباحت کے قائل نہ تھے اور مفتی صاحب تو احکام شرع کے پہنچنے کے بعد اباحت کے قائل ہیں۔

محل نزاع بجا معلوم ہوتا ہے کہ ہم یا ہو الہ محل نزاع متعین کر دیں اور پھر آگے چلیں۔ مشہور مؤرخ اور اصولی الشیخ محمد الخضری بکؒ (المتوفی ۱۳۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

ذهب جمهور المجتهدين	جمہور مجتہدینؒ اُن اشیاء کے بارے
الى اصالة الاباحة في	میں جن کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے
الاشياء التي وصفناها	کہ ان میں صرف نفع ہو اور شارع
قبل وهي ما فيه نفع ولم	سے ان کے بارے میں کوئی حکم وارد
يرد عن الشارع فيه حكم	نہ ہوا ہو اباحت کے قائل ہیں۔ اور
وادعى بعض الاصوليين	بعض اصولیوں نے اس پر اجماع
الاجماع على ذلك وهي	کا دعوے کیا ہے مگر یہ دعوے صحیح
دعوى غير صحيحة لما نقل	نہیں کیونکہ نقل کیا گیا ہے کہ بعض
ان بعض المتكلمين يقول	متکلمین فرماتے ہیں کہ اصل ان میں
ان الاصل الحظر حتى يرد	حرمت ہے تاوقتیکہ دلیل مبیح وارد
الدليل المبيح وبعضهم	نہ ہو اور بعض ان میں توقف
يتوقف فلا يقول بحظر و	کرتے ہیں اور وہ نہ تو حرمت کا
لا اباحة اھ	قول کرتے ہیں اور نہ اباحت کا۔

(اصول الفقہ صفحہ ۳۴۴ طبع مصر)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو حضرات اصل اشیاء میں اباحت کے قائل ہیں وہ مفتی احمد یار خان صاحب کی طرح ہر شئے میں اباحت کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ ان اشیاء کو ہی ما فیہ نفع کی قید سے مقید کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اباحت اشیاء پر اجماع کا دعوےٰ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ علماء متکلمین میں سے بعض حظر و منع کے اور بعض توقف کے بھی قائل ہیں پھر اجماع کیسا؟ اور اصول فقہ کے ماہر الشیخ محمد عبد الرحمٰن المحلاوی الحنفی (المتوفی سنہ ھ) فرماتے ہیں کہ :-

اعلم ان مالم یرد فیہ دلیل یخصّہ او یخص نوعہ وقع فیہ خلاف فذھب جماعۃ من الحنفیۃ والشافعیۃ وجمھور المعتزلۃ الی ان الاصل فیہ الاباحۃ حتّٰی یرد الشرع بالتقریر او التغییر الی غیرہ وقال بعض اصحاب الحدیث ومعتزلۃ بغداد الاصل فیہ الحظر حتّٰی یرد الشرع مقرّرًا او مغیّرًا او قال بعض الحنفیۃ والاشعری الاصل فیہ التوقف اھ

تو جان لے کہ وہ اشیاء جن کے متعلق کوئی دلیل جو ان کے یا انکی نوع کے ساتھ خاص نہ ہو وارد نہ ہو تو ان میں اختلاف واقع ہوا ہو حنفیوں اور شافعیوں اور جمہور معتزلہ کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ اصل ان میں اباحت ہے تاوقتیکہ حکم شرعی وارد نہ ہو جو اس کو ثابت رہنے دے یا بدل ڈالے اور بعض محدثین اور بغداد کے معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اصل ان میں حرمت ہے یہاں تک کہ شریعت آئے جو اس کو ثابت رہنے دے یا بدل ڈالے اور بعض حنفی اور

(تسہیل الوصول ص ۲۷ طبع ملتان) اور امام ابوالحسن الاشعریؒ یہ فرماتے ہیں کہ اصل ان میں توقف ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوا جیسے بعض اہل السنت مثلاً حنفیہ اور شافعیہ اصل اشیاء میں اباحت کے قائل ہیں اسی طرح بعض محدثین اصل اشیاء میں حظر و منع کے قائل ہیں اور بعض احناف اور امام اہل سنت والجماعت ابوالحسن الاشعریؒ (المتوفی ۳۳۰ھ) اور امام ابومنصور ماتریدیؒ اصل اشیاء میں توقف کے قائل ہیں بہ نکتہ تو مفتی صاحب ہی حل فرمائیں گے کہ کیا یہ بعض حنفیہ اور امام ابوالحسن الاشعریؒ اور امام ابومنصور ماتریدیؒ بے وقوف معتزلہ تھے یا عقلمند سُنّی؟ اور کیا انہوں نے یہ رائے دین کی بنیادیں ڈھانے کے لئے قائم کی ہے یا دیانت کے ساتھ علم و تحقیق کے پیش نظر؟ مفتی صاحب، آپ نے جو کچھ کہا ہے۔ یہ وہی کچھ ہے کیونکہ ؏ کاٹتا ہے وہی جو بیج بشر بوتا ہے

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ محل نزاع وہ امور اور اشیاء ہیں جن میں شارع کا کوئی حکم نہ ہو اور کوئی دلیل شرع سے ایسی ثابت نہ ہو جو اس شئے کو یا اس کی نوع کو خاص کرنے والی ہو۔ اور مجبور و مضطر کے لیے اکل میتہ اور شرب خمر وغیرہ کے بارے میں اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ الآیۃ اور اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ الآیۃ اور فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ کے صریح ارشادات موجود ہیں اس میں اباحت اصلیہ کا کیا سوال؟ اور ان اشیاء میں اباحت اصلیہ کا کیا مقام؟

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ معلوم ہوا کہ تمام محرمات اس لیے حرام ہیں کہ شریعت میں ان کی ممانعت آگئی خود حرام نہ تھیں (بلفظہ راہ جنت ص ۴۲) بالکل بجا ہے مگر ساتھ

ہی یہ بھی مفتی صاحب کو کہنا چاہیئے تھا کہ تمام ملذات اس لیے حلال ہیں کہ بعثت میں ان کی حلت آگئی خود حلال نہ تھیں کیونکہ تحلیل و تحریم کا مقام صرف شارع علیہ السلام کو ہی حاصل ہے جس کی تبلیغ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام فرماتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان کی ہے جو اپنی مرضی سے اشیاء کو حلال وحرام قرار دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ	اور تم نہ کہو اس چیز کے بارے میں جو
اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ	تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی
هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ	ہیں کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ
لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ	تم اللہ تعالےٰ پر جھوٹ کا افتراء
اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ	باندھو بے شک جو لوگ اللہ تعالےٰ
الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ	پر جھوٹ کا افتراء باندھتے ہیں
(پارہ ۱۴ النحل)	وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اپنی مرضی سے کسی چیز کو حرام کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشی ہے اسی طرح اپنی پسند سے بغیر دلیل شرعی کے محض اپنی زبان اور بیان سے کسی چیز کو حلال کہدینا بھی ناجائز اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے امید ہے کہ اس سے مفتی صاحب کو ممانعت کا لورڈ اور آرڈر بھی سمجھ آگیا ہوگا جس کا انہوں نے راہ جنت ص۴۹ پر مطالبہ کیا ہے ؎

چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے نقشِ قدم پر چلنے سے منع فرمایا جنہوں نے محض اپنی رائے سے تحلیل وتحریم کا ارتکاب کیا ہے اور اپنی رائے سے بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ اور حام وغیرہ کے متعلق اصطلاح گھڑلی اور دورِ جاہلیت میں اپنے لیے شریعت تجویز اور اختراع کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَقُوْلُوْا الآیۃ کے ساتھ اس کو بیان فرمایا آگے لکھتے ہیں کہ۔

ویدخل فی ھذا کل	اور ہر وہ شخص اس حکم میں داخل
من ابتدع بدعۃ لیس	ہے جس نے کوئی ایسی بدعت گھڑی
لہ فیھا مستند شرعی او	جس پر اس کے پاس کوئی شرعی دلیل
حلل شیئا مما حرم اللہ	نہیں یا محض اپنی رائے اور خواہش
اور حرم شیئا مما اباح اللہ	سے کسی ایسی چیز کو حلال ٹھہرا دیا
بمجرد رأیہ وتشہیہ اھ	جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا یا کسی
(تفسیر ابن کثیرؒ جلد ۲ صفحہ ۵۹۰ طبع مصر)	چیز کو حرام قرار دیا جس کو اللہ
	تعالیٰ نے مباح کیا ہے۔

مفتی صاحب بار بار اس عبارت کو پڑھیں اور کہیں کہ اپنی خواہش اور مرضی سے بغیر کسی شرعی سند اور دلیل کے بدعت کا اختراع اور اپنی صوابدید سے بغیر شرعی حجت کے اشیاء کو حلال وحرام ٹھہرانے کا کیا مقام ہے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء کے مترادف نہیں؟

پانچواں حوالہ مفتی صاحب اصول بزدوی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں ہم صرف مفتی صاحب کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں کہ شریعت کے آنے

کے بعد بالاتفاق تمام مال اصلی اباحت پر ہیں جب تک کہ حرام ہونے کی دلیل نہ ملے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اس قول سے مباح فرمایا کہ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام اُمت مسلمہ اس پر متفق ہے کہ شریعت اسلامیہ کے نزول پر تمام چیزیں اصل میں مباح ہیں جب تک حُرمت کی دلیل نہ ملے ہاں اختلاف نزول شریعت سے پہلے کے متعلق ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے چیزیں بذات خود حرام تھیں یا حلال یا سکوت (بلفظہ راہِ جنت ص۴۳)۔

الجواب:۔ مفتی صاحب کا استدلال اس سے بھی باطل ہے اولاً اس لیے کہ اس عبارت سے صرف اموال کی اباحت ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی شریعت کے آنے کے بعد اور مفتی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ تمام چیزیں اصل میں مباح ہیں دعویٰ تمام چیزوں کی اباحت کا ہے اور دلیل صرف اموال کی اباحت کی پیش کی ہے۔ افسوس کہ مفتی صاحب دعویٰ اور دلیل کی مطابقت کو بھی نہیں سمجھتے۔ مفتی صاحب یہ عبارت آپ کے لیے مفید نہیں محض آپ کا سینہ زوری کے ساتھ یہ لکھ دینا کہ اس سے معلوم ہوا الیٰ قولہٖ تمام چیزیں اصل میں مباح ہیں نرا اختراع اور ایجاد بندہ ہے وثانیاً اباحت اصلیہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ شارع کا کوئی حکم اس میں موجود نہ ہو اور صاحب اصول بزدوی تو یہاں قرآن کریم کی آیت سے استدلال کرتے ہیں خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ سمجھ دے کہ یہ حوالہ اباحت اصلیہ کی مد میں کیونکر شمار ہوا؟ مفتی صاحب کو یہ بتانا ہے کہ شارع کی نص عام یا خاص کوئی نہ ہو اور شئے اباحت اصلیہ سے متصف ہو۔ وثالثاً اصل عبارت میں علی الاباحۃ کے الفاظ ہیں۔ مگر مفتی صاحب اپنی من مانی

کارروائی کے تحت اباحت کے ساتھ لفظ اصلی کا پچر لگا کر اپنا مطلب کشید کرتے ہیں والی اللہ المشتکیٰ پہلے باحوالہ گذر چکا ہے کہ ورود شرع کے بعد بھی امت مسلمہ کے ہاں اس میں اختلاف رہا ہے یہ مسئلہ متفق علیہ نہیں ہے۔

چھٹا حوالہ تحریر ابن ہمامؒ کا نقل کیا ہے جس کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے نمبر شماری کے لیے مفتی صاحب نے اس کو پھر ذکر فرما کر سرورِ نفس حاصل کیا ہے۔

ساتواں حوالہ مفتی صاحب شارح اصول بزدوی علامہ اکمل رح کے حوالہ سے فرماتے ہیں (ترجمہ مفتی صاحب کا ہی ہے) ہمارے اور شوافع کے اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کے متعلق شریعت حرمت یا اباحت کا حکم دے سکتی ہے وہ چیزیں شریعت کے آنے سے پہلے مباح تھیں حتیٰ کہ جسکو احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں اُسے جائز ہے کہ جو چاہے کھائے اس کی طرف امام محمدؒ نے کتاب الاکراہ میں اشارہ فرمایا مردار کھانا شراب پینا ممانعت شرعیہ کی وجہ سے حرام ہوئیں انہوں نے اباحت کو اصل اور حرمت کو ممانعت کے عارضہ سے مانا اور ہمارے و شوافع کے بعض حضرات اور معتزلہ بغداد انہیں ممنوع کہتے ہیں اور عام اہلحدیث و اشاعرہ توقف فرماتے ہیں کہ جس کو احکام شرعیہ نہ پہنچے وہ کچھ نہ کھائے اگر کچھ کھائے گا تو اس کا یہ کھانا حرام و حلال نہیں کہا جاوے گا۔ (از شامی)

سبحان اللہ اس عبارت نے پردے اٹھا دیے اس سے معلوم ہوا کہ نزول شریعت کے بعد تو تمام مسلمانوں کا اس پر قطعی اجماع ہے کہ تمام چیزیں خود حلال ہیں ممانعت کی وجہ سے حرام ہوں گی اختلاف اس میں ہے کہ شریعت کے نزول سے

پہلے یا جسے احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں اس کے لیے چیزیں حلال ہیں یا حرام اکثر علماء فرماتے ہیں کہ حلال ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کھائے مجرم نہ ہوگا اور بعض فرماتے ہیں حرام ہیں اور بعض توقف فرماتے ہیں غور فرماؤ کہ مسئلہ کیا ہے اور سرفراز صاحب کا دماغ کدھر جا رہا ہے۔ مذاہب دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔ بلفظہ (راہِ جنت ص۱۴ و ص۱۵)

الجواب:۔ مفتی صاحب کی خوش فہمی یا مغالطہ آفرینی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ اس عبارت نے پردے اٹھا دیئے" مفتی صاحب اس عبارت نے تو آپ کے لیے مزید الجھنیں پیدا کر دی ہیں۔ بشرطیکہ ہوش و حواس اور فہم کا دیوالہ نہ نکل چکا ہو اولاً اس لیے کہ اس عبارت میں تو بتصریح آپ کے یہ بیان ہوا ہے کہ یہ جھگڑا شریعت کے آنے سے پہلے کا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا حرمت یا توقف اور آپ اس کے درپے ہیں کہ اب اشیاء مباح ہیں اور اسی مقصد کے لیے آپ نے بے سوچے سمجھے چند حوالے حواریوں کو خوش کرنے کیلئے درج فرما دیئے ہیں۔ مفتی صاحب آپ کو یہ حوالہ پیش کرنا ہے کہ اب اشیاء میں اباحت ہے وثانیاً اس عبارت میں اس کی نص صریح ہے یہ اباحت اس شخص کے لیے ہے جس کو احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں بخلاف اس شخص کے جس کو یہ احکام شرعیہ پہنچ چکے ہوں اس کے لیے شرعی احکام کی پابندی لازم ہے۔ کیا مفتی صاحب اور ان کے مریدین اور متوسلین کو تا ہنوز احکام شرعیہ نہیں پہنچے؟ جس کی وجہ سے وہ اباحت اصلیہ پر بدعات کی بلڈنگ تعمیر کر رہے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو ان کو واضح کرنا چاہیئے کہ وہ کس شریعت کے مفتی ہیں؟ جواب ذرا ہوش سے فرمائیں وثالثاً اس عبارت

میں اس کی تصریح ہے وقال اصحابنا ہمارے حنفیوں نے اور شوافع کے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اصل اشیاء میں حظر اور منع ہے اور اشاعرہ اور عام محدثین نے یہ فرمایا ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے کیا یہ حنفی اور بعض اصحاب شافعی اشاعرہ اور عام محدثین سرفراز گکھڑوی کا نام ہے؟ جو اصل اشیاء میں حرمت یا توقف کے قائل ہیں سوچ سمجھ کر جواب عنایت فرمانا ورابعاً اس عبارت میں اسکی تصریح ہے کہ جس شخص کو احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں امام محمدؒ نے کتاب الاکراہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ اس کے لیے میتہ اور شراب مباح ہے اور آپ نے پہلے یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ امام محمدؒ گویا اب ورود شرع کے بعد اباحت کے قائل ہیں۔

وخامساً مفتی صاحب نے کمال ہوشیاری کے ساتھ بعارض النہی کے جملہ کے بعد یہ عبارت بالکل ہضم کر لی ہے وھو قول الجبائی وابی ھاشم واصحاب الظاھر الخ ملاحظہ ہو شامی جلد ۲ ص ۲۴۲ چونکہ جبائی اور ابو ہاشم دونوں معتزلی ہیں اور مفتی صاحب کی طرح وہ بھی اشیاء میں اباحت کے قائل ہیں اس لیے مفتی صاحب نے درمیان کی عبارت کھا لی ہے اور اصحاب ظاہر کا نام بھی نہیں لیا تاکہ ان کے ساتھ ہمنوائی ثابت نہ ہو جائے اور لا حرمۃ کے جملہ کے تقریباً آدھی سطر بعد یہ جملہ بھی کھا گئے ہیں کہ والیہ مال الشیخ ابو منصورؒ کہ توقف کی طرف ابو منصور ماتریدیؒ بھی مائل ہیں۔ چونکہ یہ جملہ بھی مفتی صاحب کے خلاف تھا اس کو بھی بالکل ہڑپ کر گئے ہیں یہ ہے مفتی صاحب کی دیانت فوا اسفا وسادساً مفتی صاحب کا یہ ارشاد کہ اس سے معلوم ہوا کہ نزولِ شریعت کے بعد تو تمام مسلمانوں کا اس پر قطعی اجماع ہے کہ تمام چیزیں بذاتِ خود حلال ہیں ممانعت کی وجہ سے حرام ہوں گی اھ نہ معلوم

بہ علامہ الکملؒ کی پیش کردہ عبارت کا ترجمہ ہے؟ اور اس عبارت کا پیش کردہ عبارت سے ربط اور تعلق کیا ہے؟ یہ مفتی صاحب نے محض اپنی مطلب براری کے لیے اپنے سینہ سے نکال کر سفینہ پر پیوند لگایا ہے مفتی صاحب ایسے پیوند لگا کر مطلب کشید کرنا آپ ہی کو بھاتا ہے آخر مفتی جو ہوئے۔ مفتی صاحب یہ تو فرمایئے کیا حضرات ائمہ کرام رحمہم اللہ آپ کے نزدیک مسلمان نہیں؟ جو فقہی طور پر غیر منصوص مسائل میں اپنی فقاہت اور فراست دینی سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام فرماتے ہیں کیا ان کو یہ ضابطہ معلوم نہیں کہ اب تو بقول مفتی صاحب تمام اشیاء مباح ہیں پھر ان کو حرام کہنا چہ معنی دارد؟ دور نہ جایئے اور غصہ بھی جانے دیجئے یہی ارشاد فرمایئے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ دریا کے کس جانور کو حلال اور کس جانور کو حرام فرماتے ہیں؟ مفتی صاحب احناف تو خیر احناف ہیں دیگر مسالک کے علماء کو بھی یہ امر مسلم ہے۔ چنانچہ حضرت امام نووی ابوزکریا یحییٰ بن شرف الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ:-

وقال ابو حنیفۃ لا یحل	امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ
غیر السمك	مچھلی کے بغیر کوئی دریائی جانور
(نووی جلد ۲ ص۱۴۵ شرح مسلم)	حلال نہیں ہے۔

مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا دریائی جانور تمام اشیاء اور چیزوں کی فہرست میں داخل نہیں ہیں؟ یا یہ قاعدہ ہی امام موصوفؒ کو معلوم نہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حالانکہ مفتی صاحب بھی اس امر کا انکار نہیں کر سکتے کہ بعض جانور ایسے بھی ہیں جن کا نام تک قرآن و حدیث میں نہیں آیا چہ جائیکہ ان کے ساتھ

اباحت وحرمت کی صفت بھی منصوص ہو۔ اور دیگر ائمہ کرام کی کتب فقہ کی طرح فقہ حنفی کی کتب بھی بھری پڑی ہیں کہ دریائی اور بری جانوروں کے علاوہ بھی فلاں چیز حلال اور فلاں حرام ہے کیا ان غیر منصوص اشیاء میں فقہائے عظام کو ہر چیز میں اباحت اصلیہ کا اصول قاعدہ نہ مل سکا تھا؟ مفتی صاحب خدارا یہ تو بتائیں کہ آپ کس ڈگر پر چل رہے ہیں محض بدعات اور غلط رسومات کی ترویج واشاعت کے لیے آپ اسلامی کتب کو بیک جنبش قلم نظر انداز کر رہے ہیں بات کیا ہے؟ اللہ تعالٰے آپ کو سمجھ اور احساس عطا فرمائے ؎

زوالِ علم بر حق کا اثر جس پر نہیں ہوتا
الٰہی اس دلِ افسردہ کو احساس کامل دے

آٹھواں اور نواں حوالہ

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ۔ نور الانوار بحث تعارض صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔

وذلك لان الاباحة اصل في الاشياء	محرم کا مبیح پر ترجیح پانا اس لئے ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے

اسی نور الانوار میں کچھ آگے ہے۔

هذا اصل كبير لنا يتفرع عليه كثير من الاحكام	یہ اصل اشیاء میں اباحت ہو احناف کا بڑا قاعدہ کلیہ ہے جس پر بہت سے احکام جاری ہوتے ہیں۔ (راہ جنت صفحہ ۴۵)

الجواب:۔ مفتی صاحب نے اس موقع پر نور الانوار کی ادھوری عبارتیں نقل فرمائی ہیں اور پھر آگے ص۴۷ اور ص۴۸ پر نور الانوار کی مکمل عبارت نقل کی ہے ہم صرف

مفتی صاحب کے ترجمہ کو بیان کر کے پھر ان کی خامی عرض کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ چنانچہ علم اصول کی مشہور کتاب نور الانوار مبحث تعارض میں ۱۲۷ (ہمارے نسخہ میں ۲۰۱ ہے۔ صفدر) پر ہے جیسے دلیل محرم اور دلیل مبیح جب دونوں ایک حکم میں جمع ہو جاویں تو علماء محرم پر عمل کرتے ہیں اور اسے دلیل مبیح سے پیچھے مانتے ہیں اور یہ اس لیے ہے کہ اباحت اصل ہے تمام چیزوں میں تو اگر محرم دلیل پر عمل کریں تو اباحت کی دلیل اباحت اصلیہ کے موافق ہو جائے گی اور دونوں جمع ہو جائیں گی پھر حرمت کی دلیل ان دونوں اباحتوں کی ایک تام ناسخ ہو جائے گی یہ بات عقل میں بھی آتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ ہم اباحت کی دلیل پر عمل کریں چونکہ اس وقت حرمت کی دلیل اباحت اصلیہ کی ناسخ بنے گی پھر اباحت کی دلیل حرمت کی ناسخ ہوگی تو نسخ کی تکرار لازم آئے گی اور یہ خلاف عقل ہے اور یہ ہمارا بڑا قاعدہ ہے جس پر بہت سے احکام نکلتے ہیں اور یہ قاعدہ انہیں کے قول پر درست ہوگا جنہوں نے اشیاء میں اباحت کو اصل مانا مسلمانو! خیال کرو کہ علم اصول والوں نے اصل اشیاء میں اباحت کو مانا اور اسے اپنا بڑا قاعدہ قرار دیا اور اس پر بہت سے احکام شرعیہ متفرع مانے غرضیکہ مذہب احناف کا اصل اصول یہی قاعدہ ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ حنفیت کی جڑ کاٹتا ہے اسی نور الانوار میں اسی جگہ بڑی پر لطف بات وہ ہے جو اس کے متصل بیان فرمائی ہے چنانچہ بیان فرماتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اشیاء میں حرمت اصل ہے اور کہا گیا ہے کہ توقف کرنا بہتر ہے تا آنکہ اباحت یا حرمت کی دلیل قائم ہو جائے۔ غور کرو کہ ان دونوں قولوں کو صاحب نور الانوار نے احناف کے قول کسی حنفی کا نہیں اور نہ معتزلہ کا ہے بلکہ بعض بے وقوف معتزلہ نے ایا قرآنیہ

اور احادیث نبویہ سے ایک دم آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دیا ہے اور آج حنفیوں کی بدنصیبی سے خود حنفیت کا دعویٰ کرنے والے بعض جہلاء نے اس مسئلے کو اپنا لیا محض اپنے مذہب نامہذب کو ثابت کرنے کے لیے (الی اللہ المشتکیٰ) (راہ جنت، ص ۴۷، ۴۸، ۴۹۔)

الجواب:۔ مفتی احمد یار خان صاحب نے یہاں کئی وجوہ سے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

اولاً اس لیے کہ اس عبارت میں مرکزی نقطہ یہ ہے کہ جب کسی ایک حکم میں دو دلیلیں متعارض ہوں ایک نص محرم اور دوسری نص مبیح ہو تو علماء اصول کے قاعدہ کے رو سے محرم کو ترجیح ہوگی ورنہ دو دفعہ نسخ کا قول کرنا پڑے گا اور یہ خلاف عقل ہے اور اگر محرم کو ناسخ تسلیم کیا جائے تو نسخ ایک ہی مرتبہ لازم آئے گی اور یوں کہا جائے گا کہ محرم نے اباحت اصلیہ کو جو ورود شرع سے پہلے تھی اور نص مبیح کو جو شریعت کے رو سے آئی تھی دونوں کو منسوخ کر دیا ہے مفتی صاحب نے اس پر غور نہ فرمایا کہ اگر اباحت اصلیہ ہی پر احکام کی دار و مدار ہوتی تو نص مبیح کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ نص مبیح کا آنا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دار و مدار اباحت اصلیہ پر نہیں ہے اور یہی مفتی صاحب کا مطلوب ہے جو غلط ٹھہرا۔

تعجب ہے کہ مفتی صاحب نص مبیح اور الاباحتین (یعنی اباحت اصلیہ اور نص مبیح) کے الفاظ پر غور ہی نہیں کرتے اور نہ ان کو سمجھنے کی زحمت اٹھاتے ہیں۔

وثانیاً مفتی صاحب تعارض تو دو دلیلوں میں ہو رہا ہے نص محرم اور نص مبیح اور ان میں محرم کو مبیح پر ترجیح دینے کے بارے میں علماء اصول یہ لکھتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور محشی اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ قولہ تعالیٰ خلق لکم

ما فی الارض جمیعًا یعنی نص کی وجہ سے اشیاء میں (جس کی مزید تحقیق آگے آئے گی انشاء اللہ) اباحت ہے اور آپ خیر سے یہ فرماتے ہیں کہ. تیسری وہ جن سے کتاب وسنت میں خاموشی ہے نہ ان کا حلال ہونا مذکور ہے نہ حرام ہونا اھ۔ (راہ جنت ص۳۵) الغرض علماء اصول اباحت شرعی کا ذکر فرما رہے ہیں اور مفتی صاحب اس کو کھینچ تان کر اباحت اصلیہ پر فٹ کر رہے ہیں ؏

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

وثالثًا صاحب نور الانوار کا یہ قول کہ وھذا اصل کبیر لنا یتفرع علیہ کثیر من الاحکام اھ کا ترجمہ کرتے ہوئے مفتی صاحب یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ یہ اصل اشیاء میں اباحت ہونا احناف کا بڑا قاعدہ کلیہ ہے اھ بالکل غلط ترجمہ ہے مفتی صاحب آپ کیوں خدا خوفی فراموش کر چکے ہیں اور کیوں اپنی نامہذب رائے منوالے کے لیے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مفتی صاحب وھذا اصل کبیر لنا الخ سے اباحت اشیاء مراد نہیں ہے آپ کم از کم قمر الاقمار ہی ملاحظہ کر لیتے تو خیانت علمی اور رسوائی سے محفوظ رہتے۔ چنانچہ نور الانوار کے محشی مولانا عبد الحلیم صاحب لکھنویؒ الحنفی (المتوفی ۱۲۸۵ھ) لکھتے ہیں کہ۔

وھذا ای ان الحاظر والمبیح اذا اجتمعا یعمل بالحاظر (قمر الاقمار ص۲۰۱)	وھذا اصل کبیر سے مراد یہ ہے کہ جب محرم اور مبیح دونوں مجتمع ہو جائیں تو محرم پر عمل کیا جائیگا۔

مفتی صاحب کان کھول کر سنیں حنفیوں کا یہ بڑا قاعدہ نہیں اور نہ اس پر احکام متفرع ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جیسا کہ آپ نے انتہائی دھوکہ دیا ہے بلکہ حنفیوں

کا بڑا قاعدہ یہ ہے کہ جب محرم اور مبیح کا تعارض ہو تو اس موقع پر دلیل محرم کو ترجیح ہوگی عام اس سے کہ مبیح باباحت اصلیہ ہو یا بنص مبیح ہو دلیل محرم دونوں کی ناسخ ہوگی اور درحقیقت تعارض تو نص محرم اور نص مبیح کا ہوگا کیونکہ اباحت اصلیہ مستقل حکم شرعی نہیں ہے تاکہ نص محرم کے ساتھ اس کا تعارض تسلیم کیا جائے اور یہی مطلب ہے صاحب نور الانوار کے اس قول کا وھٰذا علیٰ قول من جعل الاباحۃ اصلاً فی الاشیاء یعنی وہ اباحت شرعیہ جو نص کے ساتھ آئی ہے نہ وہ اباحت جو اصلیہ ہے کیونکہ وہ نص مبیح نہیں ہے جس کا تعارض نص محرم سے ہو ہاں نص محرم کے ساتھ نص مبیح کے ضمن میں اباحت اصلیہ بھی نسخ ہو جائے گی۔ رہا مفتی صاحب کا یہ قول کہ مسلمانو! خیال کرو کہ علم اصول والوں نے اصل اشیاء میں اباحت کو مانا اور اسے اپنا بڑا قاعدہ قرار دیا اور اس پر بہت سے احکام شرعیہ متفرع مانے غرضیکہ مذہب احناف کا اصل اصول یہی قاعدہ ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ حنفیت کی جڑ کاٹتا ہے (راہ جنت ص۴۵) تو یہ کتنا شرمناک مغالطہ ہے جو مفتی صاحب ہی کے شایان شان ہو سکتا ہے علماء اصول کیا فرماتے ہیں اور مفتی صاحب کیا کہتے ہیں؟ (۷) مفتی صاحب کا یہ ارشاد فرمانا کہ صاحب نور الانوار نے حرمت اور توقف والے قول کو کسی حنفی اور سارے معتزلہ کا نہیں کہا بلکہ بعض بے وقوف معتزلہ کا ہے الخ (محصلہ) مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صاحب نور الانوار نے اس مقام پر نہ کسی حنفی کا ذکر کیا ہے اور نہ معتزلہ اور نہ بے وقوف معتزلہ کا یہ مفتی صاحب کی دل کی آتش پنہاں ہے جو نوک قلم سے عیاں ہو رہی ہے پہلے باحوالہ عرض کیا گیا ہے کہ حرمت اور توقف کا قول اہل السنت والجماعت میں کن کن

حضرات کا ہے؟ اور خود صاحب نور الانوار نے بقول مفتی صاحب اپنی اصول کی کتاب تفسیرات احمدیہ ص۱۰ پر لکھا ہے۔

بخلاف الجمہور فان عندھم الاصل ھو الحرمۃ	بخلاف جمہور (اہل السنت) کے کہ ان کے نزدیک اصل حرمت ہے۔

کیا مفتی صاحب کے نزدیک یہ سب حضرات بے وقوف معتزلی ہیں جنہوں نے قرآن وحدیث سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔

دسواں حوالہ مفتی صاحب نے تفسیرات احمدیہ کا حوالہ دیا ہے مگر افسوس ہے کہ ادھورا ہم پورا حوالہ عرض کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں

حضرت ملا جیونؒ (المتوفی سنہ ۱۱۳۰ھ) امام فخر الاسلام الحنفیؒ کے حوالہ سے جو انہوں نے محرم اور مبیح کے تعارض کے باب میں فرمایا نقل فرماتے ہیں کہ:۔

ثم قال وھذا بناء علیٰ قول من جعل الاباحۃ اصلا ولسنا نقول بھذا فی اصل الوضع لان البشر لم یترکوا سدیً فی شیئ من الزمان وانما ھذا بناء علیٰ زمان الفترۃ قبل شریعتنا یعنی ان جعل المحرم ناسخا بناء علیٰ قول من جعل الاباحۃ اصلاً	پھر فرمایا اور یہ اس شخص کے قول پر مبنی ہے جس نے اباحت کو اصل کہا اور ہم اصل وضع میں اس کے قائل نہیں ہیں کیونکہ انسان کسی زمانہ میں مہمل نہیں چھوڑا گیا ہاں یہ ہماری شریعت سے پہلے زمانہ فترت پر مبنی ہے یعنی یہ قول کہ محرم ناسخ ہوتا ہے ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جنہوں نے اباحت کو اشیاء میں اصل مانا مثلاً امام کرخیؒ اور ابوبکر رازیؒ اور فقہاء حنفیہ اور شافعیہ

في الاشياء كالكرخي وابي
بكر الرازي وطائفة من
الفقهاء الحنفية والشافعية
وجمهور المعتزلة ولسنا
نقول يكون الاباحة اصلاً
في الوضع لان عباد الله تعالى
لم يتركوا مهملا في شئ
من الزمان ولو كان الاباحة
اصلاً لكانوا مهملين
غير مكلفين وانما جعلنا
المبيح اصلاً والمحرم ناسخا
بناء على زمان الفترة بين
عيسى ومحمد عليهما السلام
قبل شريعتنا فانه كان
الاباحة اصلاً حينئذ ثم
نبينا عليه السلام يبين
الاشياء المحرمة وبقي ما
سواها حلالا مباحا هكذا
في حواشيه ثم كون الاصل

کا ایک گروہ اور جمہور معتزلہ اور ہم اس
کے قائل نہیں ہیں کہ اصل وضع میں
اباحت تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے
کسی وقت بھی مہمل اور بلا قانون
نہیں چھوڑے گئے اور اگر اباحت
اصل ہوتی تو وہ مہمل اور غیر مکلف
ہوتے اور ہم نے جو مبیح کو اصل
اور محرم کو ناسخ کہا ہے تو وہ زمانۂ
فترت پر مبنی ہے جو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا
کیونکہ اُس دور میں اباحت اصلی
تھی پھر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوئے اور انہوں نے
حرام اشیاء کو بیان فرمادیا اور
ان کے سوا باقی حلال اور مباح
ہیں اسی طرح اس کے حاشیوں
میں درج ہے پھر اصل ہمارے نزدیک
اباحت کا ہونا اس کے منافی

عندنا الاباحة لا ينافی ان یکون الشئ حراما لعینه كالزنا والخمر او لغيره كاكل مال الغير او مكروها كراهة تنزيه او تحريم كاكل الفرس او سؤر الهرة لان كل ذلك يثبت بالادلة القاطعة او الظنية والكلام فيما لم يوجد فيه دليل اصلاً	نہیں کہ کوئی چیز حرام لعینہ ہو مثلاً زنا، شراب یا لغیرہ ہو جیسے غیر کا مال کھانا یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہو جیسے گھوڑا کھانا یا بلی کا پس خوردہ کیونکہ یہ تمام امور ادلہ قاطعہ یا ظنیہ سے ثابت ہیں اور گفتگو ان امور میں ہو رہی ہے جن کے بارے میں اصلاً کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

اھ تفسیرات احمدیہ (ص۶ و ص۷)

مفتی صاحب نے صرف خط کشیدہ عبارت لے لی ہے جو ان کے لیے مفید تھی اور اگلی پچھلی سب عبارت ترک کر دی جس سے ان پر زد پڑتی تھی۔ کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ اباحت کا قول فقہاء حنفیہ اور شافعیہ کے ایک گروہ اور جمہور معتزلہ کا قول ہے اور مفتی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ حرمت یا توقف معتزلہ کا قول ہے اور وہ بھی بے وقوف معتزلہ کا اس لیے یہ عبارت مفتی صاحب نے چھوڑ دی ہے تاکہ ان کی ہمنوائی جمہور معتزلہ کے ساتھ نہ سمجھی جائے کہ وہ بھی اباحت کے قائل ہیں اور یہ بھی اور طعنہ خیر سے دوسروں کو معتزلہ اور خوارج ہونے کا دیتے ہیں اور اس عبارت میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ امام فخر الاسلام

الحنفیؒ یہ فرماتے ہیں کہ اصل وضع میں ہم اباحت کے قائل نہیں ہیں اس لیے کہ کسی وقت بھی اللہ تعالےٰ کے بندے مہمل اور غیر مکلف نہیں رہے ہاں یہ بات زمانۂ فترۃ کی ہے جو ہماری شریعت سے پہلے کا دور تھا کہ اس میں اشیاء کی اباحت اصلیہ یا حرمت وغیرہ میں اختلاف کیا گیا ہے اور اصولی طور پر محرم اور مبیح میں رفع تعارض کا یہ مخلص تلاش کیا گیا ہاں یہ قول کہ۔

ثم بعث نبینا علیہ السلام	پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
یبین الاشیاء المحرمۃ و	مبعوث ہوئے جنہوں نے اشیاء
بقی ماسواھا علی الا مباحا"	محرمہ بیان فرمادیں اور اس کے
	سوا باقی حلال اور مباح ہیں۔

قابلِ غور ہے اور غالباً یہی مفتی صاحب کی غلط فہمی کا سبب بنا ہے مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت بیان نہیں فرمائی ان میں سے بعض اشیاء کی حرمت تو اجماع امت سے اور بعض کی قیاس سے ثابت ہے اور یہ بھی شرعی دلائل ہیں اور بعض اشیاء ادلۂ قیاس کے تعارض کی وجہ سے ائمہ کرام رح اور فقہاء عظامؒ میں تاہنوز مختلف فیہا چلی آتی ہیں کوئی ان کو حلال کہتا ہے اور کوئی حرام بے شمار حشرات الارض کیڑے مکوڑے اور پرندے اور جنگلی جانور حرام ہیں اور دریائی جانوروں میں مچھلی کے بغیر باقی تمام جانور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام ہیں اور اسی طرح دیگر ائمہ کرام رح بھی بے شمار چیزوں کو حرام کہتے اور سمجھتے ہیں اور ہر مسلک کے فقہاء کی کتب ایسے مسائل سے بھری پڑی

ہیں مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ۔ مگر اسلام کے تشریف لانے کے بعد تو ساری امت مسلمہ اس پر متفق ہے کہ ہر چیز حلال ہے سوائے ان کے جو شریعت نے حرام فرما دیں۔ محل نظر ہے شریعت سے مفتی صاحب کی کیا مراد ہے؟ اگر صرف قرآن وحدیث مراد ہے جیسا کہ مفتی صاحب فرماتے ہیں تیسری وہ جن سے کتاب وسنت میں خاموشی ہے؟ الخ (راہ جنت ص۳۵) تب بھی یہ قول صحیح نہیں کیونکہ بعض چیزوں کی حرمت اجماع وقیاس سے ثابت ہے اور وہ چیزیں بھی حرام ہی ہیں اور اگر ان کی مراد شریعت سے کتاب وسنت اور اجماع وقیاس ہے تو قیاسی مسائل میں فقہاء کرامؒ کا اختلاف ایک کھلا ہوا امر ہے ایک فقیہ ایک چیز کو حلال کہتا ہے (مثلاً امام لیث بن سعدؒ بلی کو حلال کہتے ہیں اور امام مالکؒ اور اوزاعیؒ سانپ کو حلال فرماتے ہیں ہاں ذبح وغیر ذبح کا فرق کرتے ہیں ملاحظہ ہو احکام القرآن ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ المتوفی ۳۷۰ھ جلد ۳ ص۲۳ وص۲۴) اور دوسرے ایسی اشیاء کو حرام سمجھتے ہیں تو ایسے امور میں ساری امت مسلمہ کا اتفاق کہاں سے ہوا؟ کیونکہ غیر منصوص مسائل اور اشیاء میں بعض کا قیاس ان کی حلت پر منتج ہوا اور بعض کا حرمت پر اور مفتی صاحب سے غالباً یہ واضح مسئلہ او جھل نہ ہوگا مگر ملاحظہ کیجئے کہ وہ کس انداز سے ساری امت مسلمہ کا اتفاق نقل کر رہے ہیں۔

گیارھواں حوالہ مفتی احمد یار خان صاحب شامی جلد سوم ص۲۲۷ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں ترجمہ ان کا ہے اماموں کا مذکور اختلاف شریعت اسلامیہ آنے سے پہلے ہے اور صاحب ہدایہ نے اباحت ثابت فرمائی

شریعت کے تشریف لانے کے بعد مطابق دلیل کے اقوال فقہاء اس کے متعلق بہت زیادہ ہیں مگر ہم گیارھویں شریف کے عدد کے مطابق صرف گیارہ حوالے پیش کرتے ہیں۔ بلفظہ (راہِ جنت ص۷۶ و ص۷۷)

الجواب: مفتی صاحب جب اباحت و حرمت اور توقف میں ائمہ کرام رح کا اختلاف شریعت اسلامیہ آنے سے پہلے کا ہے تو آپ کو اس حوالہ سے کیا فائدہ؟ کیا آپ اور آپ کے متوسلین شریعت اسلامیہ سے پہلے کے دور میں بستے ہیں؟ آپ کو شریعت اسلامیہ کے بعد کا کوئی معتبر محکم اور ٹھوس حوالہ پیش کرنا چاہیئے کہ اب اصل اشیاء میں اباحت ہے غیر متعلق حوالوں اور عبارتوں میں کیوں وقت ضائع کرتے ہیں اپنے دعوے کو سمجھیں، رہا یہ قول کہ صاحب ہدایہ نے دلیل کے مطابق درودِ شرع کے بعد اباحت ثابت فرمائی ہے تو یہ علامہ شامیؒ کا نرا وہم ہے چنانچہ علامہ شامیؒ نے مقدمۂ کتاب میں اس کا حوالہ دیا ہے کہ صاحب ہدایہ نے حداد کی فصل میں اباحت کا قول نقل کیا ہے اور انہوں نے وہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ ام ولد اور نکاح فاسد کی عدت میں اس لیے سوگ نہیں کہ ان سے نعمت نکاح فوت نہیں ہوئی پھر وہ کیوں تاسف اور سوگ کا اظہار کریں؟ والاباحۃ اصل (ہدایہ جلد دوم ص۴۰۸) اور اباحت ہی اصل ہے۔

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مقام پر اباحت سے ہر چیز کی اباحت مراد نہیں ہے یہ علامہ شامیؒ کا وہم ہے جو اس قول کا حوالہ وہ مطلق اشیاء کی اباحت کی مد میں دے رہے ہیں اس اباحت سے مراد صرف زینت کی اباحت ہے اور بس۔ مطلق اباحت مراد نہیں جس میں بقول مفتی

صاحب ہر چیز داخل ہو۔ چنانچہ حافظ ابن ہمام الحنفیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ۔

والاصل الاباحۃ ای اباحۃ الزینۃ اھ۔	یعنی زینت میں اصل اباحت ہے۔

(فتح القدیر جلد ۳ ص۲۹۶ طبع مصر)

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفیؒ (المتوفی ۷۸۶ھ) لکھتے ہیں کہ۔

والاصل ھو الاباحۃ فی الزینۃ لاسیما فی النساء قال اللہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ، (عنایہ جلد ۳ ص۲۹۵ برحاشیہ فتح القدیر)	اصل اباحت ہے یعنی زینت میں خصوصاً عورتوں کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیجئے کس نے حرام کی اللہ تعالیٰ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے ظاہر کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ نہ تو ہر چیز میں اباحت کے قائل ہیں۔ اور نہ اباحت اصلیہ کے قائل ہیں بلکہ زینت کی اباحت کے قائل ہیں جو بقول علامہ بابرتیؒ نص قرآن سے ثابت ہے اور اباحت اصلیہ وہاں ہوتی ہے جہاں مالا دلیل علیہ اصلاً کسی قسم کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ علاوہ ازیں التیسیر شرح تحریر کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ صاحب ہدایہ بھی توقف کے قائل ہیں۔

یہ ہیں مفتی صاحب کی وہ گیارہ دلیلیں جو بقول ان کے گیارھویں شریف کے عدد کے مطابق ہیں مگر جان ایک میں بھی نہیں ہے محض حوالوں سے خوش ہوتے ہیں اور اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے درپے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ

ایک حوالہ بھی ان کو سودمند نہیں ہے ؎

حقیقت شمع و پروانہ کی کھل جائے گی دم بھر میں
الم ہونے تو دے محفل میں آثارِ سحر پیدا

لفظ شریعت سے استدلال مفتی صاحب نے راہِ جنت ص۴۹ میں یہ کہا ہے کہ شریعت کے معنی ہیں ظاہر اور کھلا عام راستہ راستہ چلنے کے لیے ہوتا ہے جب تک ممانعت کا بورڈ نہ لٹکایا جائے تو سب کو اس پر چلنے کا حق ہوتا ہے کیونکہ سڑک ہوتی ہی چلنے کے لیے ہے مگر دیوبندی ہر کار خیر کو بغیر شرعی ممانعت کے حرام تو خود کہتے ہیں اور دلیلیں ہم سے مانگتے ہیں (محصلہ)

الجواب :- مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بلاشک سڑک اور راستہ چلنے کے لیے ہوتا ہے لیکن اپنی مرضی اور رائے سے غیر کی ملک میں نئی سڑک بنانے اور جدید راستہ نکالنے کا حق کسی کو نہیں ہوتا شریعت اسلامیہ میں سڑک اور راستہ متعین ہے اس پر چلو اور اس پہ چلنے کی کوئی ممانعت نہیں قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ :-

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ الآیہ (پ۸ - انعام - ۱۹)	اور بیشک یہ راستہ ہے میرا سیدھا پس تم اسکی پیروی کرو اور تم نہ اتباع کرو اور راستوں کی کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ تعالٰے کے راستہ سے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا کام صراط مستقیم پر چلنا ہے اور نئے نئے راستے ایجاد کرنا اور بنانا نہیں ہے جیسا کہ مفتی صاحب بدعات کے لیے نئے چور راستے ایجاد کرتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ ان سے فرما دیجئے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ — اگر تم اللہ تعالے سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔

(الایۃ پ۳۔ آل عمران ۴)

یہ نہیں فرمایا کہ نئے نئے راستے اور پگڈنڈیاں اختراع کرو بلکہ یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اور خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا ہے اور فرقہ ناجیہ کی یہ علامت بتائی ہے کہ ما انا علیہ واصحابی اگر ہر آدمی کو نیا طریقہ اور راستہ بنانے اور اختیار کرنے کا حق ہوتا تو اتنی پابندی اور تاکید کی کیا ضرورت تھی؟ (راہ سنت میں ہم نے اس پر سیر حاصل بحث کی) ہے جس کو مفتی صاحب شربت صندل سمجھ کر پی گئے ہیں اور مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی دیوبندی عالم کسی کار خیر کو منع نہیں کرتا اور نہ بغیر کسی شرعی دلیل اور حوالہ کے کچھ کہتا ہے عیاں راچہ بیاں۔

عقلی دلیل مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ دیوبندی مذہب بھی عیسائیت کی طرح ناقابل عمل ہے کیونکہ اگر جہاد پیش آئے تو دیوبندیوں کے نزدیک ٹینک۔ راکٹ۔ اور ہوائی جہاز سے جہاد کرنا حرام ہوگا کیونکہ یہ چیزیں قرون ثلاثہ میں نہ تھیں نیز ان کو ہندوستان کے

مشہور پھل آم۔ مالٹا اور اناس وغیرہ حرام کہنے ہوں گے کیونکہ قرآن وحدیث میں ان کا ذکر نہیں اور اسی طرح اچکن واسکٹ نئے نئے ڈیزائن کی قمیص ململ لٹھا۔ نئنہ۔ بنارسی۔ ساٹن وغیرہ کپڑے اور نئی قسم کی بلڈنگیں اور کوٹھیاں حرام کہنا پڑیں گی کیونکہ ان کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے آگے جوشِ بیان میں آکر فرماتے ہیں کیا ہے کوئی دیوبندی لعل جوان چیزوں کی اباحت کی آیت وحدیث پیش کرسکے انشاء اللہ قیامت تک نہ پیش کرسکیں گے (محصلہ راہ جنت ص۴۹، ص۵۰، ص۵۱)

الجواب: یوں معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے کہیں درس وتقریر میں یہ مضمون بیان کیا ہوگا اور حواریوں کے جوشِ مسرت میں آکر سر مبارک گھومے ہوں گے اور مفتی صاحب بڑے خوش ہوئے ہوں گے کہ میں نے لاجواب دلیل نہ زمین سے ڈھونڈ نکالی ہے جبھی تو وہ تعلّی سے لنگوٹ کس کر میدانِ مبارزت میں آکھڑے ہوئے ہیں مفتی صاحب دیوبندی ان تمام اشیاء کے جائز اور مباح ہونے پر شرعی دلائل رکھتے ہیں اور بفضل اللہ تعالیٰ بلا دلیل نہیں ہیں یہ آپ کی نری غلط فہمی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مجاہدین اسلام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ الآیۃ

اپنے دشمنوں کی لڑائی کے لیے جو کچھ تمہارے بس میں ہو تیار کرو۔

(پ۱۰۔ انفال۔ ۴)

قیامت تک جو ہتھیار تیار ہوں گے اور مجاہدین کے بس اور طاقت میں

جو کچھ بھی ہو سکے گا ان کو ایسے اسلحہ سے لیس ہونے کا حکم ہے۔ ٹینک ہوں یا راکٹ، ایٹم بم ہوں یا کوئی اور چیز سب بقدر وسعت وطاقت وہ مہیا اور تیار کرنے کے شرعی طور پر مکلف ہیں اور اللہ تعالےٰ نے بعض میوؤں اور پھلوں کا نام ذکر فرمایا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ:۔

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ — اور ہر قسم کے میوے اور پھل

(پ ۱۴۔ النحل ۔ ۲۰) — تمہارے لیے پیدا کیے ہیں۔

اگر قرآن وسنت میں مفتی صاحب کے ذہن مبارک میں بعض پھلوں کے بارے میں استثنیٰ ہے تو وہ یقیناً حرام ہوں گے اور اگر نہیں تو سب اور ہر قسم کے میوے حلال اور جائز ہیں اور قرآن کریم کے اس صریح حکم کے رُو سے ان کو دیوبندی حلال سمجھتے ہیں اور لباس کے متعلق احادیث صحیحہ میں مختلف ہدایات موجود ہیں کہ مردوں کے لیے ریشمی لباس جائز نہیں اسی طرح بعض رنگوں کے کپڑے مثلاً زعفران ۔ عصفر اور ورس کے ساتھ رنگے ہوئے کپڑے درست نہیں اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ تشابہ کرنے پر لعنت کے الفاظ وارد ہوتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ کی ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں تشدید آئی ہے۔ الغرض بہت سے کپڑوں کے متعلق نہی اور منع ارشاد فرما کر باقی سب کی اجازت دی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

کلوا واشربوا وتصدقوا — کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو اور لباس

والبسوا مالم یخالط اسراف — پہنو جب کہ اسراف اور تکبر سے

ولا مخیلۃ (رواہ احمد والنسائی جلد صـ وابن ماجہ صـ ۲۶۶/۲ مشکوٰۃ جلد ۲ صـ ۳۷۷) آلودہ نہ ہو۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ۔

کُل ماشئت والبس ماشئت ما اخطأتک اثنتان سرف ومخیلۃ (بخاری جلد ۲ صـ ۸۶۰ و مشکوٰۃ جلد ۲ صـ ۳۷۷) جو کچھ تیرا جی چاہے پہن جب کہ دو چیزیں تجھ سے چھوٹ جائیں اسراف اور تکبر۔

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی دائرہ میں رہ کر جو لباس بھی کسی کا جی چاہے پہنے ہاں اگر کوئی ان سنن زوائد میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی پیروی کرنا چاہے اور سادگی کو پسند کرے تو خود علی نور وہ ثواب اور اجر کا مستحق ہے ضروری نہیں کہ ہر مباح سے کرنے پر کمر بستہ ہو جائے جیسا کہ مفتی صاحب مباح کو گویا ضروری قرار دے کر اس پر بدعت کی عمارت استوار کرنا چاہتے ہیں۔ رہا ہر قسم کے مکانات تعمیر کرنا تو اس میں بھی تفصیل ہے اگر ضرورت کے مطابق ہو اور اسراف وغیرہ سے گریز کیا گیا ہو تو جواز ہے ورنہ کہیں حرام کہیں مکروہ اور کہیں خلاف اولیٰ کے درجات نکلیں گے ابوداؤد جلد صـ ۳۵۵ میں روایت آتی ہے اور راہ سنت میں اس کا مفصل حوالہ درج ہے کہ ایک صحابی کا قبہ نما مخصوص شکل کا مکان تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنظر استحسان نہیں دیکھا اور صحابی کو وہ مکان بالآخر آپ کی ناراضگی کی وجہ سے گرانا پڑا اور بخاری اور مسلم وغیرہ کی صریح اور صحیح روایتوں

میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بتاتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :-

ویتطاولون فی البنیان — لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ
الحدیث (مشکوٰۃ جلد ملا) — کر اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کریں گے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب خرچہ فی سبیل اللہ سمجھا جاتا ہے، مگر عمارت پہ (ترمذی) اور حضرت خبابؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ مومن جو خرچ کرتا ہے اس کو اجر ملتا ہے مگر عمارت پر خرچہ (ترمذی و ابن ماجہ مشکوٰۃ جلد ۲ صلا۴۴) اس حدیث کا مطلب شراح حدیث یہ بیان کرتے ہیں کہ جو عمارت حاجت سے زائد ہو وہ مراد ہے گویا ضرورت اور حاجت سے زائد تمام بلڈنگیں مذموم ٹھہریں اور اسی طرح ان کے ڈیزائن بھی۔

الغرض ہر قسم کی عمارات بھی مباح نہیں ہیں جیسا کہ مفتی صاحب نے سمجھ رکھا ہے بلکہ بعض ایسی بھی ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند ہی نہیں فرمایا پھر وہ کس طرح مطلقاً مباح ہوں گی یہ مفتی صاحب نے عوام کو الجھانے کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے اور ان سے داد تحسین چاہی ہے وہ بالکل نکما طریقہ اور نرا بیہودہ ہے اور یہ مفتی صاحب کی دین کی روح سے بے خبری کی دلیل ہے مگر افسوس کہ وہ نرے مولوی ہی نہیں بلکہ مفتی بھی ہیں اور اب ایسے ہی مفتی دین اسلام کے پاسبان اور کشتیٔ شریعت کے ناخدا ہیں سے

الٰہی خیر میرے کارواں کی
جسے دیکھو امیر کارواں ہے

دیوبندی تائید | مفتی صاحب نے بزعم خود اصل اشیاء کی اباحت کا قاعدہ منوانے کے لیے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ (المتوفی ۱۳۶۲ھ) سے ان کی کتاب طریقۂ مولود شریف کے حوالہ سے چند عبارات نقل کی ہیں۔

(۱) ص۱۲ پر ہے۔ اصول شرعیہ میں سے اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلّم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے۔

(راہ جنت ص۵۱)

الجواب:- بلاشک یہ ٹھیک ہے مگر اس سے مفتی صاحب کو کیا فائدہ؟ کیونکہ اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ نصوص شرعیہ میں — نہ اس کے کرنے کی ممانعت ہو ایسا امر مباح ہوتا ہے۔ اور مفتی صاحب جن بدعات کی ترویج اور جواز کے لیے اصل اشیاء کی اباحت کو آڑ بناتے اور ان کے اثبات پر بے سوچے سمجھے حوالے دیتے ہیں نصوص شرعیہ سے تو ان کی سخت تردید اور ممانعت ثابت ہے اور خود حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور اور تعلیم الدین کے ابتدائی حصہ میں نام لے لے کر اکثر بدعات کی تردید کی ہے اس کو کہتے ہیں توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ یا بالفاظ دیگر من چہ میگویم وطبلۂ من چہ مے سراید۔

(۲) اسی کتاب کے ص۱۳ پر ہے کہ عمل مولد شریف بہ اہیئت وقیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعی سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے ممنوع

ہے تو فی حد ذاتہ مباح ٹھہرا الخ (راہ جنت ص۵۱)

الجواب :۔ حضرت تھانویؒ نے کیا صرف عمل مولد شریف کو بقیود مخصوصہ مباح کہا ہے یا سب چیزوں کو؟ مفتی صاحب! ایک آدھ چیز کے مباح ہونے سے اشیاء کی اباحت جو آپ کا مدعیٰ ہے کیسے ثابت ہوا؟ علاوہ ازیں عمل مولد شریف بہ ہیئت وقیود مخصوصہ سے کیا وہ عمل مراد ہے جو بعض بزرگوں سے ثابت ہے کہ آپ کی ولادت کے دن آپ کے لیے ایصال ثواب کرنا اور آپ کے صحیح حالات بیان کرنا اور اسی طرح کی بعض دیگر جائز چیزیں یا مفتی صاحب آپ کے زمانہ کا میلاد مراد ہے کہ اس کے لیے جلوس ہو اور بینڈ باجے ساتھ ہوں اور فرضی نمازوں کے اوقات میں بھی جلوس جوش وخروش کے ساتھ چلتا رہے اور شیعہ کے ایجاد کردہ تمام نعرے اس میں لگتے رہیں اور میلاد کے نام سے لوگوں سے چندہ مانگے جائیں اور بے ریش لوگ ایسی نعتیں پڑھتے ہوں جو افراط وتفریط کی مد میں آتی ہوں اور بجائے آپ کی صحیح حدیثیں بیان کرنے کے جعلی اور من گھڑت روایات کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہو اور بجائے لوگوں کو اسلام سکھانے کے میلاد کے نام سے جلسے منعقد کر کے اُن حضرات کو جو صحیح معنی میں اسلام کے خادم ہیں کوسا جائے اور ان کی تکفیر کی جائے اور اسراف کرتے ہوئے ضرورت سے زیادہ روشنی کی جائے جھنڈیاں لگائی جائیں اور ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے موم بتیوں اور چراغوں پر صرف کر دیے جائیں وغیرہ وغیرہ مفتی صاحب کیا یہ قیود مراد ہیں؟ اگر واقعی یہی مراد ہیں تو سلف صالحین

اس سے کیوں محروم رہے اس کی وجہ کیا ہے؟ ہم نے اس کی مزید بحث راہِ سنت میں کر دی ہے افسوس ہے کہ مفتی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا صرف یہ کہدیا کہ اگرچہ اس کا ایجاد کرنے والا نیک نہ تھا مگر کیا بد اگر کوئی کام کرے اور وہ اچھا ہو تو وہ نہ کیا جائے فرعون نے پختہ اینٹ ایجاد کی ہیں اور آج ساری دنیا استعمال کرتی ہے (محصلہ) راہِ جنت صـــ)
یہ کوئی جواب نہیں سوال یہ ہے کہ یہ نیک کام صحابہ کرامؓ کو کیوں نہ سوجھا؟ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے کیوں نہ کیا؟ ائمہ اربعہؒ نے کیوں نہ کیا؟ کیا ان کے زمانہ میں میں آپ کی ولادت نہ ہوئی تھی یا ان کو محبت نہ تھی؟ آخر بتلائیں وجہ کیا ہے کہ چھٹی صدی تک یہ عمل کارِ خیر شمار نہیں ہوتا اور ۶۰۲ھ کے بعد یک جنت کارِ خیر ہونے لگتا ہے؟

(۴) اسی کتاب کے صـ۵ پر ہے یعنی وہ ان اعمال کو فی حد ذاتہا مکروہ و ممنوع نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مباح یا باحت اصلیہ و مستحسن بحسن عقیدت و نیت جانتے ہیں الخ (راہِ جنت صـ۵۱)

الجواب:۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو سمجھ عطا فرمائے حضرت تھانویؒ تمام اشیاء اور اعمال کے بارے میں یہ نہیں کہہ رہے وہ تو ان اعمال کو الخ فرما کر بعض مخصوص اعمال کا ذکر فرماتے ہیں اور مفتی صاحب ہمیں خشک مرعوب کرنے کے لیے یہ لکھتے ہیں کہ خود علماء دیوبند کا بھی یہ ہی عقیدہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے کہ جس کو شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہے (راہ جنت صـ۵۱) مفتی صاحب ہوش میں آیئے علماء دیوبند مخصوص افعال اور اعمال کے بارے میں

ارشاد فرمایا ہے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت ہے۔ مفتی صاحب کی طرح تعمیم اشیاء کا لفظ وہ نہیں بولتے لفظ یا باحت اصلیہ سے اصطلاحی اباحت اصلیہ مراد نہیں ہے جو ورود شرع سے پہلے زمانۂ فترت میں تھی بلکہ اس سے شرعی اباحت مراد ہے کیونکہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و تعظیم کی ہو رہی ہے جس کے حدود و قیود شریعت سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۴) اسی کتاب کے ص۱۲ پر یہ ہے بعض افعال تو ایسے ہوتے ہیں جن میں صراحۃً مصلحت ہی مصلحت ہے اس کے مستحسن ہونے میں سب کا اتفاق ہے ان عبارات میں مولوی اشرف علی صاحب نے صاف طور پر مانا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے الی ان قال اب دیکھئے مولوی گکھڑوی صاحب مولوی اشرف علی صاحب پر کیا فتوی جڑتے ہیں اھ (راہ جنت ص۵۱ و ص۵۲)

الجواب : مفتی صاحب کا یہ مقولہ بالکل بجا ہے کہ خدا جب دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے (راہ جنت ص۴۵) بس یہی رونا مفتی صاحب کی سمجھ اور عقل کا ہے کہ حضرت تھانویؒ تو بعض افعال فرماتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ ان میں صراحۃً مصلحت ہی مصلحت ہے اور مفتی صاحب، بعض افعال میں لفظ بعض اور لفظ صراحۃً کو بالکل نظر انداز کر کے اصل اشیاء میں اباحت کا شاہانہ خواب دیکھ رہے ہیں۔ مفتی صاحب جھگڑا بعض افعال کا نہیں ہے آپ کا دعوی یہ ہے۔ تمام چیزیں بذات خود حلال ہیں الخ (راہ جنت ص۳۹) صحیح تر یہ ہے کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے حرمت تو ممانعت کے عارضہ سے ہوگی اھ (ص۴۲) کہ تمام امت مسلمہ اس پر

متفق ہے کہ شریعت اسلامیہ کے نزول پر تمام چیزیں اصل میں مباح ہیں الخ (ص۴۳) ساری اُمت مسلمہ اس پر متفق ہے کہ ہر چیز حلال ہے الخ (ص۴۶) ہم نے ان تمام عبارات کا جواب پہلے عرض کر دیا ہے وہاں ہی ملاحظہ فرمائیں الغرض مفتی صاحب نے اپنے دعویٰ کے ثبوت پر صاف اور صریح غیر محتمل ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا اور انشاء اللہ کر بھی نہ سکیں گے محض تنکوں کا پل بنا کر اس پر اپنے حقیقت دین سے بے خبر حواریوں کو پار کرنا چاہتے ہیں بڑے شوق سے کریں ہر ایک کو اپنی اپنی قبر میں جانا ہے ؎

نظروں سے روح تک ہے پُر اسرار سوز و ساز
اِک داستانِ راز کا عنواں ہے زندگی

الحاصل ہم نے تفصیل کے ساتھ عرض کر دیا ہے کہ اصل اشیاء کی اباحت و حرمت اور توقف میں فقہاء عظام کا اختلاف ہے جب اصل ہی مختلف فیہ ہو تو اس پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہے؟ اور پھر باقرار مفتی صاحب درود شرع سے پہلے کا ہے، شریعت کے آنے کے بعد خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں اگر ہر عمل اور کام کی اجازت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اور خلفاء راشدینؓ کی سنت پر پابند رہنے کی تاکید نہ فرماتے اور اہل حق اور فرقہ ناجیہ کی علامت ما انا علیہ واصحابی نہ بتاتے اور محدثات و بدعات کی تردید سخت سے سخت الفاظ میں ارشاد نہ فرماتے جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے بعض

اعمال و افعال ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ بدعات ہیں حالانکہ وہ افعال و اشیاء ہیں جو بقول مفتی احمد یار خان صاحب اباحت کی مد میں آتے ہیں اور وہ فقہاء کرامؒ بھی جو اشیاء کی اباحت کے قائل ہیں ہر چیز کی اباحت کے وہ بھی قائل نہیں ہیں چنانچہ علامہ شامی اشیاء میں اباحت مانتے ہیں لیکن مفتی صاحب کی طرح ہر شے اور تمام چیزوں میں اباحت کے وہ بھی قائل نہیں ہیں ہاں فی الجملہ اباحت کے قائل ہیں اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو صنعت و حرفت کی مد میں آتی ہوں یا ان کے خلاف ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل موجود نہ ہو یہی وجہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے متعدد مقامات پر بدعات کی تردید کی ہے اور یہ فرما کر ان کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا کہ اصل اشیاء میں چونکہ اباحت ہے لہذا یہ مباح اور حلال ہیں۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ امام جب فرائض میں مصروف ہو تو آیت رحمت پر سوال رحمت نہیں کر سکتا اور آیت عذاب پر عذاب سے پناہ نہیں مانگ سکتا بلکہ یہ بدعت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بعد کے ائمہؒ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

امّا الامام فی الفرائض فلما	بہر حال امام کا فرائض میں ایسا کرنا
ذکرنا من انہ صلی اللہ	تو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت
علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا	صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا
وکذا الائمۃ من بعدہ	اور اسی طرح آپ کے بعد آج تک
الی یومنا ھٰذا فکان من المحدثات	ائمہؒ نے بھی نہیں کیا تو یہ بدعت ہوگی

اھ (شامی جلد اص ۲۶۶ طبع مصر)

تعجب ہے علامہ شامی پر جو یہ نہیں فرماتے کہ چونکہ قرآن وسنت میں فرائض میں امام کا آیت رحمت پر سوال کرنا اور آیت عذاب پر تعوذ کرنا منع اور حرام نہیں لہذا اباحت اصلیہ کے تحت یہ بھی مباح اور حلال ہے بلکہ اسکو محدثات اور بدعات میں شمار کرتے ہیں اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اور اسی طرح آپ کے بعد آئمہ نے بھی آج تک ایسا نہیں کیا لہذا یہ بدعت ہے اگر اصل اشیاء کی اباحت کا وہ مفہوم جو مفتی صاحب کے دماغ میں ہے یا ہر ہر چیز کی اباحت کا نظریہ علامہ شامیؒ کا ہوتا تو یقیناً وہ اس فعل کو بدعت اور محدث نہ فرماتے یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مفتی احمد یار خان صاحب نے راہ جنت ص۱۷ میں عدم فعل اور ترک فعل کی لفظی بحث میں عوام کو الجھا کر اپنے لیے چور دروازہ اور راہ فرار اختیار فرمائی ہے اور فرماتے ہیں کہ عدم فعل میں اتباع نہیں (ص۱۷) مگر وہ ساری بحث جو راہ سنت میں درج ہے کہ محرک۔ اور داعیہ کے ہوتے ہوئے عدم فعل بھی موجب اتباع ہے شیر مادر سمجھ کر پی گئے ہیں اور عنایہ شرح ہدایہ کی ایک عبارت سے دھوکہ دینے کی ناکام سعی کی ہے کہ یعنی ان المتروك مع الحرص علی احراز فضیلۃ النفل دلیل الکراھۃ (راہ جنت ص۱۷) اور ہدایہ کی یہ عبارات کہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعل ذلک الخ اور لانہ لم یبرز علیہ الخ والبدائع والصنائع کی یہ عبارت بکرہ لانہ لم یرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کبیری کی یہ عبارت کہ صلوۃ رغائب اس لیے بدعت ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور ان کے بعد ائمہ مجتہدینؒ سے لم ینقل عنہم نقل نہیں کیا گیا جو راہ سنت کے ص۹۲

اور ص۹۲ پر با حوالہ درج ہیں بالکل پی گئے ہیں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ترکِ فعل جو نہی کا مفاد ہے حجت ہے ہی لیکن داعیہ۔ محرک سبب اور ضرورت کے وقت عدم فعل بھی حجت ہے اور آپ کی تمام اختیار کردہ بدعات کے محرکات اور دواعی پہلے بھی موجود تھے مگر یہ عشق جو آج آپ کو اور آپ کی جماعت کو سوجھا ہے پہلے کبھی کسی کو نہیں سوجھا خود مفتی صاحب کو بھی آخر دبی زبان سے پہلے آئیں بائیں شائیں کرنے کے بعد اقرار کرنا پڑا ہے چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت کے ہوتے ہوئے بھی نہ کرنا دلیل کراہت ہے یونہی نہ کرنا دلیل کراہت نہیں الخ (راہ جنت ص۲۷) مفتی صاحب یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ محرک اور داعیہ کے ہوتے ہوئے عدم فعل دلیل بدعت اور دلیل کراہت ہے آپ نے لنا ہی ایچ پیچ کیا مگر آخر اقرار کرنا ہی پڑا ہے۔

ملتے جس کو نہ تھے پیچھے پہنچے وہاں

اور علامہ شامیؒ کی مذکورہ عبارت میں بھی انه صلى الله عليه وسلم لم يفعله کے الفاظ ہیں متکہ کے الفاظ نہیں ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کے وقت امامت بھی نفلی فرائض بھی تھے آیت رحمت اور آیت عذاب پڑھی بھی جاتی تھی لیکن بایں ہمہ نہ تو آپ نے اس مقام پر سوال رحمت اور تعوذ کیا اور نہ آپ کے بعد ائمہ نے ایسا کیا لہٰذا یہ فعل بدعت اور محدث ہوگا اور علامہ شامیؒ نے عدم فعل کو دلیل بدعت قرار دیا ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

صریح مغالطہ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ عید سے پہلے نوافل اس لیے منع نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے نہ پڑھے

بلکہ اس لیے منع ہیں کہ عنایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے انکار و ممانعت بہت ثابت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ سے ثابت ہے کہ دونوں حضرات کھڑے ہوئے اور لوگوں کو عیدالفطر کے دن امام سے پہلے نفل پڑھنے سے منع کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز عید سے پہلے نفل کی کراہت عدم فعل کی وجہ سے نہیں بلکہ ترک اور انکار کی وجہ سے ہے ترک اور چیز ہے انکار دوسری چیز اھ (راہ جنت ص۱۴۲)

الجواب: مفتی صاحب آپ کا اخلاقی فرض تھا کہ آپ صحابہ کرامؓ کے اس انکار اور منع کی وجہ بھی بیان فرماتے بلاشک انہوں نے انکار اور منع کیا ہے مگر اس کی وجہ کیا ہے؟ مفتی صاحب آپ راہ سنت ص۱۳۵ میں حضرت علیؓ کے اس بیان کو کیوں پی گئے ہیں؟

وانی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا	اور میں بالیقین جانتا ہوں کہ
یثیب علی فعل حتی یفعلہ	اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ	دے گا جب تک کہ آنحضرت صلی
او یحث علیہ	اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ کیا ہو یا
	اس کی ترغیب نہ دی ہو۔

حضرت علیؓ کا یہ فرمان کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں ہے یہ ارشاد اس امر کی غیر مبہم اور صاف دلیل ہے کہ حضرت علیؓ نے اس شخص کو نماز سے اس لیے منع کیا تھا کہ ان کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ نماز ثابت نہ تھی اور اس کی ترغیب پر آپ کا کوئی قول بھی موجود نہ تھا الخ مفتی صاحب یہ فرمایئے

کہ حضرت علیؓ کیا فرما رہے ہیں؟ مفتی صاحب آپ تو ہم سے یہ خطاب فرماتے ہیں کہ بڑا بھاری فریب۔ ایک اور دھوکہ۔ ایک اور فریب۔ اسی طرح دھوکہ بازیوں جھوٹ فریب خیانتوں سے دیوبندیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ (آخر کا حوالہ راہ جنت ملاحظہ) بلاشک دیوبندیت تو جھوٹ اور فریب وغیرہ سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ اسکی ضرورت ہے دیوبندیت تو بفضلہ تعالیٰ دلائل قاطعہ اور براہین قویہ سے ثابت ہے جس کے روشن عقائد پر قرآن و سنت اجماع امت اور فقہاء کرامؒ کے واضح اقوال صراحت سے دلائل کرتے ہیں فریب اور دھوکہ بازی سے تو بریلویت ثابت ہے جس کے ستون مفتی صاحب بنے ہوتے ہیں مگر کیا

نگاہ فیض تجلّی سے ہے ابھی محروم

مفتی صاحب کے قرآنی دلائل

مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے اپنے اس دعویٰ پر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے قرآن کریم کی چند آیات سے مطلب کشید کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور غیر متعلق آیات اپنی پیاری اور مبارک گیارھویں شریف کے عدد کے مطابق بیان کر کے دھوکہ دینے کی شرمناک خیانت کی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو سمجھ عطا فرمائے اور ساتھ ہی دیانت بھی۔

پہلی دلیل

مفتی صاحب نے جاء الحق میں بھی اور راہِ جنت ص۳۶ اور ص۱۱۱ میں بھی یہ آیت کریمہ پیش کی ہے۔

قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَاۤ اُوْحِيَ	تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو
اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ	میری طرف وحی کی گئی کسی کھانے

يَطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ | والے پر کھانا حرام مگر یہ کہ
مَيْتَةً الخ | مردار ہو الخ

دیکھو اس آیت کریمہ میں چیزوں کے حرام نہ ہونے کو حلال ہونے کی دلیل قرار دیا گیا اگر اصل اشیاء میں حرمت ہوتی یا سکوت ہوتا تو یہ آیت بالکل بے معنی ہو جاتی۔ (راہ جنت ص۳۶)

الجواب :- چونکہ اس آیت کے استدلال کو مفتی صاحب کے نزدیک درجہ اول حاصل ہے اور ممکن ہے کہ بعض ناخواندہ حضرات کو غلط فہمی بھی پیدا ہو جائے اس لیے ہم قدرے تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کا استدلال اس سے بالکل غلط ہے اولاً اس لیے کہ اس آیت کریمہ میں صرف چار چیزوں کا ذکر ہے۔ میتہ دم مسفوح۔ لحم خنزیر اور غیر اللہ کے نام پہ نامزد کیا ہوا جانور۔ کیا ان چار اشیاء کے علاوہ باقی تمام چیزیں مفتی صاحب کے نزدیک حلال ہیں؟ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مفتی صاحب نے الخ کر کے چھوڑ دیا ہے اور پوری آیت بیان نہیں فرمائی تاکہ قلعی نہ کھل جائے اور اسی آیت کریمہ سے منکرین حدیث نے صرف چار چیزوں کو حرام کہا ہے باقی تمام اشیاء کو حلال کہا ہے جیسا کہ مفتی صاحب کا دعویٰ ہے۔ منکرین حدیث کا یہ مسلک "انکار حدیث کے نتائج" میں ملاحظہ کریں۔ ثانیاً ان چار چیزوں کے علاوہ اور بھی بہت سی اشیاء حرام ہیں جن کی حرمت قرآن وسنت اور اجماع و قیاس وغیرہ سے ثابت ہے اور بعض ایسی اشیاء بھی ہیں جن کی حرمت صریح وحی سے ثابت نہیں بلکہ اجماع و قیاس سے ثابت ہے ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ آئندہ ہم قدرے وضاحت سے

عرض کریں گے وثالثاً مفتی صاحب غصہ جانے دیجیے آپ تو فرماتے ہیں کہ
اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جن اشیاء کی حرمت نہیں بیان ہوئی وہ
حلال ہیں اور اس سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے مفتی صاحب کہیں
اس آیت کا یہ مطلب نہ ہو کہ اشیاء کو اپنی مرضی سے حلال و حرام کہنا صحیح نہیں
بلکہ وہی اشیاء حلال ہوں گی جن کو وحی حلال کہے اور وہی حرام ہوں گی جن کو
وحی حرام کہے اپنی خواہش نفسانی کے مطابق کسی چیز کو حلال و حرام کہنا ہرگز صحیح
نہیں اگر یہ مطلب ہے تو اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ
قرآن کریم سے بالکل برعکس مطلب کشید کر رہے ہیں اور قرآن کریم کی تحریف
کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مفتی صاحب آپ کی تسلی کے لیے ہم سردست چند
حوالجات عرض کرتے ہیں ضروری سمجھا تو تفصیل سے عرض کریں گے انشاء اللہ۔

علامہ خازن علی بن محمد الشافعی رح (المتوفی سنہ ۷۴۱ھ) اپنی مشہور تفسیر
میں لکھتے ہیں کہ:۔

قُلْ لَا اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ	کہہ دیجئے کہ میں نہیں پاتا اس چیز
الآیۃ اعلم انہ لما بیّن اللہ	میں جو میری طرف بھیجی گئی ہے الخ
تعالیٰ فساد طریقۃ اھل	تو جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ نے
الجاھلیۃ وما کانوا علیہ	اہل جاہلیت کے طریقہ اور اپنی طرف
من التحلیل والتحریم من	سے جو تحلیل و تحریم وہ کرتے تھے
عند انفسھم واتباع	اس کا فساد بیان کیا اور یہ بیان
اھوائھم فیما احلوہ و	فرمایا کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی

حرموہ من المطعومات	کرتے ہیں اُن اشیاء میں جن کو وہ
اتبعہ، یابیان العلم فی	کھانے کی چیزوں میں از خود حلال
ذلک و بیّن ان التحریم	وحرام ٹھہراتے ہیں تو اس کے بعد
والتحلیل لا یکون الا بوحی	اللہ تعالیٰ نے صحیح بیان پیش فرمایا
سماوی وشرع نبوی اھ	اور وضاحت کر دی کہ تحریم وتحلیل
(تفسیر خازن جلد۲ ص۱۹۴ طبع مصر)	وحی سماوی اور تشریع نبوی کے

بغیر نہیں ہو سکتی۔

اِس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ اپنی خواہش نفسانی سے کسی چیز کو حلال وحرام کہنا اہل جاہلیت اور مشرکین کا طریقہ تھا جو بالکل فاسد اور باطل ہے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ تحریم وتحلیل وحی سماوی اور شرع نبوی ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اپنی مرضی اور خواہش نفسانی کے تحت اشیاء کو حلال اور مباح قرار دینا بالکل باطل ہے فرمایئے مفتی صاحب یہ آیت کریمہ آپ کی دلیل ہے یا آپ کی علمی تحقیق اور دیانت پر ضرب کاری ہے؟ بات بالکل دو ٹوک اور صاف فرمانا لگی لپٹی نہ ہو۔

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) اس آیت سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں ان کی تشریح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

المسألة الثانية لما بيّن الله	دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب اللہ
تعالیٰ ان التحریم والتحلیل	تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تحریم وتحلیل
لا یثبت الا بالوحی قال	ثابت نہیں ہو سکتی مگر وحی کے

لا اجد الآیۃ الی ان قال و	ساتھ تو فرمایا کہ میں نہیں پاتا الخ
ذٰلک لانہ ثبت انہ لا	(پھر آگے فرمایا کہ) اور یہ اس لیے
طریق الی معرفۃ المحرمات	کہ ثابت ہو چکا ہے کہ حرام اور حلال
والمحللات الا بالوحی اھ	اشیاء کے پہچاننے کا وحی کے سوا
(تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۱۹ طبع مصر)	اور کوئی طریقہ ہی نہیں ہے۔

اس سے بھی صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ اشیاء کی تحلیل و تحریم کا مدار ہی صرف وحی ہے نہ یہ کہ از خود کسی چیز کو حلال و حرام قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ مفتی صاحب کا غلط دعوےٰ ہے۔

علامہ ابو السعود محمد بن محمد العمادی ——— الحنفی رح (المتوفی ۹۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-

قل لا اجد فی ما	قل لا اجد الآیۃ میں یہ بتایا گیا
اوحی الی محرما ——— ایذان	ہے کہ حل و حرمت کا دار و مدار
بان مناط الحل والحرمۃ	صرف وحی پر ہے۔
ھو الوحی	

(تفسیر ابو السعود جلد ۲ ص ۱۴۳)

اس سے بھی واشگاف ہو گیا کہ اشیاء کی حل و اباحت اور حرمت کا دار و مدار صرف وحی پر ہے۔ حضرت بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رح (المتوفی ۱۲۲۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فان المقصود من ھذا الکلام	پس بے شک مقصود اس کلام سے

التنبيه ان التحريم وغيرها	تنبیہ اس پر کہ تحریم وغیرہ
من الاحکام انما یعلم بالوحی	احکام صرف وحی ہی کے ذریعہ
دون الهوی اھ	معلوم ہو سکتے ہیں خواہش نفسانی
(تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۲۳۶)	سے معلوم نہیں ہو سکتے۔

اس سے بھی یہ امر آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ تحریم وتحلیل وغیرہ جتنے احکام ہیں صرف وحی ہی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں اپنی مرضی اور خواہش کا ان میں سرے سے کوئی دخل نہیں ہے۔

فرمایئے مفتی صاحب بات کیا ہے؟ مفسرین کرام تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس لیے آئی ہے اور اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تحلیل وتحریم وغیرہ احکام میں رائے کا سرے سے دخل نہیں جس کو وحی حلال کہہ دے وہی حلال اور جس کو وحی حرام قرار دے وہی حرام عام اس سے کہ وحی متلو ہو یا غیر متلو اور اسی طرح طرق اثبات کی دلالات اپنے مقام کی شئے ہے عبارت ہو یا اشارت دلالت ہو یا اقتضار مگر وحی کے بغیر کوئی چیز نہ حلال ہے اور نہ حرام بتایئے مفتی صاحب ہم آپ کی اختراعی تفسیر (جو خالص تحریف ہے) اسکو تسلیم کریں یا مفسرین کرام رہ کی یہ تفسیرات جو عرض ہوئی؟ مفتی صاحب کیا آپ کو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں؟ کیا آپ مرنا بھول گئے ہیں؟ فرمایئے بات کیا ہے اچھا ؏

دو کروٹیں ہیں عالم غفلت میں خواب کی

دوسری دلیل

وَمَا لَكُمْ	تمہیں کیا ہوا کہ اس میں
أَلَّا تَأْكُلُوا	سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ

مَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ۔	کا نام لیا گیا وہ تو تم سے مفصل بیان کر چکا جو تم پر حرام ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے حرام چیزوں کو تو تفصیل وار بیان فرمایا۔ رہی حلال چیزیں اس کی تفصیلی بیان کی ضرورت نہیں کہ جو حرام نہ ہو وہ حلال ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (راہِ جنت ص۳۶)

الجواب: مفتی صاحب کا اس آیت کریمہ سے اباحت اشیاء کا استدلال خالص اختراع اور ایجاد بندہ اور بالکل مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ ان کا یہ خیال کہ قرآن حکیم نے حرام چیزوں کو تو تفصیل وار بیان فرمایا غلط ہے کیونکہ بہت سی اشیاء ایسی ہیں جن کی حرمت قرآن پاک میں مذکور نہیں لیکن ہیں وہ بھی حرام جن کی حرمت احادیث اور دیگر دلائل سے ثابت ہے یہ نظریہ مفتی صاحب نے منکرین حدیث سے مستعار لیا ہے اور پھر افتاد کے زور سے اپنا لیا ہے کہ حرام چیزوں کی تفصیل قرآن حکیم میں ہی کر دی گئی ہے۔ علامہ ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ الآیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

فان هذه الآية خاصة باتفاق اهل العلم على تحريم اشياء كثيرة غير مذكورة في الآية فجاز قبول الاخبار الآحاد	سو بے شک یہ آیت مخصوص ہے کیونکہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بہت سی چیزیں اور بھی حرام ہیں جو اس آیت کریمہ میں مذکور نہیں ہیں تو جائز ہے کہ اخبار آحاد

فی تخصیصہا اھ	کو اس کی تخصیص کے سلسلہ میں
(احکام القرآن جلد ۳ ص۲۳ طبع مصر)	قبول کر لیا جائے۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ

لاتفاق الجمیع من الفقہاء	تمام فقہاء کرام اس امر پر متفق ہیں کہ
علی تحریم اشیاء غیر	کئی اور اشیاء بھی حرام ہیں جو اس
مذکورۃ فی الآیۃ کالخمر	آیت میں مذکور نہیں ہیں مثلاً شراب
ولحم القردۃ والنجاسات	بندر کا گوشت اور نجاسات وغیرہا
وغیرہا فلما ثبت خصوصہ	پس جب اس کا بالاتفاق مخصوص
بالاتفاق ساغ قبول خبر	ہونا ثابت ہو گیا تو جائز ہے کہ خبر
الواحد واستعمال القیاس	واحد اور قیاس کو بھی بعض اشیاء
فیہ اھ (جلد ۳ ص۲۷)	کی حرمت کے لیے قبول کیا جائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی حرمت، اخبار احاد اور قیاس سے بھی ثابت ہے اور اس امر پر تمام فقہاء اور اہل علم متفق ہیں۔ مگر مفتی احمد یار خان صاحب تمام فقہاء اور اہل علم کے مقابلہ میں ایک نیا محاذ قائم کر کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حرام چیزوں کو تفصیل وار قرآن حکیم نے بیان کر دیا ہے باقی جو ہیں وہ حلال ہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ مفتی صاحب آپ تو ہوشیار۔ ہوشیار کہہ کر دکھائی دیتے ہیں کہ راہ سنت قرآن و سنت اور اقوال فقہاء کے خلاف ہے اس لیے نہ اس کو پڑھو نہ خریدو مگر خیر سے اپنے گھر کی مطلقاً خبر ہی نہیں جو استدلال لیا غلط کیا جس میں ساری دنیا ایک طرف ہے اور مفتی

صاحب دوسری طرف ہیں۔ (د) ثانیاً خط کشیدہ عبارت کہ رہی حلال چیزیں اس کے تفصیلی بیان کی ضرورت نہیں کہ جو حرام نہ ہو وہ حلال ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے بلفظہٖ مفتی صاحب یہ آیت مذکورہ کے کس حصہ کا ترجمہ ہے؟ اور مفسرین کرامؒ میں سے مطلقاً کس نے یہ لکھا ہے؟ آپ کو خدا تعالیٰ کا ڈر نہیں کہ اپنی دماغی اختراع کو قرآنی دلیل کہتے ہیں؟

تیسری دلیل قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا۔ تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے حرام کیا۔

دیکھو مشرکین عرب بحیرہ سائبہ وغیرہ جانوروں کو حرام سمجھتے تھے اُن سے فرمایا گیا ان چیزوں کے حرام ہونے کے دلائل و گواہ لاؤ یعنی اگر حرمت کی دلیل نہ ملے تو سمجھ لو کہ یہ حلال ہیں یہ نہ فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ انہیں حلال ہونے کے دلائل دکھاؤ پتہ لگا کہ چیزیں بذاتِ خود حلال ہیں کسی دلیل سے حرام ہوں گی یعنی اصل اشیاء میں اباحت ہے (راہِ جنت ص۳۷)

الجواب:۔ مفتی صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جیسے چیزیں کسی دلیل سے حرام ہوتی ہیں اسی طرح حلال بھی کسی دلیل ہی سے ہوسکتی ہیں پہلے قرآن کریم ہی کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ جو لوگ محض اپنی مرضی سے هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ کہتے ہیں تو وہ جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ رہے ہیں اور ابھی تفسیروں کے حوالے سے عرض کیا جا چکا ہے کہ تحلیل و تحریم وحی الٰہی اور شرع نبوی کے بغیر

نہیں ہو سکتی اس آیت کریمہ میں صرف مشرکین کی تحریم خود ساختہ کی تردید کی گئی ہے یعنی اگر حرمت کی دلیل نہ ملے الخ سے جو کچھ بھی مفتی صاحب نے فرمایا ہے یہ خالص ان کی ذاتی ایجاد ہے اور اسی کا نام کشید اور سینہ زوری ہے اور اسی کو تحریف کہتے ہیں۔

چوتھی دلیل قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔

کفار عرب حج کے زمانہ میں گوشت اور لذیذ غذائیں قریباً چھوڑ دیتے تھے لباس نہایت معمولی پہنتے تھے اُن کی تردید میں آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ چونکہ یہ چیزیں حج کے زمانہ میں ہم نے حرام نہیں کیں تو تم انہیں حرام کیوں کہتے ہو؟ معلوم ہوا کہ جو چیز اللہ رسول حرام نہ فرماویں وہ حلال ہے اصل اشیاء میں اباحت ہے (راہ جنت ص۲۷)

الجواب: یہ خط کشیدہ الفاظ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ علاوہ ازیں سند گذر چکا ہے کہ وحی الہی اور شرع نبوی کے بغیر تحلیل و تحریم ممنوع ہے اور اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال اور حرام کہنا منصب شریعت پر دست اندازی کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ مفتی صاحب کو سمجھ اور دیانت عطا فرمائے۔

پانچویں دلیل يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا اے ایمان والو! وہ پاکیزہ چیزیں حرام نہ سمجھو

طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○

جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیں حد سے آگے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

یعنی جو چیزیں اللہ نے حلال فرمائیں اس طرح کہ انہیں حرام نہ فرمایا اے مسلمانو تم انہیں حرام نہ سمجھو یہ حد اسلام سے آگے بڑھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اگر اصل اشیاء میں حرمت ہوتی تو عام چیزوں کو حرام جاننے پر مسلمانوں کو عتاب نہ ہوتا (راہِ جنت ص ۳۷ و ص ۳۸)

الجواب:۔ مفتی صاحب اس آیت میں تو اس کی تصریح ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں تم انہیں حرام نہ سمجھو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یہ جو آپ نے اپنی طرف سے پیوند لگایا ہے کہ اس طرح کہ انہیں حرام نہ فرمایا الخ یہ آیت کے کس جملہ کا ترجمہ ہے اور آگے جو آپ نے محض اپنی مرضی سے نتیجہ نکالا ہے کہ اگر اصل اشیاء میں حرمت ہوتی الخ یہ اس آیت کریمہ کے کس حصہ کا ترجمہ اور مطلب ہے؟ مفتی صاحب آپ کس جرأت اور جسارت سے محض اپنی اختراع کو قرآنی استدلال فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ تو اس امر پر نص ہے کہ حلال و حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو شخص اپنی مرضی سے اشیاء کو حلال و حرام قرار دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ ہرگز محبت نہیں کرتا۔ مفتی صاحب یہ آیت تو آپ کی تردید میں ہے نہ کہ تائید میں مگر بقول شما سچ ہے۔ جب خدا دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔

چھٹی دلیل وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

اور حرام ٹھہراتے ہیں وہ جو انہیں اللہ نے روزی دی اللہ پہ جھوٹ باندھنے کو بیشک وہ گمراہ ہوگئے اور راہ یافتہ نہ ہوتے۔

معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی چیز کو بغیر دلیل حرام مانے وہ گمراہ بھی ہے اور ہدایت سے دُور بھی۔

الجواب:۔ بلاشک جو شخص بغیر دلیل کے کسی چیز کو حرام مانے وہ گمراہ بھی ہے اور ہدایت سے دُور بھی مگر مفتی صاحب پہلے گذر چکا ہے کہ جو شخص اپنی مرضی سے هٰذَا حَلَالٌ کہتا ہے وہ بھی جھوٹ کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے اور گذر چکا ہے کہ تحلیل و تحریم وحی الٰہی اور شرع نبوی کے بغیر نہیں ہو سکتی مفتی صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ عطا فرمائے کہ غیر متعلق آیات سے استدلال کیا؟

ساتویں دلیل قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ الیٰ قوله أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا۔

تم فرما دو کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ (یہاں تک کہ ارشاد فرمایا) کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا۔

غور کرو کہ کفار جو بعض جانوروں بحیرہ سائبہ وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے اُن پہ عتابانہ طور سے ارشاد ہوا کہ کیا تم نے اللہ کو حرام فرماتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ حرمت کہاں سے آئی ہے نر کی طرف سے یا مادہ کی طرف سے۔ دیکھو جن چیزوں کو رب حرام

نہ کرے اسے حرام سمجھنا جرم ہے اصل اشیاء میں اباحت ہے" (راہِ جنت ص۳۸)

الجواب :- مفتی صاحب بڑا غور کیا مگر قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بعض جانوروں کو حرام سمجھتے تھے جیسا ان پر عتاب فرمایا گیا ہے۔ ویسا ہی اپنی مرضی سے ھذا حلال کہنے والوں پر بھی افتراء اور جھوٹ بولنے کا عتابانہ ارشاد ہوا ہے۔ اور دیکھو جن چیزوں کو رب حلال نہ فرمائے انہیں حلال سمجھنا بھی جرم ثابت ہوا کیونکہ اصل اشیاء میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت ضروری ہے جس کو وہ حلال فرمائیں وہ حلال اور جس کو وہ حرام فرمائیں وہ حرام مرضی کا کیا دخل؟ یہ آیت کریمہ بھی اباحت اشیاء کے اثبات سے بالکل غیر متعلق ہے۔

آٹھویں دلیل

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۔

اے ایمان والو! ان چیزوں کے متعلق نہ پوچھو کہ جو اگر تم پر ظاہر کر دی جاویں تو تمہیں ناگوار ہوں اور اگر تم اُن کی بابت پوچھو گے جب کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جاویں گی۔ اللہ نے ان کی معافی دیدی۔

معلوم ہوا کہ جو چیزیں ظاہر نہ کی جائیں اس طرح کہ ان کا ذکر ہی نہ ہو وہ معافی میں ہیں یعنی حلال ہیں (راہِ جنت ص۳۸ و ص۳۹)

الجواب :- اس آیت کے شانِ نزول اور تفسیر کے بارے میں مختلف اقوال مفسرین

کرامؒ نے نقل کیے ہیں ایک یہ کہ بعض لوگ لایعنی قسم کے سوالات کرتے تھے مثلاً کوئی کہتا میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا میری اونٹنی کہاں ہے؟ کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ اس پر یہ ارشاد نازل ہوا کہ ایسے دُور از کار اور بے مغز سوال نہ کیا کرو اگر نزول قرآن اور وحی کے زمانہ میں سوال کروگے تو ہو سکتا ہے کہ وہ امور تم پر ظاہر کر دیے جائیں اور پھر تم خود پریشان ہو اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :-

وظاهر الآية النهي عن السوال عن الاشياء التي اذا علم بها الشخص سائته فالاولى الاعراض عنها و تركها اھ
(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص۱۰۶ طبع مصر)

اور آیت کا ظاہر چاہتا ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ ان کو جب کوئی شخص جان لے تو اُسے تکلیف ہو سو ایسے حالات میں بہتر یہی ہے کہ ان سے اعراض کیا جائے اور ان کو ترک کر دیا جائے۔

اور ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ :-

ای وان تسألوا عن هذه الاشياء التي نهيتم عن السوال عنها حين ينزل الوحي على رسول الله صلى الله عليه وسلم تبين لكم۔
(جلد ۱ ص۱۰۶)

یعنی اگر تم ان چیزوں کے بارے میں سوال کروگے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جا رہی ہے ان اشیاء کو تم پر ظاہر کر دیا جائے گا۔

اور مشہور تابعی حضرت عکرمہؒ اس کی یہ تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ :-

ان المراد بهذا النهي عن سؤال وقوع الآيات كما سألت قريش ان يجري لهم انهاراً وان يجعل لهم الصفا ذهبا وغير ذلك (جلد ۲ ص ۱۰۶)

اِس آیت سے مراد یہ ہے کہ فرمائشی معجزات طلب کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ قریش نے سوال کیا تھا کہ ان کے لیے نہریں جاری کر دی جائیں اور ان کے لیے کوہ صفا کو سونا بنا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

اور ایک تفسیر حافظ ابن کثیرؒ یوں کرتے ہیں کہ :-

وهذا تاديب من الله تعالىٰ لعباده المؤمنين ونهي لهم عن ان يسألوا عن اشياء مما لا فائدة لهم في السوال والتنقيب عنها لانها ان اظهرت لهم تلك الامور ربما ساءتهم وشق عليهم سماعها اھ (جلد ۲ ص ۱۰۷)

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ادب سکھایا ہے اور ان کو منع کیا ہے کہ وہ ایسی اشیاء کے بارے میں سوال نہ کریں جن سے سوال میں ان کا کوئی فائدہ نہیں اور ان کو ایسی اشیاء کے کریدنے سے منع کیا ہے کیونکہ اگر اشیاء کو ان کے لیے ظاہر کر دیا جائے تو بسا اوقات ان کو کوفت ہو سکتی ہے اور انکی سماعت ان پر گراں گذر سکتی ہے۔

ان تمام تفاسیر سے قدرِ مشترک کے طور پر یہ بات ثابت ہوئی کہ ایسی اشیاء کے بارے میں سوال کرنا منع ہے جن میں کوئی فائدہ نہیں یا جن سے سوال کرنا منع کر دیا گیا ہے

اور ایسی اشیاء جو بالکل غیر مقصود اور لا یعنی ہیں یا فرمائشی معجزات کے بارے میں سوال سے منع کیا گیا ہے جیسے کفار قریش یہ کہتے تھے کہ ہم تب مسلمان ہونگے جب کہ ہمارے لیے نہریں جاری کردی جائیں اور کوہ صفا کو سونا بنا دیا جائے وغیرہ وغیرہ اور ظاہر بات ہے کہ حلال و مباح میں تو فائدہ ہی فائدہ ہے وہ بھلا مما لا فائدۃ لھم اور الاشیاء التی نھیتم عن السوال عنہا۔ کی مد میں کیسے اور کیونکر آسکتا ہے؟ نہ معلوم مفتی صاحب نے اس آیت کے کس حصہ سے اباحت سمجھی ہے اور بے بنیاد دعوے کیا ہے ممکن ہے کہ مفتی صاحب کو عفا اللہ عنہا سے دھوکہ ہوا ہو سو اسکی تفسیر بھی سُن لیجئے حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :۔

عفا اللہ عنہا ای عما کان منکم قبل ذلك (جلد ۲ ص۱۰۶)	یعنی عفا اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے جو تم سے ہو چکا ہے وہ اللہ تعالٰے نے معاف کر دیا ہے

اور دوسری تفسیر یوں ارقام فرماتے ہیں کہ۔

عفا اللہ عنہا ای مالم یذکرہ فی کتابہ فھو مما عفا عنہ فاسکتوا انتم عنہا کما سکت عنہا (جلد ۲ ص۱۰۶)	عفا اللہ عنہا کا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کا ذکر اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا تو وہ معافی کی مد میں ہیں تم بھی ان سے ایسا سکوت کرو جیسا کہ اللہ تعالٰے نے ان سے سکوت کیا ہے۔

اس سے روشن طور پر یہ معلوم ہوا کہ مما عفا عنہ کی یہ مراد نہیں کہ وہ اشیاء تمہارے لیے حلال و مباح ہیں بلکہ مما عفا اللہ عنہ کا یہ مطلب ہے کہ تم بھی ایسی

اشیاء کے بارے میں سوال سے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے سکوت اختیار فرمایا ہے کیونکہ گذر چکا ہے کہ ایسی اشیاء مما لا فائدہ فیہ کی مد میں ہیں مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ وہ معافی میں ہیں یعنی حلال ہیں (بلفظہٖ) یوں محسوس ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے کتب تفسیر دیکھنے کی زحمت نہیں فرمائی اور سچ بات ہے کہ اگر وہ کتب تفسیر کو دیکھیں تو ان کو یہ اختراعی تفسیریں کہاں سے حاصل ہوں جو ان کے سینہ میں محفوظ ہیں اور جن پر ان کے شرک و بدعت کے عقائد و نظریات کا مدار ہے ؎

فقیہ شہر کی یہ رخصتیں یہ نادبلیں
جواز شرک کے پردے میں ہے خدا سے جنگ

نویں دلیل

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا	اللہ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لیے پیدا فرمائیں۔

جب تمام چیزیں ہمارے لیے پیدا ہوئیں تو سب چیزیں حلال ہی ہیں ہاں جنہیں رب تعالیٰ نے حرام فرما دیا وہ اس عارضہ سے حرام ہوں گی (راہ جنت ص۲۹)

الجواب:۔ اس استدلال میں بھی مفتی صاحب نے بڑی ٹھوکر کھائی ہے اس آیت میں حرف لام ہے جو انتفاع کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کی چیزیں تمہارے فائدہ کے لیے پیدا کی ہیں۔ یہ انتفاع اور فائدہ کیا؟

قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی" لکھتے ہیں کہ:۔

ای لانتفاعکم فی الدنیا فی مصالحکم بوسط او	یعنی دنیا میں تمہارے بالواسطہ یا بلا واسطہ مصالح میں فائدہ

بغیر وسط وفی دینکم باد استدلال والاعتبار اھ (تفسیر مظہری جلد ۱ ص۴۵)	اٹھانے کے لیے اور تمہارے دین میں استدلال اور اعتبار حاصل کرنے کے فائدہ کے لیے پیدا کی گئی ہیں ۔

اس سے معلوم ہوا کہ زمین کی اشیاء انسانوں کے فائدہ کے لیے پیدا کی گئی ہیں عام اس سے کہ بلاواسطہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں مثلاً کھانے اور پینے اور پہننے کی حلال اشیاء یا بواسطہ مثلاً گھاس اور توڑی وغیرہ کو جانور کھائیں گے اور ان جانوروں سے انسان فائدہ اٹھائیں گے یا مثلاً گوبر وغیرہ کہ مثلاً وہ زمین میں ڈالا جائے گا اور اس سے اناج اور فصل اچھی پیدا ہوگی یا مثلاً سانپ بچھو اور بے شمار حشرات الارض اور موذی جانور کہ جن سے انسان عبرت حاصل کریں گے اور ان سے استدلال کر کے باری تعالیٰ کی ہستی اس کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیل پیش کر سکیں گے نہ یہ معنی کہ ان سب کو حلال سمجھنے لگیں جیسا کہ مفتی صاحب سمجھ رہے ہیں انتفاع اور ہے اور حلال ومباح ہونا اور ہے زمین پاک اور قابل انتفاع ہے مگر مٹی کا کھانا حلال نہیں ہے (ھدایہ) یا مثلاً گدھا اور خچر وغیرہ کہ ان سے انتفاع تو جائز ہے مگر یہ حلال اور مباح نہیں بلکہ حرام ہیں تعجب ہے کہ مفتی صاحب مطلقاً سب چیزوں کی اباحت اس آیت سے ثابت فرما رہے ہیں حالانکہ جہاں تک ہم نے تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے اطلاق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بلکہ سب حضرات اس کو مقید کرتے ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین الرازیؒ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ :-

والفقهاء رحمهم الله	فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس

استدلوا به على ان الاصل	سے استدلال کیا ہے نفع بخش
في المنافع الاباحة وقد	اشیاء میں اصل اباحت ہے اور ہم
بيناه في اصول الفقه۔	نے اس کو اصول فقہ کی کتاب میں
(تفسیر کبیر جلد ۲ صـ۱۵۴ طبع مصر)	بیان کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کرام مفتی صاحب کی طرح سب چیزوں کی اباحت کے قائل نہیں بلکہ صرف نفع بخش اشیاء کی اباحت کے قائل ہیں اور وہ ایسی چیزیں ہی ہو سکتی ہیں جن کا نفع اور فائدہ شرع اور قیاس و عقل کے واضح دلائل سے ثابت ہو۔ اور قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی الشافعیؒ (المتوفی ۶۸۴ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

وهو يقتضي اباحة الاشياء	اور یہ آیت چاہتی ہے کہ اشیاء
النافعة (تفسیر بیضاوی صـ۵۷)	نافعہ مباح ہیں۔

اور اس کے محشی بین السطور لکھتے ہیں کہ النافعة کی قید سے زہر کی جملہ اقسام اور نجاسات وغیرہ خارج ہو گئی ہیں کیونکہ وہ مضر ہیں۔ اور ملا جیونؒ لکھتے ہیں کہ:۔

ففي الآية دليل على كون	اس آیت میں دلیل ہے اس
الاباحة اصلاً في الاشياء	امر کی کہ اباحت اصل ہے اشیاء
صرح به صاحب الكشاف	میں صاحب کشاف نے اس کی
حيث قال قد استدل	تصریح کی ہے۔ کیونکہ انہوں
بقوله تعالى خلق لكم على	نے کہا ہے کہ استدلال کیا گیا ہے
ان الاشياء التي يصلح ان	اللہ تعالیٰ کے اس قول خلق لکم

ينتفع بها ولم تجر مجرى المحظورات في العقل خلقت في الاصل مباحة مطلقاً لكل احد ان يتناولها وينتفع بها وقد صرح به صاحب المدارك . ايضاً حيث قال وقد استدل الكرخي وابو بكر الرازي والمعتزلة بقوله تعالى خلق لكم على ان الاشياء التي يصلح ان ينتفع بها خلقت مباحة في الاصل اھ (تفسیرات احمدیہ ص١٥)

سے کہ وہ اشیاء جن سے انتفاع اٹھایا جا سکتا ہو اور عقلی طور پر ان کی ممانعت نہ آئی ہو اصل میں مطلقاً مباح پیدا کی گئی ہیں ہر ایک کو حق حاصل ہے ان کو کھائے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور صاحب مدارک نے بھی اس کی تصریح کی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے کرخیؒ اور ابوبکر الرازیؒ اور معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ وہ اشیاء جو اس قابل ہیں کہ ان سے انتفاع کیا جائے وہ اصل میں مباح پیدا کی گئی ہیں۔

اور صاحب کشاف علامہ زمخشری معتزلی نے یہ عبارت اپنی تفسیر کشاف جلد ۱ ص۲۲۳ پر لکھی ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ جو حضرات اس آیت سے اشیاء کی اباحت کے قائل ہیں وہ بھی اشیاء کے ساتھ النافعة کی قید لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ شرعی عقلی اور طبی لحاظ سے وہ اشیاء مضر نہ ہوں اور مفتی صاحب بھی غالباً اس چیز کو تسلیم کرتے ہوں گے کہ اس دنیا میں بےشمار چیزیں ایسی بھی ہیں جو مضر ہیں اور ان کی اباحت کے وہ حضرات بھی قائل نہیں جو

اصل اشیاء میں اباحت کے قاعدہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً امام کرخیؒ اور علامہ ابو بکر الرازیؒ اور معتزلہ، اور مفتی صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب تمام چیزیں ہمارے لیے پیدا ہوئیں تو سب چیزیں حلال ہی ہیں اھ مفتی صاحب کیا ہاتھی۔ گینڈا لنگور اور بے شمار جنگلی جانور اور کیڑے مکوڑے تدلن لکم کی مد میں نہیں ہیں؟ اور کیا یہ چیزیں مفتی صاحب کے ہاں مباح اور حلال ہیں؟ کیا قرآن وسنت کے صریح حوالجات سے ان کی حرمت وہ ہمیں بتا سکتے ہیں۔ ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مفتی صاحب اور ان کے حواری قیامت تک ایسا نہیں کر سکیں گے۔ ویدہ باید اور مفتی صاحب کو تو ہمارے طلب کئے بغیر ہی زبردست دلائل قائم کر کے اپنے حواریوں کی تسکین وتسلّی کا سامان بہم پہنچانا چاہیئے اس لیے کہ: ؎

یہ میخانہ ہے بے مانگے یہاں ملتی ہے اے واعظ
طلب کو تو یہاں رسم غلامانہ سمجھتے ہیں

دسویں دلیل | يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ | اے غیب بتانے والے محبوب تم اپنے پر وہ چیزیں کیوں حرام کئے لیتے ہو جو رب نے تمہارے لیے حلال کیں۔

معلوم ہوا کہ تمام چیزیں بذات خود حلال ہیں قسم کھانے سے حرام ہو جاتی ہیں حرام ہونے کے لیے قسم وغیرہ کی ضرورت ہے حلال ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ حرام نہ کی گئی ہوں۔ اس کے متعلق اور بھی آیات ہیں یہاں صرف دس آیتیں پیش کی گئیں تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

(راہ جنت ص ۳۹)

الجواب:- مفتی صاحب کا اس سے استدلال بھی باطل ہے کیونکہ اسمیں تو اس کی تصریح ہے کہ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ جو چیز اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہے وہ آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس آیت سے تو یہ ثابت ہوا کہ اپنی مصلحت اور مرضی سے حلال وحرام کرنے کا حق نبی کو حاصل نہیں ہے اور یہاں خیر سے مفتی صاحب سب اشیاء کی تحلیل کے درپے ہیں۔ مفتی صاحب آپ کو ثابت یہ کرنا ہے کہ جس چیز کی قرآن وسنت میں خاموشی ہے نہ اس کا حلال ہونا مذکور ہے نہ حرام ہونا اھ وہ حلال ہے اور یہاں مَا اَحَلَّ اللّٰہُ کی تصریح ہے۔ انصاف سے فرمایئے کہ اس آیت کریمہ کا آپ کے بے بنیاد دعوے سے کیا تعلق ہے؟ مفتی صاحب محض قرآنی آیات کا لکھ دینا اور عوام کو دھوکہ دینا کتنا بڑا جرم ہے یہ آپ ہی کی جسارت ہے کہ آپ خالق کے ڈر سے بے نیاز ہو کر بڑی بے باکی سے قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہیں جن کا آپ کے دعوے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ مفتی صاحب آپ نے یہ بھی خوب فرمایا کہ معلوم ہوا کہ تمام چیزیں بذاتِ خود حلال ہیں قسم کھانے سے حرام ہو جاتی ہیں الخ مفتی صاحب کیا مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ کے معنی بذاتِ خود حلال کے ہیں؟ اس سے تو صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال بھی صرف وہی ہے جس کو خدا تعالیٰ حلال کرے اور حرام بھی صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ حرام کرے اپنی مرضی کا کیا دخل ہے؟ مفتی صاحب تمام چیزیں بذاتِ خود حلال نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حلال کرنے سے حلال ہوئی ہیں اور مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اس کی روشن دلیل ہے اور آپ نے یہ بھی خوب کہی کہ قسم کھانے سے حرام ہو جاتی ہیں الخ مفتی صاحب

یہ فرمائیں کہ شراب، سود اور گدھے وغیرہ جو حرام ہوئے ان پر کس نے قسم اٹھائی تھی؟ اور اسی طرح دیگر بلیشمار چیزیں جو حرام ہوئی ہیں ان پر کس نے قسم اٹھائی ہے جو وہ حرام ہوگئی ہیں؟ مفتی صاحب آپ کے سینۂ مبارک میں عجیب وغریب وہ فن نے محفوظ ہیں کہ دنیا بھر کے سفینے ان سے خالی ہیں اور سچ ہے کہ ؏

قسم خدا کی جو بات کی لاجواب کی

اور پھر مفتی صاحب نے النبی کا معنیٰ اے غیب بتانے والے محبوب کیا ہے اس سے کیا مراد ہے اگر بعض مغیبات مراد ہیں تو آمنا وصدقنا ہم بھی اس کو مانتے ہیں اور اگر کل مغیبات مراد ہیں تو سورۂ تحریم کے بعد کی سورتیں کیا ان میں داخل نہیں؟ آخر وہ اس کے بعد کیوں نازل ہوئیں؟ اور ان میں نفی کیوں ہے؟ اس کی بابۃ مزید علیہ بحث ازالۃ الریب میں ملاحظہ کریں

قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ مفتی صاحب نے اباحت اشیاء کے اثبات پر جو دس قرآنی دلیلیں پیش کی ہیں ان میں ایک بھی ان کے مدعیٰ کا اثبات نہیں کرتی اور اگر سچ مچ ان سے سب اشیاء کی اباحت ثابت ہوتی تو حضرات خلفاء راشدین رضؓ پر یہ مخفی نہ ہوتا جن میں تین حضرات توقف کے اور ایک تحریم کے قائل ہیں اور اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ بھی تحریم کے قائل ہیں حالانکہ خود حافظ قرآن تھے۔ اور یہ تمام آیتیں ان کے سینہ میں محفوظ تھیں اور ان کے مطالب کو بھی وہ بخوبی سمجھتے تھے اور اسی طرح اگر ان آیات سے اشیاء کی اباحت کا مسئلہ ثابت ہوتا تو حضرت امام ابوحنیفہؒ صرف مچھلی ہی کے جملہ اقسام کو نہیں بلکہ دریا کے تمام جانوروں کو مباح اور حلال فرماتے اور اقل درجہ یہ

ہے کہ فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہی نہ ہونا نہ کوئی حرمت کا قائل ہوتا اور نہ توقف کا بلکہ سبھی اباحت کے قائل ہوتے ان کا اختلاف ہی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اباحت اشیاء کا مسئلہ کسی ایک نص صریح سے ثابت نہیں چہ جائیکہ دس آیتوں سے ثابت ہو جیساکہ مفتی صاحب اپنے حواریوں کو محض دھوکہ دینے کے لیے یہ دس آیتیں پیش کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب اختلاف فقہاء وہاں ہی ہوا کرتا ہے جہاں یا تو نص صریح موجود نہ ہو یا ادلہ متعارض ہوں ورنہ اختلاف کا کیا معنیٰ؟

یہ ہیں مفتی صاحب کے وہ قرآنی استدلالات جن سے وہ اباحت اشیاء کا کلیہ ثابت کر کے اس پر اپنے اور اپنے جماعت کے اختراعی اور بدعی نظریات و اعمال کی خوش آئند عمارت قائم کرنا چاہتے ہیں مگر ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

گیارھویں شریف کے لئے بے قراری

مفتی صاحب گیارھویں پر اس قدر فریفتہ اور اس انداز سے شیدائی ہیں کہ ان کو گیارھویں کا نام لیے بغیر اور اس کا تذکرہ کئے سوا لطف ہی نہیں آتا وہ مزے مزے سے گیارھویں کا نام لیتے ہیں جس طرح مجنوں لیلٰے کے نام پر قربان تھا مفتی صاحب گیارھویں پر فدا ہیں جہاں وہ بزعم خود دلائل پیش کرتے ہیں توسعی یہ فرماتے ہیں کہ ہو سکے تو گیارہ پورے ہوں قرآنی آیات ہوں یا فقہاء کرام کے اقوال حتی الوسع گیارہ کا عدد اور گیارھویں شریف کا نام لیے بغیر وہ قلم کو جنبش نہیں دیتے اور کچھ بعید نہیں کہ ان کا قلم اور روشنائی، کاغذ اور قلمدان وغیرہ بھی

گیارھویں شریف ہی کا نذرانہ ہو۔ یہاں بھی مفتی صاحب نے بخیال خویش دس آیتیں پیش فرماکر اباحت اصلیہ کا ثبوت دیا ہے (مگر آپ دیکھ چکے ہیں کہ ایک آیت بھی ان کے مدعیٰ کے اثبات کے لیے نہیں بلکہ بیشتر ان کی پیش کردہ آیات ان کے نقیض مدعیٰ کو ثابت کرتی ہیں) اور پھر آگے ارقام فرماتے ہیں کہ۔ چونکہ آپ گیارہ کے عدد سے بہت چڑھتے ہیں لہٰذا گیارھویں آیت اور سن لیجیے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ	اگر تم بچے رہو اُن بڑے گناہوں سے
عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ	جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ مٹا دیں گے۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ وہ ہے جس سے منع فرمایا جاوے کوئی چیز بغیر ممانعت گناہ نہیں گناہ پھر دو قسم کے ہیں صغیرہ و کبیرہ گناہ کبیرہ سے بچنا صغیرہ کی معافی کا ذریعہ ہے۔ انتہیٰ بلفظہ (راہ جنت، ص ۲۹)

الجواب: مفتی صاحب معاف رکھیے اس سے آپ کے دعویٰ کا کیا تعلق؟ آپ نے تو یہ ثابت کرنا ہے کہ اباحت اصلیہ فلاں دلیل سے ثابت ہوتی ہے یہاں تو اس کا ذکر تک نہیں یہاں تو اس کا ذکر ہے کہ اگر کبائر سے تم بچو گے تو ہم تمہارے صغائر معاف کر دیں گے (علی تفسیر) کیا مفتی صاحب اباحت اشیاء کو صغیرہ گناہ سمجھتے ہیں جس پر معافی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب یہ بالکل ٹھیک ہے کہ کوئی چیز بغیر ممانعت گناہ نہیں مگر یہ بھی قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی مرضی سے ھذا حلال کہنا بھی نرا جھوٹ اور اللہ تعالیٰ پر خالص افتراء ہے کیونکہ تحلیل و تحریم بغیر وحی الٰہی اور شرع نبوی کے بالکل ناممکن ہے جیسا کہ باحوالہ پہلے عرض کر دیا

گیا ہے۔ یہ ہیں مفتی صاحب کے پیش کردہ قرآنی استدلال۔ سبحان اللہ مفتی صاحب ؎

اِن مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار
یہ حقائق ہیں تماشائے لبِ نام نہیں

احادیث شریف مفتی صاحب نے اپنے اس غلط دعویٰ کے لیے کہ جن اشیاء کی حرمت قرآن وسنت میں نہیں وہ حلال ہیں احادیث سے بھی استدلال کیا ہے اور اپنے اس دعوے کے لیے انہوں نے تین حدیثیں پیش کی ہیں۔

پہلی حدیث بخاری ومسلم اور مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ہے (ہم صرف مفتی صاحب کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں) فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھ کرے جو لوگوں پر حرام نہ کی گئی تھی اُس کی پوچھ گچھ کی وجہ سے حرام کردی گئی۔ صاف معلوم ہوا کہ اس شخص کے سوال سے پہلے اُس کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ تھا لہٰذا وہ حلال تھی اس نے پُوچھ پُوچھ کر ممانعت کا حکم نازل کرا لیا اگر وہ سکوت والی چیز پہلے ہی سے حرام تھی تو اس کے پوچھنے پر حرام ہونے کے کیا معنی؟ بلفظہ (راہِ جنت ص۳۵)

الجواب: مفتی صاحب آپ کا اس حدیث سے استدلال بچند وجوہ باطل ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ صاحب مشکوٰۃ وغیرہ محدثین تو اس حدیث کو باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں پیش کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسی چیز جس کی اباحت قرآن وسنت سے ثابت ہے اور کسی نے اس کے بارے میں سوال

کرکر کے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشدید اور تنگی کا حکم نازل ہو گیا اور وہ چیز حرام ہو گئی تو ایسا شخص بڑا مجرم ہے۔ جس اباحت اصلیہ کے خیر سے آپ قائل ہیں اس کا اس سے کیا تعلق؟ اور خود آپ نے نور الانوار کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب نص مبیح اور نص محرم کا تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہو گی اور یوں سمجھا جائے گا کہ نص مبیح پہلے کی ہے اور محرم بعد کی۔ یہ کیا ضروری ہے کہ تحریم سے پہلے سکوت ہی ہو اس سے پہلے نص مبیح کیوں نہیں ہو سکتی؟ مفتی صاحب کا یہ ارشاد کہ پہلے اسکا ذکر قرآن وحدیث میں نہ تھا الخ یہ انکی ذاتی اور خانگی اختراع ہے مسند بزار میں حضرت سعد بن ابی وقاص ہی سے روایت ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اشیاء کے متعلق سوال کرتے تھے وھو حلال فلا یزالون یسألونہ عن الشئ حتی یحرم علیھم (نیل الاوطار جلد ۸ ص ۱۱۲) اور وہ شے حلال ہوتی تھی لوگ بار بار اس کے بارے میں سوال کرتے تو وہ ان پر حرام کر دی جاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اور آپ کے سامنے جو چیز حلال ہوتی تھی وہ کیونکر اباحت اصلیہ کی مد میں چلی گئی؟ اگر بالفرض اس کے بارے میں کوئی نص خاص نہ بھی ہو تو وہ پھر بھی تقریری حدیث کہلائے گی وہ مسکوت عنہ کیسے ہوئی؟

وثانیاً: مفتی صاحب نے بحوالہ علامہ اکمل یہ نقل کیا ہے کہ اشیاء کی اباحت اور حرمت کے بارے میں عام محدثین توقف کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس حدیث سے اباحت اصلیہ ثابت ہوتی جیسا کہ مفتی صاحب ثابت کر رہے ہیں تو کیا محدثین کرامؒ کے علم میں یہ حدیث نہ تھی پھر انہوں نے کیوں توقف کیا؟ اور کیوں اباحت اصلیہ کے قائل نہ ہو گئے؟ حیرت ہے کہ عام محدثین کرامؒ کو تو اس حدیث سے اباحت اصلیہ کا

ثبوت نہ مل سکا مگر مفتی صاحب کو یہ دستیاب ہوگیا ہے بات کیا ہے؟ شاید مفتی صاحب یہ فرمادیں کہ

میں وہ جواں ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

دوسری حدیث مسلم شریف میں بروایت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ مفتی صاحب کا ہے اور اسی پر ہم اکتفا کرتے ہیں) جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اس کو ایجاد کا ثواب بھی ملے گا اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان سب کا ثواب ملے گا۔ عاملین کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جو کوئی اسلام میں بُرا طریقہ ایجاد کرے تو اس پر اپنا گناہ بھی ہوگا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ بھی اور ان عاملوں کے گناہ سے کچھ کم نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ کا موجد بڑے ثواب کا مستحق ہے اور ظاہر ہے کہ بدعتِ حسنہ وہ ہی ہوگی جس کا ذکر کتاب وسنت میں نہ ہو ورنہ وہ بدعت کیسی؟ اگر خاموشی والے کام حرام ہوتے تو ان کے ایجاد پر ثواب ملنے کے کیا معنی؟ بلفظہٖ (راہ جنت ص۲۹)

الجواب:۔ اس استدلال سے صاف ثابت ہوا کہ مفتی صاحب کا اصل مدعیٰ تو اثبات بدعات ہے جس کے لیے وہ دُور دراز کے چکر کاٹ رہے ہیں اور کبھی تو اس کے لیے وہ اباحت اصلیہ کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور کبھی لغوی بدعات اور نو ایجادات کے انتفاع کو اپنی شرعی بدعات کے لیے سپر اور ڈھال بناتے ہیں مدعیٰ ان کا صرف یہ ہے کہ بدعات شرعیہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے مفتی صاحب بڑے شوق سے ان کا ارتکاب کیجئے آخر تا بہ کے؟ ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

مفتی صاحب نے "من سنّ فی الاسلام سنۃ حسنۃ" الحدیث کا جو یہ معنیٰ کیا ہے کہ جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اس کو ایجاد کا ثواب بھی ملیگا الخ یہ معنی غلط اور مفتی صاحب کی خالص ایجاد اور اختراع ہے اور حدیث کے رُو سے غلط ہے کیونکہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں یہ الفاظ آئے ہیں من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر اور دوسرے حصہ کے بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں ومن دعا الی الضلالۃ المدیث (مسلم جلد ۲ صلا ۳۴۱) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کو دعوت کا اجر ملے گا الخ اور اسی طرح جس نے گمراہی کی دعوت دی الخ اور امام بخاری یوں باب قائم کرتے ہیں کہ :۔

باب اثم من دعا الی ضلالۃ او سنّ سُنّۃً سیّئۃً الخ (بخاری جلد ۲ صلا ۱۰۸۸) اس سے معلوم ہوا کہ بدعت کا ایجاد کرنا مراد نہیں جیسا کہ مفتی صاحب کہہ اور سمجھ رہے ہیں بلکہ اس راستہ پر چلنا ہے جو سنت کے مطابق ہے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم راہ سنت کی اصل عبارت بھی عرض کر دیں جو ہم نے مولوی عبد السمیع صاحب کے اسی حدیث سے استدلال کے جواب میں لکھی تھی جس کا جواب دینا مفتی صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا مگر صد افسوس ہے کہ انہوں نے اُسے چھوا تک نہیں دیگر اہل بدعت حضرات سے عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی سے خصوصاً اس کی توقع بے کار ہے کہ وہ کوئی صحیح اور معقول جواب دے سکیں آخر سارا معاملہ

آپ کے سامنے ہی تو ہے اصل عبارت یہ ہے **جواب**: اِس روایت سے بدعات کی ترویج اور اُن کے جواز پر استدلال کرنا باطل اور مردود ہے اوّلاً اس لیے کہ حضرت ابوہریرہؓ (دیکھیے مشکوٰۃ جلد ا صنہ ۳۰) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ (ملاحظہ ہو حاشیہ مشکوٰۃ جلد ا صنہ ۳۰) اور حضرت غضیف بن الحارث الثمالیؓ (دیکھیے مشکوٰۃ جلد ا صنہ ۳۱) کی روایتوں میں اس امر کی تصریح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ من تمسّك بسنتی جس نے میری سنت سے تمسک کیا اور مضبوطی سے اسکو پکڑا اور فرمایا فتمسك بسنة خیر الخ کہ سنت کے ساتھ تمسک کرنا بہتر ہے ان روایات سے معلوم ہوا کہ اُمتی کا کام سنت پر چلنا اور اس سے تمسک کرنا ہے جاری کرنا اس کا کام نہیں ہے رہا خلفاء راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کا معاملہ تو محلِ نزاع سے خارج ہے اور اس کی پوری بحث گذر چکی ہے وثانیاً خود اسی روایت میں من سنّ فی الاسلام الخ کے بجائے یہ الفاظ آئے ہیں ایما داعٍ دعا الی ھدًی کہ جس داعی نے ہدایت کی طرف دعوت دی (مسلم جلد ۲ صنہ ۳۴۱ وابن ماجہ صنہ ۱۹) اور اسی روایت کے دوسرے طریق میں ہے

من احیا سنۃً من سنّتی	کہ جس نے میری کسی سنت کو
قد امیتت من بعدی	زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو
(ابن ماجہ صنہ ۔ ترمذی جلد ۲ صنہ ۹۲	چکی تھی۔
ومشکوٰۃ جلد ا صنہ ۳۰)	

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے۔

من استن خیرًا	جو شخص کسی اچھے راستہ پر چلا

ابن ماجہ ص۱۹)

ان روایات سے اس مجمل روایت کی تفصیل اور تشریح ہو جاتی ہے کہ سنت اور طریقہ کا جاری کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس کی طرف دعوت دینا اسکو زندہ کرنا اور خود اس پر عمل کرنا مراد ہے اس سے یہ سمجھنا اور مراد لینا کہ از خود کسی سنت کو جاری کرنا مراد ہے یقیناً غلط ہے و ثانیاً اس حدیث کے یہ معنی ہاں کہ جس چیز کا شریعت میں دلالۃً و اشارۃً ثبوت موجود ہو اس کے اجراء کرنے میں ثواب ہوگا اور وہ وہی فعل ہوگا جس کا داعیہ اور محرک خیر القرون میں موجود نہ ہو بلکہ بعد کو پیش آیا ہو اور ادلہ اربعہ میں سے کسی دلیل کے تحت وہ داخل ہو چنانچہ اس حدیث میں حسنۃً کی قید موجود ہے اور اہل سنت کے نزدیک کسی امر شرعی میں حسن یا قبح نہیں پایا جا سکتا جب تک کہ شریعت سے اس کا ثبوت نہ ہو اور بدعات کی تو شریعت نے جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے اس سے بھلا اُن کا حسن کہاں سے اور کیسے ثابت ہوگا؟ الغرض اس روایت سے بدعات کے جواز پر استدلال کرنا محض جہالت اور شریعت مطہرہ سے خالص بغاوت ہے۔ انتہی بلفظہ (راہِ سنت ص۱۰۷ و ص۱۰۸)

ہم نے یہ طویل عبارت اس لیے پیش کی ہے تاکہ قارئین کرام بخوبی یہ سمجھ لیں کہ مفتی صاحب نے جو کتاب راہ جنت ہماری کتاب راہِ سنت کے جواب میں لکھی ہے اس میں راہِ سنت کے بہت سے دلائل اور براہین اور اس میں پیش کردہ مسائل سے اس طرح آنکھیں بند کرلی ہیں جیسے کبوتر بلّی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اور جن باتوں کا جواب دیا اور لکھا وہ بھی آخر آپ کے سامنے ہی ہے کہ اس میں کہاں تک مفتی صاحب کو کامیابی حاصل ہوئی ہے ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے کیوں کہ مشہور ہے۔ عطر آنست

کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

تیسری حدیث ابن ماجہ و ترمذی و مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمہ میں بروایت حضرت سلمان فارسیؓ ہے کہ کسی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی اور پنیر کے متعلق پوچھا کہ یہ حلال ہیں یا حرام تو حضور انور نے فرمایا۔

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرّم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ۔	حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں حلال فرما دے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں حرام فرما دے اور جس سے خاموشی ہو معاف ہے۔

یہ حدیث تو اس قدر واضح اور صاف ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل اور ایچ پیچ کی گنجائش نہیں کہ جن چیزوں کا ذکر کتاب و سنت میں نہ ہو وہ معاف یعنی حلال ہیں معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے الخ (راہ جنت ص۴۲)

الجواب :۔ صرف یہ ایک حوالہ ہے جو مفتی صاحب کے کچھ مطابق ہے کچھ اس لیے کہا کہ ان کا دعوےٰ یہ ہے کہ قرآن و سنت میں جس چیز کی حرمت بیان نہ کی گئی ہو وہ حلال ہے اور اس حدیث میں ذکر صرف کتاب کا ہے سنت کا نہیں ہے تاہم ان کے دعوے کی ایک جزو پر تو یہ حوالہ دلالت کرتا ہے اور جملہ وما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ واقعی کسی قسم کی تاویل اور ایچ پیچ کی گنجائش نہیں رکھتا مگر اس کو کیا کیجئے کہ سند کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نصوص قطعیہ کے مقابلہ

میں اتنے بڑے دعوے کی بنیاد کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اس پر کیونکر مبنی قرار دی جا سکتی ہے؟ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ روایت ترمذی جلد اول ص۲۰۶ اور ابن ماجہ جلد۲ ص۲۴۹ میں ہے اور ان دونوں کی سند میں سیف بن ہارون واقع ہے امام ابن معینؒ فرماتے ہیں لیس بشیٔ اور امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ لیس بشیٔ نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف اور متروک ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں اور امام ابو احمد الحاکمؒ فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے اور امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے موضوع اور جعلی روایتیں نقل کرتا ہے یروی عن الاثبات الموضوعات (تہذیب التہذیب جلد۴ ص۲۹۷ و ص۲۹۸ ملتقطاً)

مفتی صاحب ایسی ضعیف اور ایک گونہ جعلی روایت کو کون تسلیم کرتا ہے؟ اور ایسے اہم مسئلہ کی بنیاد اس پر آپ کو کون رکھنے دیتا ہے جس سے دین اسلام کا صحیح نقشہ ہی بدل کر بدعات اور رسومات کی نذر ہو جاتا ہے۔ مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ اس حدیث کی تائید ہماری پیش کردہ آیات سے ہو رہی ہے لہٰذا یہ قرآن کریم کی تائید کی وجہ سے بہت قوی ہو گئی اھ (راہ جنت ص۴۲) ایک خالص مغالطہ اور فریب ہے کیونکہ آپ کی پیش کردہ آیات میں سے ایک آیت بھی آپ کا مدعی ثابت نہیں کرتی جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں پھر وہ اس حدیث کی تائید کیا کریں گی۔ علاوہ ازیں حدیث میں اگر کوئی معمولی سا ضعف ہو تو تائید وغیرہ سے اس کا جبر نقصان ہو جاتا ہے مگر اتنا بڑا مسئلہ ہو اور اس روایت پر مبنی ہو جس کے راوی کا یہ حال ہو جو آپ نے باحوالہ پڑھ لیا ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

بہارِ گلشنِ ہستی کا اعتبار نہیں
بہ رنگِ سبزہ یہاں پھول بھی ہیں بیگانہ

یہ ہے مفتی صاحب کے دلائل کی کائنات جن کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ ہم کتاب راہِ سنت کی کچھ اصولی باتوں پر محققانہ تنقید کرتے ہیں (راہ جنت ص۲۴) جس کی وجہ سے وہ اباحت اصلیہ کے اثبات پر زور دے رہے ہیں اور اپنے حواریوں کو خیر سے یہ باور کرا رہے ہیں کہ ہم دلائل سے لیس ہیں اور دیوبندی اور خاص طور پر سرفراز گکھڑوی بے ہتھیار ہے اور لوگوں کو ہوشیار کہہ کر دہائی پر دہائی دے رہے ہیں کہ خدارا راہ سنت کو نہ پڑھنا ہر عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ مفتی صاحب اتنا واویلا کیوں مچاتے ہیں؟

یہ ہیں مفتی صاحب کے وہ تین مسئلے جن کو انہوں نے راہ سنت سے انتخاب کر کے اور ان کو قرآن و سنت اقوال فقہاء کرام رح اور اسلام کے خلاف سمجھ کر ان کا جواب دینا بزعم خود دینی خدمت سمجھی ہے اور لوگوں کو راہ سنت سے پرہیز کرنے کی اشد تاکید فرمائی ہے جن کا حال آپ نے دیکھ لیا ہے ؎

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

دوسرا باب

ضرورت تو نہیں کہ ہم کتاب الموسوم بہ راہِ جنت کے ان تین اصولی مسائل کے جواب کے بعد کچھ اور عرض کریں کیونکہ یہی کتاب کا اصل حصہ ہے اور ان کے جواب دینے سے اصولی طور پر بالکل جواب پورا ہو جاتا ہے۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بعض ان اہم ضمنی اُمور کا جواب بھی دے دیں جن سے ممکن ہے کہ بعض حضرات کو شبہ ہو یا مفتی صاحب اور اُن کے حواری یہ نہ سمجھیں کہ شاید یہ لاجواب ہیں اس لیے ان کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ لہٰذا ہم نہایت اختصار کے ساتھ بعض مغالطہ آفریں باتوں کا جواب عرض کرتے ہیں۔

(۱) راہِ سنت میں ہم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ (ہم ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کام تین قسم کے ہیں ایک وہ کہ اُس کا ہدایت ہونا واضح ہو سو اس کی اتباع

کرو اور دوسرا وہ کام ہے کہ اس کی گمراہی ظاہر ہو سو اس سے اجتناب کرو اور تیسرا وہ جس میں اشتباہ واقع ہو سو اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ اس روایت کے آخری جملہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جس معاملہ کا حکم مخفی ہو اور اس میں اشتباہ ہو تو ایسے معاملہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر کے اس میں توقف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس کے ساتھ مباح کا سا معاملہ ہو چنانچہ علامہ طیبی الحنفیؒ (المتوفی ۷۴۳ھ) لکھتے ہیں۔

وما لم یثبت حکمہ بالشیٔ	کہ جس چیز کا حکم شرع سے ثابت
فلا تقل فیہ شیئاً دنوص	نہ ہو تو اس میں تم کچھ بھی نہ کہو اور
امرہ الی اللہ۔	اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو

اور شیخ عبد الحق صاحبؒ فَکِلْهُ اِلَی اللّٰہ کی شرح میں لکھتے ہیں

پس بسپار او را بخدا و توقف کن	کہ سو اس کو خدا تعالیٰ کے حوالہ
دراں (اشعۃ اللمعات جلد ا صـ۹۷)	کر دو اور اس میں توقف کرو

اس حدیث اور اس کی شرح سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ جس چیز کا حکم شرع سے ثابت نہ ہو اس میں توقف کیا جائے گا اھ (راہِ سنت صـ۱۰ و صـ۱۰۱ اور راہِ سنت صـ۱۴۷ سے صـ۱۵۰ تک اس پر احادیث اور کتب فقہ کے ٹھوس حوالوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ مفتی صاحب ان سب حوالوں اور مکمل بحث کو شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں اور کسی ایک چیز کا جواب بھی نہیں دیا اور صرف حدیث مذکور کا جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّلاً تو یہاں عقائد کا ذکر ہے جیسا کہ رُشد اور غیّ سے معلوم ہوا ہدایت و گمراہی

عقائد سے ہوتی ہے نہ کہ اعمال سے بے نمازی فاسق ہے گمراہ نہیں دوسرے اس حدیث میں ارشاد ہوا اختلف فیہ یعنی جس میں اختلاف کیا گیا اس کے معنی نہ خاموشی ہیں نہ سکوت بلکہ دلائل یا علماء کا اختلاف مراد ہے مثلاً کفار کے بچے اور آیات متشابہات وغیرہ پھر آگے مرقات ص۲۱۰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد علماء کے دلائل کا اختلاف ہے اور قیل یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ عقائد ہیں جنہیں شریعت نے بیان نہ کیا ہو اور پھر آگے شیخ عبدالحق صاحبؒ کا حوالہ بھی اس سے ملتا جلتا نقل کیا ہے (محصلہ راہ جنت ص۵۳ و ص۵۴)

الجواب:۔ مفتی صاحب آپ یحتمل اور قیل سے ضعیف اور مرجوح قول کیوں لیتے ہیں؟ آپ اس حدیث کی اصل شرح اور صحیح مطلب جو ملا علی القاریؒ نے نقل فرمایا ہے کیوں نہیں لیتے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور آپ نے اس کو کیوں نقل نہیں کیا؟

مفتی صاحب نے مرقات کا حوالہ پیش کرنے میں جس خیانت کا ثبوت دیا ہے وہ بجائے خود ان کی دیانت کا رونا رو رہی ہے۔ مرقات کی اصل عبارت یوں ہے۔

قال الطیبیؒ یحتمل ان یکون	طیبیؒ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اس
معناہ ما اشتبہ وخفی حکمہ	کا معنی یہ ہو کہ جس چیز کا حکم مشتبہ
ویحتمل ان یراد بہ اختلاف	اور مخفی ہو اور احتمال ہے کہ اس سے
العلماء ای والادلۃ وقیل	مراد علماء کا اور یعنی ادلہ کا اختلاف
الاولی ان یفسر ھذا الحدیث	ہو اور کہا گیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ
بما ورد فی آخر الفصل الثالث	اس حدیث کی تفسیر اس حدیث کے

من حديث ابی ثعلبةؓ اھ	ساتھ کی جائے جو فصل ثالث کے
وقیل المراد مالم یبیّنه	آخر میں حضرت ابو ثعلبہؓ سے مروی
الشرع مثل المتشابہات	ہے الخ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ
وقال عبد الملکؒ ای	چیز ہے جس کو شرع نے بیان
اختلف فیه الناس من	نہ کیا ہو جیسے متشابہات اور
تلقاء انفسهم من غیر	عبد الملکؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد
ان یبیّن اللہ ورسوله	وہ اختلاف ہے جو لوگوں نے محض
حکمه، کتعیین وقت	اپنی مرضی سے پیدا کر رکھا ہے بغیر
یوم القیامة وحکم	اس کے کہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ اور
اطفال الکفرة فکله	اس کے رسول نے بیان کیا ہو جیسے
امر من وکل یکل الی اللہ	قیامت کے وقت کی تعیین اور کافروں
عزوجل - ای فوّض امره	کے بچوں کا حکم پس اس کو سپرد
الی اللہ تعالیٰ فلا نقل فیه	کر دے (کل امر ہے وکل یکل کا) اللہ
شیئاً من نفی او اثبات	تعالیٰ کی طرف یعنی اس کو اللہ
رواہ احمد	تعالیٰ کے حوالہ کر دے اس میں نفی
(مرقات جلد ۱ ص ۲۰۹ طبع مصر)	یا اثبات کے بارے میں کچھ نہ کہے اور
	اس امام احمدؒ نے روایت کیا۔

حضرت ملا علی ن القاریؒ نے عمل در قیل کے ساتھ پہلے چند اقوال پیش کئے ہیں اور آخر میں وثوق کے ساتھ عبد الملکؒ کے حوالہ سے اس کا یہ مطلب

بیان کیا کہ لوگوں نے اپنی طرف سے جو اختلاف برپا کر رکھا ہے اور اس میں اللہ تعالے اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں بیان فرمایا تو ایسے امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور نفی یا اثبات کا کوئی فیصلہ نہ کرو اور ایسے امور میں سے دو کی مثال بھی دے دی جیسے قیامت کے برپا ہونے کا صحیح وقت اور اطفال مشرکین کا حکم۔

خط کشیدہ عبارت چونکہ مفتی صاحب کے دعوے کے بالکل خلاف اور ان کے لیے سخت مضر تھی اس لیے انہوں نے اس کو بالکل ہضم کر لیا ہے اور کمال ہوشیاری کے ساتھ مرقات کا صفحہ تو درج کر دیا ہے لیکن جلد کا ذکر نہیں کیا لیکن مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو لوگ مطالعہ کتب کا شوق و ذوق رکھتے ہیں وہ فرصت ہو تو کتابوں سے حوالے بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں فرمایئے مفتی صاحب حضرت ملا علی ن القاری ؒ ایسے مشتبہ امور کے بارے میں کیا فرما رہے ہیں؟ آیا ان پر نفی یا اثبات کا حکم صادر نہ کر کے سکوت کا ارشاد فرماتے ہیں یا ان کو مباح و حلال سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کا؟ جواب غور سے دینا۔

علاوہ ازیں اگر ہم محتمل کے قول کو بھی لے لیں تب بھی ہمارے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ انشاد کی اباحت اور حرمت وغیرہ میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے اور با حوالہ بحث پہلے گذر چکی ہے اور ایک حوالہ اور سن لیجیے۔

علامہ ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی الشافعیؒ (المتوفی ۳۸۸ھ) لکھتے ہیں کہ

وقد اختلف الناس فی — اور بے شک لوگوں نے اختلاف

ان الاشياء اصلها على الاباحة او على الحظر؟ وهى مسألة كبيرة من مسائل الفقه فذهب بعضهم الى انها على الاباحة و ذهب آخرون الى انها على الحظر وذهبت طائفة الى ان اطلاق القول بواحد منهما فاسد ولا بد من ان يكون بعضها محظوراً وبعضها مباحًا والدليل ينبئ عن حكمه فى مواضعه انتهى (معالم السنن شرح ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۳۱۳ طبع مصر)

کیا ہے کہ آیا اصل اشیاء میں اباحت ہے یا حُرمت؟ اور یہ مسائل فقہ میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور بعض دوسرے یہ کہتے ہیں کہ اصل ان میں حُرمت ہے اور ایک طائفہ یہ کہتا ہے کہ مطلقاً اباحت اور مطلقاً حرمت کے دونوں قول فاسد ہیں اور ضروری ہے کہ اشیاء میں سے بعض ممنوع اور بعض مباح ہوں اور دلیل اپنی جگہ پر حُرمت اور اباحت کو بتاتی رہے گی۔

مفتی صاحب جب اشیاء کی اباحت اور حرمت وغیرہ میں علماء کا اختلاف ہے تو آپ ہی کے پیش کردہ حوالہ کے رُو سے مختلف فیہ کی قسم میں ہونے کی وجہ سے اسکو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیئے اس لیے آپ کا پیش کردہ حوالہ بھی آپ کے لیے مفید نہیں ہے مستزاد بریں مفتی صاحب نے یہ بات بھی خوب کہی کہ مُرشدہ

اور غیبتہ صرف عقائد پر بولا گیا کیونکہ گمراہی عقائد سے ہوتی ہے اعمال سے نہیں ہوتی بے نمازی فاسق ہے گمراہ نہیں اھ (محصلہ) گویا مفتی صاحب کے نزدیک چوری کرنا۔ زنا کرنا۔ شراب پینا۔ مومن کو قتل کرنا اور اس قسم کے سینکڑوں جرائم اور گناہ گمراہی نہیں کیونکہ یہ اعمال ہیں عقائد تو نہیں ہیں اور مفتی صاحب کے نزدیک بے نمازی بھی گمراہ نہیں فاسق ہے مفتی صاحب کی یہ عجیب مفتیانہ اصطلاح ہے مفتی صاحب گمراہی جیسے عقائد میں ہوتی ہے اسی طرح اعمال میں بھی ہوتی ہے اور اعمال کی گمراہی ظاہر اور کھلی ہوتی ہے ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ عقائد کی گمراہی موجب تکفیر ہوتی ہے اور اعمال کی گمراہی موجب تفسیق ہوتی ہے اعمال کی گمراہی کا انکار کوئی دیانت دار اور خدا ترس عالم نہیں کر سکتا یہ جری دل اور گردے تو مفتی صاحب کو ہی حاصل ہیں۔ اور ملا علی ن القاریؒ رشدہ کا ایک معنی توحید نبوت اور قیامت کے اور دوسرا معنی اصول عبادات مثلاً وجوب نماز اور زکوٰۃ کے کرتے ہیں اور غیتہ کا معنی اہل کتاب کے ساتھ ان کی عیدوں میں موافقت کرنا اور قتل نفس اور زنا وغیرہ کرتے ہیں (مرقات جلد ۱ ص ۲۰۹)

(۲) ہم نے راہِ سنت میں حضرت ابو ثعلبہ الخشنیؓ کی یہ روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صرف ترجمہ پر اکتفاء ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض متعین فرمائے ہیں سو ان کو مت ضائع کرو اور کچھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے سو ان کی پردہ دری مت کرو اور کچھ حدود مقرر کئے ہیں سو ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے بغیر نسیان کے سکوت کیا ہے سو ان سے بحث مت کرو (دارقطنی جلد ۲ ص ۵۰۲ مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۳۲) یہ روایت بھی توقف کی دلیل ہے

جیسا کہ ظاہر ہے دراہِ سنت ص۱۰۱) مفتی صاحب اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بلکہ خاموشی اختیار کرو بتاؤ یہ مطلب کس لفظ سے حاصل ہوا لا تبحثوا عنها یعنی ان سے بحث نہ کرو کا مطلب بالکل واضح وظاہر ہے کہ ایسی خاموشی کی چیزوں میں جھگڑے نہ کرو وہ تو مباح ہیں ان پر بے دھڑک عمل کرو۔ اسکی شرح وہ حدیث ہے جو اسی مشکوٰۃ کے باب الاطعمۃ میں مذکور ہے وما سکت عنه فهو مما عفی عنه - پھر آگے مرقات کا حوالہ دیا ہے (ترجمہ یوں کیا ہے کہ) ان چیزوں سے بحث نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی کرید نہ کرو یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ رب نے تمام چیزیں تمہارے لیے بنائیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی شرح میں شیخ عبدالحق صاحب اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ فراموشی برو سے روانہ باشد بلکہ رحمت کرد د آسان ساختن کار شما۔ پھر جوش بیان میں آکر اور پھول کر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ فیصلہ فرما دیا کہ قرآن وحدیث میں بعض چیزوں سے خاموشی تم پر رحمت اور تمہارے کاموں کو آسان کرنے کے لیے آگے فرماتے ہیں۔
کہ فرماؤ مولانا سرفراز صاحب یہ حدیث پیش کرتے وقت اور اس سے یہ مسئلہ نکالتے وقت آپ کے دل میں خدا کا خوف نہ آیا کیا آپ کو مرنا اور خدا کو منہ دکھانا نہیں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی خیانت اور مسلمانوں کو اس طرح دھوکہ دینا آپ دیوبندیوں نے اسلام اور مسلمانوں پر بہت ظلم کیئے اھ دراہ جنت ص۵۵ وص۵۶)
الجواب :۔ مفتی صاحب نے جو کچھ فرمایا یہی الفاظ ہماری طرف سے وہ ان حوالجات میں اپنے لیے سمجھیں جن میں انہوں نے انتہائی خیانت سے کام لیا اور لوگوں کو

دھوکہ دیا ہے جس کا کچھ نمونہ ہم نے اسی کتاب میں پہلے عرض کر دیا ہے کیونکہ یہ دنیا ہے اور مشہور ہے کہ ع

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

مگر مفتی صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے فلا تبحثوا عنها کا معنیٰ خاموشی کے اپنی طرف سے نہیں کئے بلکہ حدیث کے پیش نظر کئے ہیں ہم نے راہ سنت ص۱۴۸ میں حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ کی روایت نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے سو جو شخص ان مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنا دین اور عزت بچا لی اور جو مشتبہات میں جا پڑا تو گویا وہ حرام میں جا پڑا الخ (ابن ماجہ ص۲۹۶) اس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوا کہ جن چیزوں کے بارے میں حلال یا حرام ہونے کا ثبوت نہ مل سکے ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہے نہ یہ کہ ان کو مباح سمجھا جائے اور مفتی صاحب کے فتویٰ کے رُو سے بے دھڑک ان پر عمل کیا جائے۔ باقی مفتی صاحب نے جو مرقات کا حوالہ پیش کیا ہے تو وہ ان کیلئے سود مند نہیں ہے اولاً اس لیے کہ مفتی صاحب کا مدعیٰ ایسی اباحت ثابت کرنا ہے جس کا ذکر قرآن وسنت میں نہ ہو اور حضرت ملا علی ن القاریؒ اس عبارت میں اس اباحت پر اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا پیش کرتے ہیں اور دلیؔل فرما کر حدیث سے بھی اس پر استدلال کر رہے ہیں) اور پہلے باحوالہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اشیاء نافعہ کی اباحت پر اس آیت سے فقہاء کرامؒ نے استدلال کیا ہے مگر مفتی صاحب تو تمام چیزوں کی اباحت اس سے ثابت کر رہے ہیں۔

وثانیاً: حضرت ملا علی ن القاریؒ اُس معنی میں اباحت اشیاء کے ہرگز قائل نہیں ہیں جس طرح کہ مفتی صاحب ہیں کہ تمام بدعات سیئہ بیک جنبش قلم حلال و مباح ہو کر رہ جائیں بلکہ وہ تو بدعات کے سخت مخالف ہیں ان کی مرقات کے باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کو ہی مفتی صاحب ملاحظہ کرلیں انشاء اللہ آنکھیں منور ہو جائیں گی اور حضرت ملا علی ن القاریؒ اور شیخ عبدالحق صاحبؒ ایسے مشتبہ امور میں توقف کے قائل ہیں جیسا کہ باحوالہ پہلے ان کی عبارات پیش کر دی گئی ہیں وثالثاً حضرت ملا علی ن القاریؒ حدیث لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم کی شرح میں یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

وفیہ اشارۃ الی التوقف	اور اس میں اشارہ ہے اس طرف
فیما اشکل من الامور	کہ جن اُمور اور علوم میں اشکال و اشتباہ
والعلوم فلا یُقضی بجواز	واقع ہو ان میں توقف کیا جائے گا
ولا بطلان وعلیہ السلف	نہ تو ان میں جواز کا فیصلہ کیا جائیگا
(مرقات جلد ۱ ص۱۹۱)	اور نہ بطلان کا اور سلف کا یہی فیصلہ ہے

اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جن اُمور اور اشیاء کی اباحت قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کے دلائل سے ثابت ہے تو حضرت ملا علی ن القاریؒ کی فلا تبحثوا عنھا کی شرح کے موافق وہ مباح ہیں اور ایسی ہی مفید اشیاء کی اباحت پر خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کی آیت بھی دلالت کرتی ہے جس کی باحوالہ تشریح پہلے گذر چکی ہے اور خود ملا علی ن القاریؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ علم کلام کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہے جیسے کہ تمام مباح صنعتیں کسائر الصناعات

المباحۃ اھ (مرقات جلد ا صلا)

اگر ان کے نزدیک مفتی صاحب کی طرح ہر ہر چیز مباح ہوتی تو صناعات کے ساتھ مباح کی قید لگانے کی کیا ضرورت تھی تمام صنعتیں ہی مباح ہوتیں لیکن اگر ایسے امور اور اشیاء کا رُشد اور غیّ ہونا واضح نہ ہو اور ان میں اشکال و اشتباہ ہو تو حضرت ملا علی ن القاریؒ کے ارشاد کے رُو سے بھی ان کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دو اور ان میں نفی یا اثبات کا کوئی حکم نہ لگاؤ اور اسی کا نام خاموشی اور سکوت ہے اور فرماتے ہیں کہ یہی سلف کا فیصلہ ہے مفتی صاحب اور دیگر اہل بدعت حضرات کا یہ وتیرہ ہے کہ اگر کسی صاحب کی کوئی مجمل اور دل پسند عبارت مل جاتی ہے تو اس پر اپنے ناپائیدار دعاوی کی بنیاد رکھ دیتے ہیں حالانکہ علمی اور تحقیقی طور پر ان کی دوسری اور مفصل عبارات کی روشنی میں ان کا مطلب لینا چاہیئے۔ لیکن بقول مفتی صاحب بزرگوں کا کلام سمجھنے کے لیے علم و ایمان دونوں کی ضرورت ہے دراہ جنت ص۱) اور اسی چیز کی مفتی صاحب میں کمی ہے۔ ودائبًا حضرت ملا علی ن القاریؒ فمن اتقی المشبہات کی شرح میں لکھتے ہیں کہ۔

وللعلماء فیہ ثلاثۃ مذاہب	اور علماء کے اس میں تین مذہب
والظاہر انہ مخرج علی الخلاف	ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کی تخریج
المعروف فی حکم الاشیاء قبل	وتشریح اس مشہور اختلاف کے مطابق
ورود الشرع والاصح انہ لا یحکم	ہوگی جو ورود شرع سے قبل اشیاء
بحل ولا حرمۃ ولا اباحۃ	کے حکم کے بارے میں ہے اور صحیح
لان التکلیف عند اھل	تر قول یہ ہے کہ ان میں نہ حل کا حکم

الحق لا یثبت الا بالشرع	ہوگا اور نہ حرمت اور اباحت کا کیونکہ
والثانی ان حکمہ التحریم	اہل حق کے نزدیک تکلیف بجز شرع کے
والثالث الاباحۃ اھ	ثابت نہیں ہوسکتی اور دوسرا مذہب
(مرقات جلد ۱ ص۲۸۴ طبع مصر)	یہ ہے کہ ان کا حکم تحریم کا ہے اور
	تیسرا مذہب اباحت کا ہے۔

مفتی صاحب بغور اس عبارت کو پڑھیں اور فرمائیں کہ حضرت ملا علی ن القاریؒ کیا فرما گئے ہیں ؟ اور الاصح سے کس قول کو ترجیح دی ہے اور اہل حق کا مذہب کیا بیان کر گئے ہیں کہ تکلیف شرع کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتی ؟۔

(۳) ہم نے راہ سنت ص۱۰۲ میں لکھا ہے کہ ۔ اور شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون الحنفیؒ (المتوفی ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں۔

ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ	کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جیسا
کما ھو مذھب طائفۃ	کہ ایک گروہ کا مسلک ہے جمہور ان
بخلاف الجمھور فان عندھم	کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل
الاصل ھو الحرمۃ الی ان قال	اشیاء میں حرمت ہے اور امام شافعیؒ
وعند الشافعیؒ الاصل ھو	فرماتے ہیں کہ اصل اشیاء میں بہر حال
الحرمۃ فی کل حال۔	حرمت ہے۔
(تفسیر احمدی ص۲)	

اس پر مفتی صاحب نے راہ جنت ص۵۷ اور ص۵۸ پر خوب گرما گرم بحث کی

ہے کہ ھو الحرمۃ اور عند الشافعیؒ الخ کے درمیان یہ عبارت ہے ترجمہ مفتی صاحب کا ہے۔

ولا یظھر ثمرتہ الا فی قولہ	اس اختلاف کا نتیجہ صرف حضورؐ کے
علیہ السلام لا تبیعوا	اس فرمان میں ظاہر ہوگا کہ غلہ نہ
الطعام الا سواء بسواء	بیچو مگر برابر سرابر ہمارے ہاں سود
فان عندنا الاصل ھو	میں اصل اباحت ہے حتیٰ کہ معاف
اباحۃ الربوا حتی یعفو	ہوتا ہے جنس وزن کے نہ ہونے
عند عدم القدر والجنس	پر حرمت جب ثابت ہوگی جب کہ
وانما تثبت الحرمۃ اذا	سود کے شرائط پائے جاویں اور
وجد جمیع الشرائط وعند	امام شافعیؒ کے ہاں ان میں اصل
الشافعیؒ الاصل ھو الحرمۃ	حرمت ہے برابری میں اس سے
فی کل حال والمساوات	چھٹکارا حاصل کرنے کا ذریعہ۔

مخلص منہا (تفسیرات احمدیہ ص۱۲)

فرمائیے مولوی سرفراز صاحب آپ نے تفسیر احمدی کی عبارت پوری نقل کیوں نہ کی آدھی عبارت نقل کرکے مسلمانوں کو دھوکہ کیوں دیا اھ۔

الجواب: مفتی صاحب افسوس ہے کہ آپ کسی ختم خور اور گیارھویں خور استاد سے پڑھے ہیں کسی دیوبندی عالم سے پڑھتے تو آپ کو علمی اصطلاحات سمجھا دیتا۔ مفتی صاحب مصنفین اور اہل علم جب کوئی حوالہ نقل کرتے ہیں تو کبھی اس کا ابتدائی حصہ نقل کرکے آگے الخ لکھ دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے

پورا حوالہ نہیں لکھا صرف اشارہ کیا ہے آگے خود پڑھ لیں اور کبھی ابتدائی اور انتہائی حصہ نقل کر دیتے ہیں اور درمیان میں الی قولہ یا الی ان قال لکھ دیتے ہیں کہ یہاں سے لے کر وہاں تک ساری عبارت حوالہ کے لیے مطلوب ہے صرف اختصار کے پیش نظر اول اور آخر کا حوالہ دے دیتے ہیں۔ مفتی صاحب اگر آپ کو راہ سنت صـ۲۰۱ پر عبارت کے درمیان الی ان قال کا اشارہ نظر نہ آئے تو ہمیں لکھ بھیجیں ہم انشاء اللہ العزیز آپ کو آپ کی نظر کی عینک بھیج دیں گے۔ تعجب ہے کہ مفتی صاحب دوسروں کو دھوکہ دہی اور خیانت کا ملزم تو گردانتے ہیں مگر خود واضح علمی اصطلاحات سے جہالت اور بے خبری کا رونا نہیں روتے، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو ہدایت دے، مفتی صاحب آپ دیوبندیوں کے مدرسہ کے کسی متوسط درجہ کے طالب علم سے علمی اصطلاحات دریافت فرما لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ اور بقول شخصے ع

نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

(۴) پھر آگے مفتی صاحب نے ہدایہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ربوا اور سود کی اشیاء میں حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اصل حرمت ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ دیکھو سودی مال میں اختلاف یہ ہوا کہ ہمارے ہاں ان میں اصل اباحت ہے اور شوافع کے ہاں اصل حرمت (راہ جنت صـ۵۸)

الجواب:۔ نہ معلوم مفتی صاحب کا اس سے کیا مطلب ہے؟ کیونکہ المعنیٰ فی بطن الشاعر اگر یہ مراد ہے کہ اصل اشیاء میں حرمت کے قائل صرف امام شافعیؒ ہیں تو بھی یہ باطل ہے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ

وغیرہ کا یہی قول تھا اور اگر مراد یہ ہے کہ اباحت اور حرمت کا جھگڑا صرف سودی مال میں ہے تب بھی یہ باطل ہے اس لیے کہ جھگڑا تو تمام اُن اشیاء کے بارے میں ہے جو قرآن وسنت میں بیان نہیں ہوئیں آگے ھدایہ کتاب الکراھة کی ایک اور عبارت مفتی صاحب نے نقل کی ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننا مردوں کے لیے حرام ہے کیونکہ حدیث میں اس سے نہی آئی ہے ولان الاصل فیہ التحریم اور اس لیے کہ سونے چاندی میں اصل حرمت ہے اباحت مہر لگانے یا نمونے کے لیے ہے اور وہ ادنیٰ یعنی چاندی سے پوری ہو گئی۔ فرمایئے کچھ پتہ لگا کہ اصل حرمت ہونا یا مسکوت ہونا سونے چاندی کے استعمال میں ہے کتُب کیا فرما رہی ہیں اور آپ کیا کہہ رہے ہیں الخ (راہِ جنت محصلہ ص۵۹)

الجواب: ہم نے بہت سے لوگوں کی اختلافی کتابیں پڑھی ہیں لیکن حوالجات کے اندر جو بے تکے مہم مولوی محمد عمر صاحب اچھروی اور مفتی صاحب گجراتی کے ہاں دیکھی ہے۔ ہماری نظر سے وہ کہیں نہیں گذری نہ تو وہ دعویٰ اور دلیل کی مطابقت کو جانتے ہیں اور نہ اس کا انہیں کوئی پاس ہے، ہدایہ کی اس عبارت سے مفتی صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ اس عبارت کا مقصد اور خلاصہ تو صرف اس قدر ہے کہ سونے اور چاندی میں اصل حُرمت ہے اسلئے مردوں کے لیے ان کے استعمال کی اجازت نہیں ہاں انگوٹھی مہر کیلئے ہو یا شوقیہ طور پر کوئی پہننا چاہے تو اس کی اجازت ہے مگر یہ ضرورت ادنیٰ چیز یعنی چاندی سے بھی پوری ہو جاتی ہے لہٰذا سونے کی کیا ضرورت؟ مفتی صاحب آپ کا اصول تو یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور حُرمت عارضہ سے آتی ہے اور یہ عبارت

بالکل آپ کے خلاف جاتی ہے کہ سونے اور چاندی میں اصل حرمت ہے اور اباحت اور جواز ضرورت اور عارضہ سے ہے اور آپ پھر اس کو اپنی دلیل سمجھتے ہیں اور سوال ہم سے کر رہے ہیں کہ کتب کیا فرما رہی ہیں اور تم کیا کہہ رہے ہو؟ اور اگر آپ کی مراد یہ ہو جیسا کہ ڈر ڈر کر دبی ہوئی زبان سے آپ نے اس کا کچھ اظہار بھی کیا ہے کہ اصل حرمت ہونا یا مسکوت ہونا سونے چاندی کے استعمال میں ہے الخ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مفتی صاحب کے نزدیک سونے اور چاندی کے علاوہ باقی تمام اشیاء حلال اور مباح ہیں کیونکہ حرمت ہونا یا مسکوت ہونا صرف انہیں کے بارے میں ہے تو بہت اچھا مفتی صاحب گینڈا۔ کنکھجورا۔ لنگور اور ہزاروں جانور تو آپ کے نزدیک مباح اور حلال ہوں گے کیونکہ اصل حرمت ہونا یا مسکوت ہونا تو سونے چاندی کے استعمال میں ہے کیا آپ سچ مچ ان کو مباح اور حلال سمجھتے ہیں؟ ذرا فتویٰ تو دیجئے ہم آپ کی مفتیانہ جرأت بھی دیکھ لیں مگر ایسا فتویٰ نہ ہو جیسا کہ آپ نے عائلی قانون کے بارے میں دیا تھا اور پھر اس کی تاویلات تلاش کرتے پھرتے تھے۔

⑤ بے نمازیوں پر احسان عظیم

مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنی کتاب جاء الحق میں نئی نئی بدعات کے جواز پر مارآہ المسلمون الحدیث سے استدلال کیا تھا، ہم نے راہِ سنت میں از ص ۱۰۹ تا ص ۱۱۲ تک اس پر سیر حاصل بحث کی ہے جس کا جواب مفتی صاحب کے بس کا روگ نہ تھا اس لیے اس تمام تر علمی اور تحقیقی بحث سے آنکھیں بند کر کے اپنے حواریوں کو یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اگر المسلمون سے صرف صحابہؓ مراد ہیں

توسب لوگوں کو دین سے چھٹی ہو گئی چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

اوّلاً :- تو مولوی صاحب بہت سٹ پٹائے آخر یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ یہاں مومنوں سے مراد صحابہؓ کرامؓ ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو صحابہ کرامؓ اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے چلو چھٹی ہوئی اب شرابی بھنگی جواری بے نمازی غرضکہ پانچوں شرعی عیب والے لوگ مولوی صاحب کا شکریہ ادا کریں انہیں نذرانے چڑھا دے پیش فرما دیں کہ مولوی صاحب نے بیک جنبش قلم سب لوگوں کو تمام شرعی احکام سے معافی دے دی کیونکہ قرآن کریم میں جس قدر احکام ہیں ان میں یا تو فرمایا گیا یا ایہا الذین آمنوا اے ایمان والو اور یا ارشاد ہوا علی المؤمنین یعنی مسلمانوں پر یہ لازم یا حرام ہے۔ اب مولوی صاحب کے فتویٰ سے مؤمنین اور آمنوا سے مراد تو صرف صحابہؓ کرام ہوئے کہ نزول قرآن و حدیث کے وقت وہی لوگ موجود تھے خطاب انہیں سے تھا تو نماز روزہ وغیرہ تمام فرائض اور شراب جوا زنا وغیرہ تمام محرمات صرف اُن صحابہ کرامؓ ہی سے متعلق تھے اھ (راہِ جنت ص۲۶)

الجواب :- مفتی صاحب ہم نے راہِ سنت میں ابو داؤد طیالسی ص۳۳ اور مستدرک جلد ۳ ص۷۸ اور مشکوٰۃ جلد ۱ ص۳۲ (وقال رواہ رزین) کے حوالہ سے خود اسی حدیث کے راوی حضرت عبد اللہؓ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ المسلمون سے اس مقام پر صحابہ کرامؓ مراد ہیں آپ نے کیوں خیانت سے کام لیا آپ پر اخلاقی طور سے اس کا جواب دینا لازم تھا جس کا جواب آپ نے نہیں دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا حوالہ بھی ہم نے دیا ہے کہ ناجی وہ گروہ ہے جس پر

ہیں اور میرے صحابہؓ ہیں ما انا علیہ واصحابی اور حضرت عبد اللہؓ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد بھی ہم نے راہِ سنت میں نقل کیا ہے۔

اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم (الاعتصام جلد ۱ ص ۵۴) — کہ ہمارے نقش قدم کی پیروی کرو اور اپنی طرف سے بدعتیں مت ایجاد کرو کیونکہ (دین مکمل ہو چکا ہے) اور تم کفایت کئے گئے ہو۔

اور راہِ سنت ص ۱۴۷ پر بحوالہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۱۵۱ یہ لکھدیا ہے کہ "میزان در معرفت حق وباطل فہم صحابہؓ وتابعینؒ است اھ مگر ان تمام حوالوں کو مفتی صاحب زعفرانی چائے کی طرح پی گئے ہیں کاش کہ پان کی طرح ان کو چبا ہی لیتے تب بھی بعض چیزیں تو سامنے آہی جاتیں۔ علاوہ ازیں مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسی موقوف.... روایت میں اس کی تصریح ہے ماراٰہ المسلمون الحدیث کہ جس چیز کے بارے میں مسلمانوں کی رائے یہ ہو کہ وہ اچھی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہی ہوگی اس مقام پر رائے اور فہم کا اظہار کیا گیا ہے اور دین کے بارے میں جو رائے اور فہم صحابہ کرامؓ کی ہو سکتی ہے وہ اور کس کی ہو گی؟ اور ظاہر امر ہے کہ جن غیر منصوص امور میں صحابہؓ کرام کی رائے بہتر اور پسندیدہ ہو سکتی ہے وہ چودھویں صدی کے برخود غلط مفتی کی نہیں ہو سکتی۔ مفتی صاحب آپ نماز اور روزہ جیسے منصوص اوامر اور شراب اور جوا وغیرہ جیسے منصوص نواہی کا ذکر چھیڑ کر جس طرح راہ فرار اختیار کر رہے ہیں آپ کو اس طرح کون چھوڑتا ہے؟ قرآن وسنت کے منصوص احکام

مفروغ عنہا ہیں بحث تو ان میں ہے جو منصوص نہیں ان میں صحابہ کرامؓ کی رائے اور ان کی تحقیق سب سے مقدم ہوگی جس کے بارے میں وہ فرمائیں کہ یہ خوب ہے تو وہ خوب ہی ہوگی اور جس کے متعلق وہ فرمائیں کہ یہ خراب ہے، تو وہ خراب ہی ہوگی جو عمل کریں وہ حق ہوگا اور محرک اور داعیہ کے ہوتے ہوئے جس کو نہ کریں اس کا نہ کرنا دین ہوگا مفتی صاحب الزام ہمیں دیتے ہیں اور خود غور نہیں فرماتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں پر احسان عظیم کیا ہے کہ ہر مسلمان اور کلمہ گو کو دین میں رائے دینے اور تحقیق کرنے کا مجاز قرار دیا ہے جس طرح کے صحابہ کرامؓ کو ما انا علیہ واصحابی کے ارشاد کے پیش نظر حاصل تھا مفتی صاحب، کو اپنا حقیقی احسان تو نظر نہیں آرہا مگر اوروں کا مفروض احسان کس طرح دل کے نہاں خانہ سے حاصل ہوگیا ہے اسی کو کہتے ہیں کہ :-

ع ہیں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

⑥ بدعت ہم نے راہ سنت میں از صفحہ ۷۶ تا صفحہ ۸۴ بدعت کا لغوی اور شرعی معنیٰ باحوالہ کتب بیان کیا ہے اور بہت سے حوالے اس پر عرض کیے ہیں ان میں سے کسی ایک چیز کا جواب مفتی صاحب سے نہیں بن سکا مگر مُلّاں آں باشد کہ چپ نشود دو راہ جنت از صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۷۰ اسی کا رونا روتے رہے ہیں کہ دیوبندی بدعت کی جامع و مانع تعریف نہیں کرسکتے اور مزے میں آکر فرماتے ہیں کہ انشاء اللہ نہ ہو سکی ہے نہ ہو سکے گی ہے کوئی ماں کا لال دیوبندی جو شرک و بدعت، کی جامع و مانع تعریف کرے - انتہٰی (راہِ جنت، ص ۶۶)

مفتی صاحب ہم نے راہ سنت میں بدعت کا لغوی اور شرعی معنی بیان کیا ہے اور اکابر علماء دیوبند سے بدعت کی باحوالہ تعریف نقل کی ہے آپ میں ہمت اور جرأت ہے تو آپ ان کی تعریف پر نقض یا معارضہ پیش کریں ہم انشاء اللہ علمی طور پر آپ کی ضیافت کریں گے ابھی تک آپ نے کوئی معقول بات نہیں کہی تاکہ اس کی طرف التفات کیا جائے اور شرک کی تردید ہم نے "گلدستۂ توحید" اور "دل کا سرور" وغیرہ میں کر دی ہے۔ اجمالی طور پر ہم کہتے ہیں کہ شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات۔ اس کی صفات اور اس کے افعال میں اس کی مخلوق میں سے کسی چیز کو شریک سمجھا جائے۔ آپ اس پر اعتراض کریں ہم انشاء اللہ پھر کچھ عرض کریں گے۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے حواریوں کو یہ باور کرا لینا کہ کسی دیوبندی نے بدعت و شرک کی جامع و مانع تعریف نہیں کی محض اپنے قلب کی تسکین کا سامان ہے اور بس اور خود خیر سے راہ سنت کے صفحات کے صفحات پی گئے ہیں نہ تو اس کا کوئی ایک حوالہ پیش کیا اور نہ کسی حوالہ کا جواب دیا حالانکہ ان کا فریضہ تھا کہ وہ ہمارے پیش کردہ حوالجات کو نقل کرتے اور پھر ان کا جواب دیتے اور ان پر تنقید کرتے جیسا کہ ہم نے مفتی صاحب کے پیش کردہ حوالجات کا باقاعدہ حوالہ دے کر ان کا رد کیا ہے مگر یہ مفتی صاحب کے بس کا روگ نہیں ہے۔

⑦ مفتی صاحب کا واویلا

مفتی صاحب نے جاء الحق میں بھی اچھا خاصا واویلا کیا ہے اور راہ جنت از صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۶۹ میں خوب دل کھول کر چٹکلے چھوڑے اور چٹخارے لیے ہیں اور بزعم خویش بڑی نرالی تحقیق کی ہے کبھی فرماتے ہیں کہ ایمان مجمل و مفصل کا نام بدعت ہے کبھی

فرماتے ہیں کہ چھ کلمے باہی ترتیب بدعت ہیں کبھی ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے اعراب بدعت ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہے کبھی اصول حدیث، فقہ اور اصول حدیث کو بدعت کہتے ہیں کبھی کہتے ہیں نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور قالینوں اور غالیچوں پر نماز پڑھنی بدعت ہے اور گھڑی کے اوقات سے نماز پڑھنا بدعت ہے۔ شربت اور چائے پر روزہ افطار کرنا بدعت ہے زکوٰۃ میں رائج الوقت سکہ دینا بدعت ہے۔ گاڑی۔ بحری جہاز۔ موٹر اور ہوائی جہاز پر حج کرنا بدعت ہے طریقت کے مشاغل اور سلاسل اربعہ بدعت ہیں موجودہ جہاد جن آلات سے کیا جاسکتا ہے بم راکٹ اور ہوائی جہاز وغیرہ یہ سب بدعت ہیں۔ دنیاوی چیزیں۔ خط۔ لفافے ٹیلیفون۔ تار۔ برقی پریس پارسل وغیرہ سب بدعت ہیں (محصلہ) پھر آگے جوشِ تحریر میں آکر مفتی صاحب یوں رقمطراز ہیں مولانا سرفراز صاحب آپ کو قسم ہے کہ اپنے سارے اگلے پچھلے زندہ مردے پیشواؤں کو جمع فرما کر ان مذکورہ چیزوں کا ثبوت خیر القرون سے کردیں (راہِ جنت ص۷۹)

الجواب: مفتی صاحب اگلے اور پچھلے بزرگوں کی کیا ضرورت ہے آپ کی تعلّی توڑنے کے لیے بفضلہ تعالیٰ صرف سرفراز کافی ہے۔ مفتی صاحب آپ نے بے حد شرمناک مغالطہ دیا ہے اور دین و دنیا کی سب اشیاء کو یکجا کرکے سب پہ ایک سا حکم لگا دیا ہے افسوس کہ آپ نے راہِ سنت کی وہ ساری باحوالہ بحث ہی ہضم کرلی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے حضرت عائشہؓ کی روایت پیش کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

من احدث فی امرنا ھذا	جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں
مالیس منہ فھو رد	کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہوگی

(بخاری جلد ۱ صـ ۳۷۱ مسلم جلد ۲ صـ ۷۷
ابوداؤد جلد ۲ صـ ۲۷۹ ابن ماجہ صـ ۳

اور ہم نے فی امرنا ھذا کی تشریح کے لیے چند حوالے پیش کیے تھے دو یہ ہیں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ والمراد بہ امر الدین (فتح الباری جلد ۵ صـ ۲۳۱) فی امرنا ھذا سے دین کا امر مراد ہے یعنی جس نے دین کے اندر کوئی نئی چیز نکالی تو وہ مردود ہوگی اور علامہ عزیزیؒ لکھتے ہیں کہ۔

من احدث فی امرنا ھذا	یعنی فی امرنا ھذا سے دین
ای فی دین الاسلام	اسلام مراد ہے۔

(السراج المنیر جلد ۳ صـ ۳۲۲)

ہم نے تصریح کی ہے کہ۔ ان اقتباسات سے یہ بات واضح سے واضح تر ہوگئی ہے کہ ہر بدعت اور ہر احداث بُرا اور مردود نہیں ہے بلکہ وہ بدعت اور وہ احداث بُرا اور مردود ہے جو دین اسلام کے اندر دین سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے اور یہ صرف شراح حدیث نے ہی نہیں کہا بلکہ بقول ابن رجبؒ اسی حدیث کے بعض الفاظ میں دین کی قید رفی دیننا) خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے اھ (راہ سنت صـ ۱۰۲) مفتی صاحب آپ اس مدلل اور باحوالہ بحث کو ہڑپ کر گئے ہیں اور بلاوجہ خواہ مخواہ صنعت و حرفت اور سائنس کی نوایجادات کو جن پر محض لفظی یا لغوی طور پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے درمیان

میں لاکر اپنے لیے شرعی بدعات کے جواز کا چور دروازہ تلاش کر رہے ہیں اور گاڑی اور جہاز۔ تار اور ٹیلیفون، موٹر اور بس، پریس، گھڑی اور دیگر ہزاروں قسم کی مصنوعات کو پیش کر کے بحث کو الجھانا چاہتے ہیں اور کہیں لفظ چھاپنا پر زور دے رہے ہیں (دیکھئے راہ جنت ص۹۶) مفتی صاحب ان اشیاء کا کوئی منکر نہیں اور نہ یہ امور شرعی بدعت کی زد اور مد میں آتے ہیں اور ہم نے راہِ سنت ص۴۳ میں لکھا ہے کہ فریق مخالف کے مجدد ملت اعلیحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) تمباکو کو حلال بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ کہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے (احکام شریعت حصہ سوم ص۱۶۸) آپ نے فریق مخالف کے محقق اور مسلم علماء سے بھی سن لیا کہ بدعت وہی مذموم ہے جو امور دین سے سمجھ کر کی جائے جس کا تعلق امور دین سے نہیں اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار امر ہے (انتھی راہِ سنت ص۴۳) اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی اشیاء اور نیز دیگر بے شمار مصنوعات وغیرہ ہرگز بدعت شرعی کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں اور نہ مولویوں کی آمد اور سیاسی جلسوں پر جلوس منع ہیں کیونکہ ان کو کوئی بھی دین سمجھ کر نہیں کرتا بخلاف میلاد کے جلوس کے کہ اس کو کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اور نہ کرنے والوں پر فتوے لگتے ہیں اور جن اکابر نے اصل اشیاء میں ورود شرع کے بعد اباحت کو تسلیم کیا ہے ان کے پیش نظر بھی غالباً یہی اشیاء ہیں وہ حضرات بدعات شرعیہ کو ہرگز مباح اور حلال قرار

دینے کے حق میں نہیں ہیں اور یہی مراد ہے اُن حضرات کی جو احداث فی الدین کو مذموم اور احداث للدین کو جائز قرار دیتے ہیں کہ یہ جملہ نو ایجادات ایسی ہیں جن سے دین کی حفاظت ہوتی ہے مگر یہ دین نہیں ہیں اور یہی چیز مفتی صاحب کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی (دیکھو راہ جنت ص۶۶)

ہم نے راہ سنت میں با حوالہ لکھا ہے کہ قرآن کریم کا اعراب خیر القرون میں لگایا گیا لیکن مفتی صاحب نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کتب حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا اسی طرح اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ کا تدوین کرنا سب خیر القرون میں ہوا ہے کیا مفتی صاحب کے نزدیک حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام یحییٰ بن سعید القطانؒ وغیرہ وغیرہ ائمہ فقہ و حدیث خیر القرون کے دور کے بعد گذرے ہیں؟ کیا انہوں نے کتب حدیث اور فقہ اور اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ کو کتابی شکل میں جمع نہیں کیا؟ عجیب زمانہ آیا ہے کہ مفتی قوم ہو کر ایسی سادہ اور بے مغز باتیں کہنے والے بھی پیدا ہو چکے ہیں اور لوگوں سے داد تحسین حاصل کر رہے ہیں، صد افسوس ہے ایسی تحقیق پر فالی اللہ المشتکیٰ۔ رہا ایمان مجمل و مفصل کا نام تو مفتی صاحب پر لازم ہے کہ با حوالہ ثابت کریں کہ خیر القرون کے بعد کار کھا ہوا اور بر تقدیر تسلیم ان کے نام اور چھ کلموں کی یہ موجودہ ترتیب تو یہ محض عجمی اور ناخواندہ لوگوں کی سہولت کے لیے داعیہ پیش آنے کے بعد علماء نے ملحوظ رکھی ہے یہ کون کہتا ہے کہ ان کی ترتیب تبدیل کرنے سے یا ان کو مقدم اور مؤخر کرنے سے یا ان کے نام تبدیل کر دینے سے شریعت بدل جائیگی

ان کا نام اگر بدل کر اور رکھ دیا جائے جس سے ان کا معنوم ادا ہوتا ہو تب بھی کوئی حرج نہیں یہ کس لئے کہا ہے کہ ان کا یہی نام اور یہی ترتیب حلال اور مباح ہے اور باقی گناہ ہے من ادعیٰ فعلیہ البیان

⑧ عقلی ڈھکوسلے

مفتی صاحب بدعات شرعیہ کی ترویج اور جواز کے لیے یہ نرے بیکار بہانے اور عقلی ڈھکوسلے ہیں۔ ان سے ان کا اثبات کرنا بالکل بے سود ہے جب دواعی اور محرکات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ اور سلف صالحینؒ نے ایک کام دین سمجھ کر نہیں کیا اور انہوں نے آپ کی طرح محض عقلی تیر نہیں چلائے تو یقین کیجئے آج ہمیں بھی ایسا کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں جو انہوں نے کیا وہ ہمیں کرنا چاہیئے اور جو انہوں نے چھوڑا وہ ہمیں بھی چھوڑنا چاہیئے ہاں نئے محرکات اور دواعی کے پیدا ہونے کے بعد ادلہ اربعہ میں سے کسی دلیل سے ان پر استدلال کرنے کا شرعی طور پر تا قیامت مسلمانوں کو حق ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں مگر یقین کیجئے کہ آپ اور آپ کی جماعت جتنی بدعات پر عمل پیرا ہیں ان میں سے ایک ایک کا داعیہ اور سبب خیر القرون میں موجود تھا ہم نے اس کی مفصل بحث راہ سنت میں کی ہے مگر صد افسوس کہ آپ نے اسکو پڑھنے اور عوام پر اس کو ظاہر کرنے کی کوشش اور جرأت ہی نہیں کی۔ اس لیے آپ اپنی عقل نارسا کو چھوڑیں اور وحی الٰہی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصول کی پابندی کریں اسی میں نجات اور اسی میں فلاح ہے۔

⑨ تکلف برطرف

مفتی صاحب اگر آپ ناراض نہ ہوں تو آپ ہی کے قلم سے نکلی ہوئی ایک عبارت عرض کردوں بس اسی پر ہمارا بھی عماد ہے اور امید ہے کہ آپ خود بھی اپنی لکھی ہوئی عبارت کا پاس کرینگے اور اپنی عبارت کی لاج رکھیں گے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

"عبادت وہی سچی ہے کہ جس کی تعلیم حق تعالیٰ کی طرف سے نبیوں کے ذریعہ دی گئی ہو اپنی عقل کی تجویز کی ہوئی کوئی عبادت عبادت نہیں مسلمان جو بھی کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی نبیوں کی بتائی ہوئی ہے لہذا صحیح ہے آریہ وغیرہ (وغیرہ سے شاید اہل بدعت حضرات بھی مراد ہوں۔ صفدر) کی عبادت عقل سے سوچی ہوئی اپنی طرف سے بنائی ہوئی ہے لہذا وہ کچھ بھی کرے غلطی کرتا ہے شاہی قانون کی پابندی اشد ضروری ہوتی ہے"۔ بلفظہ (تفسیر نعیمی ص۱۲ مصنفہ مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی)

مفتی صاحب جو جواب آپ نے آریہ کو دیا ہے بعینہٖ یہی جواب ہماری طرف سے آپ کو اور آپ کی جماعت کو پیش کیا جارہا ہے اس کو وصول فرمالیں کیونکہ اپنی پسند کے جواب سے اور کونسا جواب بہتر ہو سکتا ہے؟ ہم اس لیے قرآن و سنت کی پابندی کو لازم قرار دیتے ہیں کہ وہ شاہی قانون ہے۔ اور اس لیے بدعات کے مخالف ہیں کہ وہ عقل نارسا سے سوچی ہوئی اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی ہیں لہذا بدعتی کچھ بھی کرے غلطی کرتا ہے غالباً ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے کہ ؎

جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کر بولے

(۱۰) غلافِ کعبہ گذشتہ سال جناب مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی نے محض اپنی سیاست کو چلا دینے کے لیے غلافِ کعبہ کو قبل اس کے کہ وہ کعبہ تک پہنچے ملک کے کونے کونے میں پھرایا اور نذرانے وصول کئے۔ ہم نے جمعہ کے موقع پر اس بدعت کی پُرزور تردید کی تھی اور ہمارے ملک کے بیشتر ذمہ دار علماء نے تقریراً اور تحریراً اس بدعت کی مذمت کی ہے۔ مگر مفتی صاحب نے ہیں جو راہِ جنت صفحہ ۹۸ میں غلافِ کعبہ کا ذکر کرکے ہم سے خطاب فرماتے ہیں کہ کیا مودودی صاحب کو اس جلوس کی بنا پر بدعتی کافر مشرک کہیں گے انشاء اللہ کبھی نہ کہیں گے بلکہ کھینچ تان کر اس کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کریں گے مولوی صاحب اس بے اصولے مذہب سے توبہ کیجئے جس کا نہ کوئی اصول ہے نہ کوئی ضابطہ و قاعدہ انتھٰی بقدر الحاجۃ (راہِ جنت صفحہ ۹۸)

الجواب: مفتی صاحب یہ فعل مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا خالص بدعت ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والے اس فعل میں بدعت کے مرتکب تھے۔ لیجئے ہم نے صاف کہہ دیا ہے۔ ہاں مگر ہر بدعت کفر اور شرک نہیں ہوتی بعض بدعات محض گناہ اور مکروہ بھی ہوتی ہیں جو بدعت ادلہ قطعیہ کے خلاف ہوگی وہ کفر ہے اور جو ادلہ ظنیہ کے خلاف ہو وہ گناہ اور گمراہی ہے اور ہم نے راہِ سنت صفحہ ۴۴ میں بحوالہ فتاویٰ عزیزی جلد ا صفحہ ۱۵۶ اس پر بحث کی ہے افسوس ہے کہ مفتی صاحب اسکو بھی بالکل ہضم کر گئے ہیں اور اس کے ایک حرف کا جواب بھی نہیں دیا۔

مفتی صاحب ہم تو بفضلہ تعالیٰ بڑے بااصول ہیں۔ آپ کی عبارت ہم نے آپ کی تفسیر نعیمی سے ابھی نقل کی ہے۔ اگر آپ بدعات سے توبہ کر کے قرآن و سُنت کی پابندی کریں اور نارسا عقلی طریقہ سے سوچی ہوئی تمام بدعات سے تائب ہو کر شاہی قانون کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا پابندی کریں تو ہم سمجھیں گے کہ مفتی صاحب بااصول آدمی ہیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہم سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ مفتی صاحب جیسا بے اصولا کوئی نہیں۔ نہ ان کا کوئی اصول اور نہ کوئی ضابطہ اور قاعدہ دیکھئے مفتی صاحب بدعات کو چھوڑتے ہیں یا اصول کو؟ ؎

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن!

مصلحت بین و کار آساں کن

(۱۱) مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں کے ہم مذہب نجدی آج ان حجاج سے سوا روپیہ روزانہ فیس لیتے ہیں جو مدینہ منورہ میں آٹھ دن سے زیادہ ٹھہریں کیا اس فیس کا ثبوت مولوی سرفراز صاحب خیر القرون سے دے سکتے ہیں الیٰ ان قال تو کیا کبھی مولوی صاحب نے اس بدعت کے خلاف قلم اٹھایا ہے ہرگز نہیں یہ تو اپنے گھر کا معاملہ ہے قلم کیسے اُٹھائے الخ (راہِ جنت)

الجواب: مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دیوبندی بڑے پکے "حنفی" ہیں اور نجدی علماء بعض تو حنبلی ہیں اور بعض غیر مقلد" ہیں وہ اس مسلک کے اعتبار سے ہمارے بھائی کیسے ہوئے؟ اور اگر وہ ایسی فیس لیتے ہیں تو اس فعل کے ذمہ دار ہم ہیں یا وہ ہیں؟ اور آپ نے یہ جرأت مندانہ فتویٰ اب کیوں دیا ہے ذرا ہمت کر کے

وہاں ہی نجدی حکومت سے کہدیتے کہ تم اس بدعت کے مرتکب کیوں ہوتے ہو ہم نے تو راہ سنت ص۱۵۹ میں حضرت ملا علی ن القاری کے حوالہ سے لکھا ہے (صرف ترجمہ پر اکتفا کی جاتی ہے) کہ حرمین شریفین میں ظلم شائع ہے جہالت کثیر ہے علم کم ہے منکرات کا ظہور ہے بدعات رائج ہیں حرام کھایا جاتا ہے دینی شبہات بھی بکثرت ہیں (مرقات جلد ۲ ص۲۷) مفتی صاحب ہم نے تو ایسی تمام بدعات کے خلاف جو حرمین شریفین میں ہو رہی ہیں باحوالہ قلم اٹھایا۔ ہے مگر افسوس کہ آپ نے اس کا نہ تو ذکر کیا اور نہ جواب دیا۔ معاف رکھنا پوری کتاب راہ سنت جواب کے لیے آپ کا منہ تک رہی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کا جواب دیئے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں اور آپ کی جماعت کے جوشیلے حضرات کہیں یہ نہ پڑھنا شروع کر دیں کہ :۔ ع

رہیں دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

(۱۲) مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مرنے سے کچھ وقت پہلے ایک وصیت کی تھی جو ان کی وصایا شریف ص۸ میں درج ہے۔ اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ دو تین باران اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا خانہ ساز برف اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ خواہ بکری کا شامی کباب۔ پراٹھے اور بالائی۔ فیرنی۔ اردکی دال مع ادرک و لوازم گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبوراً نہ ہو بلفظہ۔ ہم نے اس پر بحث کی تھی کہ خان صاحب کو مرنے

کے بعد بھی کھانے پینے کی لذیذ اور مرغوب اشیاء نہیں بھولیں۔
مفتی صاحب نے راہ جنت ص۱۹ تا ص۲۱ میں اس پر خوب سیخ پا ہو کر بلکہ شامی کباب بن کر گفتگو فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خانصاحب امیر تھے انہوں نے فقراء اور مساکین کے لیے یہ عمدہ چیزیں اختیار فرمائیں اور تمہارے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد اگر بیس آدمی بھی ایک ایک سو روپیہ ماہوار میری بیوی کو دیتے رہیں تو ان کا کام ہو سکتا ہے (از دیوبندی مذہب ص۲۰۸) اور فرماتے ہیں کہ میں جب چھوٹا تھا تو باپ کی کمائی سے کھاتا تھا پھر کچھ تنخواہ مقرر ہو گئی اور اب پھر مفت خوری کا مرتکب ہوں (از دیوبندی مذہب صفحہ ۲۰۴ بحوالہ اضافات۔ یومیہ جلد اول ص۲۹۶) اور مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی سرفراز کو اس لیے غصہ ہے کہ اس وصیت میں کوّے کا ذکر نہیں اور ان کے فتاوی رشیدیہ جلد۲ صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ جہاں زاغ معروفہ کو حرام سمجھا جاتا ہو اس کا کھانا ثواب ہے۔ (محصلہ)

الجواب: خان صاحب بریلوی کی عبارت میں جو خاص نقطہ تھا اسکو مفتی صاحب سیب کے پانی کی طرح یا سوڈا واٹر کی بوتل کی طرح پی گئے ہیں۔ خانصاحب فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں الخ اس عبارت پر ہمارا اعتراض تھا کہ مرنے کے بعد بھی خانصاحب ان اشیاء کی بلٹی کے منتظر ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ مفتی صاحب! ہم نے راہ سنت میں ایصال ثواب کا جائز اس کا حق اور ثابت ہونا صراحت کے ساتھ لکھا ہے فقراء و مساکین کو اچھی سے اچھی چیز کھلائیں اس کا کوئی انکار

نہیں لیکن نقطہ کی بات نہ کھائیں اعتراض ہمارا یہ صحیح دبا گریں پر تھا جس کو آپ پی گئے ہیں رہا حضرت تھانوی کا اپنی اہلیہ محترمہ کیلئے فکر تو یہ ایک طبعی اور شرعی امر ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم با وجود خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں اکمل ترین متوکل ہونے کے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کیلئے ایک سال کا خرچہ محفوظ کر لیتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ۔ (المتوفی ۲۴ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے نخلستان کو (جو بطور فیٔ آپ کو حاصل ہوا تھا) فروخت کرتے تھے ویحبس لاھلہ قوت سنتھم (بخاری جلد ۲ ص ۸۰۶) اور اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کا خرچہ روک لیتے اور محفوظ کر دیتے تھے۔ بس یہ فرق ہے حضرت تھانوی کا اور خانصاحب بریلوی کا کہ ان کو فکر اپنی ہے اور حضرت تھانوی کو اپنی اہلیہ کی ہے اور مفت خوری کا حوالہ بھی خوب دیا حضرت تھانویؒ تو یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ والد کی زندگی میں ان کی کمائی کھاتا رہا۔ پھر کچھ عرصہ تنخواہ پر زندگی بسر کی اسکے بعد فی سبیل اللہ کتب نویسی، دینی مشاغل، خلق خدا کی دینی تربیت اور اصلاح اور عبادات وغیرہ میں مصروفیت کی وجہ سے ہاتھ کے ساتھ محنت اور مشقت کا موقع ہی نہیں مل سکا لوگ ہی تحفہ و تحائف کے طور پر کچھ دے دیتے ہیں اور مستعار زندگی کا وقت پاس ہو جاتا ہے۔ نہ معلوم اس میں عقلی اور نقلی طور پر کون سی قباحت ہے جو مفتی صاحب اور ان کی جماعت کو نظر آ رہی ہے؟ رہا کوّے کا مسئلہ تو کوّے کی کئی قسمیں ہیں بعض حلال ہیں اور بعض مکروہ پوری بحث تو انشاء اللہ ہم اپنی کتاب عبارات اکابر میں کریں گے۔ سردست اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ

له حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ سے فرمایا ان امرکن لما یہمنی بعدی الحدیث (ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۶ وقال حسن صحیح غریب) کہ مجھے اپنے بعد تمہاری بڑی پریشانی ہے۔

امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

وکرہ اصحابنا الغراب الابقع لانہ یأکل الجیف ولم یکرھوا الغراب الزرعی لہ (احکام القرآن جلد ۲ ص۳۲ طبع مصر)	ہمارے اصحاب نے زاغ البقع (یعنی زاغ معروف) کو مکروہ سمجھا ہے کیونکہ وہ غلاظت کھاتا ہے اور کھیتی کے کوّے کو مکروہ نہیں سمجھا۔

امام موصوف نے زاغ معروف کی کراہت کی وجہ غلاظت کھانا بتائی ہے ایسے جیسی مرغی اور بھیڑ بکری وغیرہ جو غلاظت کھانے کی عادی ہو مکروہ ہے مگر حرام نہیں۔ کیا مفتی صاحب صرف انہی مرغیوں اور بھیڑوں کا گوشت کھاتے ہیں جن کو گھر میں قید و بند کیا جاتا ہے جیسا کہ فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے یا وہ قصابوں سے گوشت خرید کر کھا جاتے ہیں اور محلے میں چلتی اور پھرتی مرغیوں کو خرید کر بھی ہضم کر جاتے ہیں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شہروں میں بالعموم مرغ اور مرغیاں اور بھیڑیں وغیرہ غلاظت کھاتی ہیں اور اکثر قصاب محض پیسوں کی لالچ سے قید و بند کئے بغیر ہی ان کو ذبح کر ڈالتے ہیں اور انہی کے گوشت سے مفتی صاحب اور ان کی جماعت گیارھویں شریف اور ختم غوثیہ وغیرہ دیتے اور دلاتے ہیں۔ مفتی صاحب آپ نے یہ مسئلہ کتابوں میں کیوں نہیں چھپایا؟ آپ تو خیر سے مفتی ہیں کیا آپ کو کوّے کے کھانے کے ثواب ہونے پر واویلا مچانا تو آتا ہے اور غلاظت کھانے والی مرغیوں اور بھیڑوں کے مکروہ ہونے اور ان کی کراہت کا مسئلہ بتلانے کا خیال نہیں آتا؟ رہا آپ کا یہ سوال کہ سرفراز کو خانصاحب کی وصیت میں شامی کباب اور گوشت

بھری کچوریوں کے ساتھ کوتے کا ذکر نہیں ملا تب غصہ آیا ہے۔ مفتی صاحب یقین جانیئے کہ سرفراز کو علم و تحقیق کے میدان میں کسی مسئلہ پر بفضلہ تعالیٰ غصہ نہیں آتا ہاں البتہ یہ خیال ضرور آتا ہے کہ مفتی احمد یار خان صاحب کے نزدیک وہ تمام اشیاء جن کا قرآن و سنت میں نہیں مباح اور حلال ہیں تو اس قاعدہ کے لحاظ سے اس وصیت میں نہ صرف یہ کہ کوتے ہی کا ذکر نہیں ہوا بلکہ ہاتھی۔ گینڈا۔ لنگور۔ بن مانس اور اسی قسم کے دیگر سینکڑوں حیوانات اور حشرات الارض کا ذکر کیوں نہیں ہوا؟ اگر غصہ ہے تو صرف اس کا ہے اور ممکن ہے ان اشیاء کی وصیت مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنے لیے مخصوص سمجھی ہو کیونکہ ان اشیاء کی حلت اور حرمت کا تو صاف اور صریح حکم قرآن و سنت میں کہیں نہیں آتا اگر ہے تو بغیر ایچ پیچ لگائے مفتی صاحب ہمیں بتادیں ہم ان کے مشکور ہوں گے لہذا یہ سب چیزیں مفتی صاحب کے نزدیک حلال اور مباح ہیں اگر خان صاحب سے بھول چوک ہو گئی ہے تو کیا حرج ہے؟ مفتی صاحب تو زندہ ہیں بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ پدر نہ کرد پسر تواں کرد کا مزا اور لطف آجائے گا اور ان اشیاء کا ایصال ثواب کر کے دادی۔ نانی۔ پڑدادی اور پڑنانی سب کا نام تازہ ہو جائے گا۔ کیونکہ

ع زندگی خواب بھی ہے خواب کی تعبیر بھی ہے

(۱۳) میلاد شریف

راقم نے راہِ سنت میں از ص۱۵۲ تا ص۱۶۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کے بیان کرنے کا ذکر اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنے کا بیان اور اسی طرح ان تمام پہلوؤں

کو اجاگر کیا ہے جن کو اہل بدعت نے اختراع اور ایجاد کیا ہے اور اس کو کار ثواب قرار دینے کا اُدھار کھائے بیٹھے ہیں اور اس کا نام میلاد رکھا ہے ان میں سے کسی چیز کا جواب مفتی صاحب نے نہیں دیا اور یہ ان کے ذمہ اُدھار ہے خدا کرے کہ وہ دنیا سے ویسے ہی نہ چلے جائیں جیسے ان کے بزرگ بلا جواب دیئے چلدیے ہیں۔ ہاں البتہ مفتی صاحب نے راہ جنت ص۱۳ اور ص۱۴ میں فتاوی رشیدیہ ص۹۲ کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی درثمین اور فیوض الحرمین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے والد اور خود شاہ صاحب میلاد کرتے تھے اور ایسی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو وہ اپنا پیشوا مانتے ہیں ان پر فتوے کیوں نہیں لگاتے اور ان کو مشرک اور بدعتی کیوں نہیں کہتے اور انہیں اپنا پیشوا کیوں مانتے ہیں؟ (محصلہ)

الجواب: مفتی صاحب کی دیانت پر صد افسوس ہے کہ فتاوی رشیدیہ سے درثمین اور فیوض الحرمین کی مفید مطلب عبارتیں تو نقل کر دی ہیں لیکن فتاوی رشیدیہ میں جو جواب اور مطلب ان کا بیان کیا گیا ہے وہ بیان نہ کیا مفتی صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ فتاوی رشیدیہ سے جواب بھی ساتھ ہی نقل کر دیتے پھر اس پر جتنا جی چاہتا تنقید کرتے اور خوب دل کھول کر اسکا رد کرتے ہم فتاوی رشیدیہ جلد اول ص۹۲ کا حوالہ جو حضرت مولانا گنگوہیؒ نے درثمین کی عبارت کے جواب میں لکھا ہے عرض کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

الجواب: ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے، کوئی تاریخ دوقعت شرع سے موقت نہیں روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے پس اگر

کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثلِ دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں اور کسی عوام کو بھی اس طرح کے ایصال میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں سب کے نزدیک درست ہے پس شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کا یہ فعل ایسا ہی تھا تو اس سے کوئی حجت نہیں لاسکتا اپنے بدعت زمانہ پر اور پھر وہ طعام ایصال ثواب کا تھا۔ کہ صلوٰۃ یا نبی کا لفظ موجود ہے اس میں نہ کوئی سرگرد ولادت کا کلمہ ہے نہ اجتماع ذکر ولادت کے واسطے پس اس میں کوئی حجت جواز مولد کی نہیں الخ

افسوس ہے کہ مفتی صاحب نے دُرِّ ثمین کا حوالہ تو فتاویٰ رشیدیہ سے نقل کر دیا ہے مگر یہ جواب بالکل پی گئے ہیں۔ اور فیوض الحرمین کی عبارت کے جواب میں حضرت گنگوہیؒ نے یوں ارقام فرمایا ہے۔

الجواب:۔ فیوض الحرمین میں حاضری مولد النبی میں کہ مکان ولادت آپ علیہ السلام کا ہے لکھا ہے۔ وہاں ہر روز زیارت کے واسطے لوگ جاتے ہیں یوم ولادت میں بھی لوگ جمع تھے اور صلوٰۃ و ذکر کرتے تھے نہ وہاں تداعی سے اہتمام طلب کئے تھے نہ کوئی مجلس تھی بلکہ وہاں لوگ خود بخود جمع ہو کر کوئی درود پڑھتا تھا کوئی ذکر معجزات کرتا تھا نہ کوئی شیرینی نہ چراغ نہ کچھ اور نفس ذکر کو کوئی منع نہیں کرتا فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ جلد ا صـ۹۴ و صـ۹۵)

مفتی صاحب کا فرض تھا کہ یہ جواب بھی نقل کرتے اور پھر ان پڑتا تو اس کا رد لکھتے مگر دیگر اہل بدعت حضرات کو عموماً اور مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب کو خصوصاً لوگوں کو قطع و برید کر کے حوالے دکھانے ہی ہوتے

ہیں کیونکہ اس کے بغیر ان کا کام اور گاڑی نہیں چلتی پورا حوالہ ہو تو بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے یہ ہے دیانت مفتی صاحب کی اور یہ ہے کارنامہ اہل بدعت حضرات کے مایۂ ناز عالم کا۔ فوا ۱۱ سفا

⑭ حاضر و ناظر اور عرس وغیرہ

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ عام مسلمان عرس بزرگان۔ نذر نیاز کیا کرتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ سرکار ابد قرار باذن پروردگار تمام عالم کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے آئینہ دار آئینہ کو اور ارواح قدسیہ آناً فاناً مشرق و مغرب کی سیر فرماتی ہیں اور متوسلین کی مدد کرتی ہیں اس کو مسئلہ حاضر و ناظر کہتے ہیں حضرات علماء دیوبند خصوصاً مولانا گکھڑوی اس کو کفر و شرک و بدعت وغیرہ فرماتے ہیں خانصاحب، گکھڑوی نے اس کی تردید میں کتب تحریر فرمائی ہیں یہ ہے اُن کا قلمی و قولی مذہب عمل اب دیوبندیوں کا علمی مذہب ملاحظہ فرمادیں دیوبندیوں کے مایۂ ناز عالم و واعظ عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے والد صاحب کو تحریر دی جس میں انہوں نے عرس بزرگاں نیاز فاتحہ کو جائز مانا اور مانا کہ حقیقت محمدیہ علم کے ذرہ ذرہ میں جلوہ گر ہے یعنی مسئلہ حاضر و ناظر درست ہے اشتہاری شکل میں جھگڑے کا خاتمہ کے عنوان سے چھپا پا گیا۔ پھر پندرہ برس کے بعد اس سے پھر گئے اور شائع کیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی میں ان مسائل سے رجوع کرتا ہوں دیکھو ان کا اشتہار اعلان حق۔ آگے مولانا گنگوہی کی کتاب امداد السلوک صفحہ ۱ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ " ہم مرید بہ یقین داند کہ روح شیخ مقید بہ یک زماں

نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دُور است، امّا روحانیت او دُور نیست۔ پھر لکھتے ہیں کہ کیا فرماتے ہیں مولانا سرفراز خان صاحب اور تمام علماء دیوبند از روئے شریعت دیوبندیہ مولانا عنایت اللہ صاحب گجراتی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کافر۔ مشرک بدعتی وغیرہ ہیں یا نہیں الخ (محصلہ) (راہِ جنت از ص۱۰ تا ص۱۲)

الجواب: ہم نے عرس کے مسئلہ پر راہِ سنت از ص۱۶۱ تا ص۱۶۵ میں مفصل باحوالہ بحث کی ہے جس کا کوئی جواب مفتی صاحب نے نہیں دیا اور حاضر و ناظر پر ہم نے مستقل کتاب تبرید النواظر لکھی ہے جس میں قرآن و سنت کے دلائل کے علاوہ فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم کے صاف اور صریح فتوے بھی درج ہیں جس کا کوئی جواب مفتی صاحب اور ان کی جماعت نے نہیں دیا اور امداد السلوک کی عبارت کا مطلب بھی ہم نے تبرید النواظر میں بیان کر دیا ہے۔ اس کا بھی کوئی جواب مفتی صاحب نے نہیں دیا اس لیے ہمارے پیش کردہ حوالجات اور دلائل تاہنوز لاجواب ہیں جب تک ان کا جواب نہ دیا جائے گا ہم ان کے بارے میں مزید کچھ کہنے کے لیے تیار نہیں ہیں اگر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کو عرس اور مروجہ فاتحہ وغیرہ کے متعلق ابتداء میں کچھ غلط فہمی تھی جیسا کہ مفتی صاحب کا بیان ہے تو ان کی ان مسائل میں سلامت روی کی علامت ہے کہ ان سے رجوع کر لیا ہے اور عالم کی یہی شان ہے کہ غلطی سے رجوع کر لے اور ائمہ دین سے بھی ایسا ہی ثابت ہے۔ کیا مفتی صاحب سے ہم حق کی طرف رجوع کی توقع رکھ سکتے ہیں؟

دیدہ باید۔ رہا حقیقت محمدیہ کا ہر ذرہ میں ہونا تو مفتی صاحب حاضر و ناظر کے مسئلہ کا اس سے کیا تعلق؟ یہ تو صوفیائے کرام کی متصوفانہ اصطلاحات مثلاً حقیقت ابراہیمیہ۔ حقیقت موسویہ اور حقیقت محمدیہ وغیرہ میں سے ایک اصطلاح ہے چنانچہ صراط مستقیم ص۱۳۱ میں لکھا ہے کہ محبیت کہ بہ محبوبیت رسیدہ باشد ایں خود بلند تراز خلت است بلا ریب وآں منشاء حقیقت محمدیہ است علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام چناں کہ پیشتر می آید۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ پس حقیقت ابراہیمی فی الحقیقت افضل از حقیقت موسویہ است بعد ازاں مرتبہ حضرت ذات است بلحاظ محبیت و محبوبیت ممتزجہ کہ منشاء حقیقت محمدیہ است علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اھ اور ایضاح الطریقہ ص۳۸ میں ہے و مرکز ایں دائرہ محبیت و محبوبیت ممتزجتین حقیقت محمدی است صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا دو میم اسم مبارک محمد بر این محبیت و محبوبیت اشارہ میفرمایند اھ) اس لحاظ سے حقیقت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات) کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے ہر ذرہ میں اپنے حال کے مناسب ذات باری تعالیٰ کے ساتھ محبیت اور محبوبیت کا عشق آمیز اور گہرا تعلق اور ربط ہے۔ اس سے بھلا حاضر و ناظر کے مسئلہ کا کیا تعلق؟ اور پھر اس مسئلہ کی وجہ سے جناب مولانا شاہ صاحب گجراتی کی تکفیر کا کیا مطلب؟ مفتی صاحب جناب شاہ صاحب آپکے پاس گجرات میں رہتے ہیں ان سے دریافت کر لیجئے کہ آپکے نزدیک حقیقت محمدیہ کا کیا مطلب ہے؟ اگر وہ اس کا مطلب حاضر و ناظر بتائیں تو بلا شک وہ کافر ہوں گے اور اگر وہ اس کا مطلب یہی بیان کریں جو صوفیاء کرامؒ کی اصطلاح ہے تو مفتی

صاحب آپ بجائے ان کی تکفیر کے اپنی جہالت. بددیانتی اور سینہ زوری کا رونا روئیے کہ قائل کے مطلب کے خلاف مطلب تراش کر اس کی تکفیر کرکے دارالافتاء میں مسند نشینی اختیار کرنا چاہتے ہیں اور ہم نے تبرید النواظر میں حضرت گنگوہی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا کفر و شرک ہے جب وہ آپ کو حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے تو آپ پھر ان کے گلے یہ مسئلہ مڑھ کر کیوں تکفیر کرتے اور کراتے ہیں؟ مفتی صاحب ہوش میں آیئے آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نو اس طرح ؎

بڑی رونق مسلمانی

⑮ قبروں کے چڑھاوے

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں کے نزدیک بزرگوں کے مزارات کے چڑھاوے حرام ہیں کیونکہ یہ مَا اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں داخل ہیں اور ان کا عمل یہ ہے کہ جب محکمہ اوقاف نے آمدنی والی مساجد اور مزارات پہ قبضہ کیا تو دیوبندیوں نے بھی اس آمدنی کے لیے ہاتھ مارے اور اپنے مدارس ان سے چلانے کی سعی کی (محصلہ راہ جنت ص۱۲ و ص۲۲)

الجواب: مفتی صاحب آپ نے نہایت غلط بیانی سے کام لیا ہے مسجدوں کی آمدنی سے وہ آمدنی مراد ہے جو مسجد کے ساتھ وقف دکانیں اور مکان اور زمین کسی وقت وقف کی گئی ہو اور اس میں شرعاً کون سی خرابی ہے؟ اور مسجدیں تقریباً ایسی ہی ہیں رہے مزارات تو ان کی آمدنی کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ جب اولیائے کرامؒ کی وفات ہوئی تو ان کے صحیح جانشین جو ان کی اولاد میں یا خلفاء میں

شمار ہوتے تھے لوگوں کی تعلیمی اخلاقی اور روحانی تربیت کرتے تھے جن سے فیض حاصل کرنے کے لیے دور دراز سے سینکڑوں طلبۂ علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے آتے تھے ان کی سہولت کے لیے ارباب خیر نے زمینیں مکانات اور دوکانیں وغیرہ وقف کر دیں جن سے طلبۂ علم فائدہ اٹھاتے رہے اور شرعاً یہ درست بھی تھا بعد کو نا اہل لوگوں نے اس جائز آمدنی کو چرس اور بھنگ افیون اور شراب کنجریوں اور ڈوموں اور رقص و سرود وغیرہ مناہی کے نذر کر دیا حکومت وقت نے چند اچھے کاموں میں ایک یہ بھی نہایت اچھا کام کیا ہے کہ ان فواحشات کے اڈے ختم کر دیے اور آمدنی کو مصرف میں خرچ کرنے کا پروگرام بنایا لیکن مسئلہ کی رو سے ایسی آمدنی کو صرف شرعی امور پر ہی صرف کیا جا سکتا ہے جیسا کہ وقف کرنے والے حضرات کا نیک جذبہ تھا اس سے کسی دنیوی کام کے حاصل کرنے والے طالب کو کچھ دینا اصول وقف کے خلاف ہے اور شاید مفتی صاحب سے بھی یہ مخفی نہ ہوگا۔ مزارات کے ساتھ مستقل آمدنی ایسی ہی اوقاف کی ہے جس کو دیوبندی بھی حصہ رسد حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ مدارس دینیہ پر یہ آمدنی صرف ہو اور اس میں وہ حق بجانب ہیں۔ اور دوسری قسم کی وہ آمدنی ہے جس کو صحیح العقیدہ مسلمان محض ایصال ثواب کی خاطر مزارات پر پیش کرتے ہیں اور ان کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور بزرگانِ دین سے حسنِ عقیدت ہوتی ہے اگرچہ جہالت کی وجہ سے بعض دفعہ اس سلسلہ میں ان سے افراط و تفریط بھی ہو جاتی ہے لیکن اصل نیت انکی ٹھیک ہوتی ہے اس کے حلال اور مباح ہونے میں کوئی کلام نہیں بجز کسی خاص مکروہ صورت کے اور تیسری قسم کی وہ آمدنی ہے کہ مفتی صاحب کی روحانی برادری

شرک میں غوطے لگا لگا کر اور تقرب لغیر اللہ کے جذبہ سے سرشار ہو کر بزرگانِ دین سے یوں سودا کرتے ہیں کہ گُلگُلے اور پُتڑے ایسے لوگوں کے چڑھاوے بلاشک مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی مد میں آتے ہیں اور کوئی ذمہ دار دیوبندی عالم اس شئ کو جانتے ہوئے کبھی اس کے حاصل کرنے کی سعی نہیں کرے گا اور انشاء اللہ نہ کی ہوگی۔ مفتی صاحب بلاوجہ محض عناد سے دیوبندیوں کے خلاف بے بنیاد الزام تراشنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو سمجھ اور دیانت عطا فرمائے ؎

صیاد کی نگاہ اُسی دن سے مجھ پہ تھی
جس دن کہ آشیاں میں مجھے بال و پر ملے

(۱۶) سائنس

مفتی صاحب نے گھر بیٹھے ہی یہ تصور کر لیا ہے کہ سائنس کے اصول دیوبندیوں کے لیے قہر الٰہی بن گئے ہیں کہ دوربین۔ ٹیلی فون۔ اور ریڈیو وغیرہ سے دور دراز کی باتیں معلوم ہوں اور چیزیں دیکھی جا سکیں اور لائیکاکٹیا کی نبض کی رفتار اور خون کا دباؤ زمین پر بیٹھے ہوئے معلوم کیا جا سکے لیکن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہوں اور قبر میں نہ پہنچ سکیں۔ یولو دیوبندیو! کیا نورِ نبوت کی طاقت سائنسی طاقت سے کم ہے۔ یولو دیوبندیو کہاں گیا تمہارا شرک۔ (محصلہ راہِ جنت ص۲۲ و ص۲۳ و ص۲۴)

الجواب: ہم نے تبرید النواظر میں اس کی مستقل بحث کی ہے مگر افسوس کہ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر وغیرہ عقائد

کے مٹے ہیں یہاں ان قیاسی اور اٹکل بازی ڈھکوسلوں سے کیا بنتا ہے؟ یہاں قرآن وسنت اور اجماع امت کے قطعی دلائل درکار ہیں اور علماء محققین اور فقہاء کی صریح عبارات اور اقوال کی ضرورت ہے ہم نے تبرید النواظر میں اس پر مبسوط بحث کر دی ہے جو تا ہنوز لاجواب ہے اور اسی مقام پر ہم آپ کی تفسیر نعیمی کا حوالہ بھی آپ کو یاد کرا دیتے ہیں جو ہم نے پہلے لکھا ہے کہ عقل سے تجویز کی ہوئی اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی عبادات کا کوئی اعتبار نہیں شاہی قانون کی پابندی ضروری ہے اس لیے عقلی ڈھکوسلوں سے کیا حاصل؟ علاوہ ازیں مفتی صاحب، آپ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ناری طاقت یعنی بجلی کے ذریعہ ہر جگہ کی آواز سنی بھی جا سکتی ہے اور دور کی چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں اھ (راہ جنت ص۲۲) یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی کا کرنٹ آتا ہے تو ان کو دور کی خبریں بھی معلوم ہو جاتی ہیں اور بعض دفعہ وہ دور کی چیزیں دیکھ بھی لیتے ہیں لیکن جب وحی کا کرنٹ بند ہو جاتا ہے وہ نہ تو دور کی باتیں جانتے ہیں اور نہ دور کی چیزوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں ہم نے حضرت شیخ سعدیؒ کے حوالہ سے تبرید النواظر میں یہ اشعار بھی لکھے ہیں نہ معلوم مفتی صاحب نے ان کا جواب کیوں نہیں دیا؟ ؎

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند	کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شنیدی	چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہاں است	دمے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم	گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

فرمایئے حضرت شیخ سعدیؒ بھی معاذ اللہ گستاخ اور بے ادب ہیں یا صرف دیوبندی ہی ایسے ہیں؟ مفتی صاحب یہ صرف آپ کا مفروضہ ہے کہ سائنس کی ترقی سے دیوبندیوں کے ہوش وحواس بگڑ گئے ہیں۔ مفتی صاحب یاد رکھئے کہ سائنس کی برق رفتاری سے دیوبندیوں کے کسی نظریہ پر ایک رتی اثر نہیں پڑا کیونکہ ان کے عقائد ونظریات نصوص شرعیہ سے ثابت ہیں اور پھر سائنس کے مطابق ہیں کیونکہ جب وحی کی بجلی کا کرنٹ آتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نجاشیؓ کی وفات کا علم ہوجاتا ہے اور موتہ میں فوجی جرنیلوں کی شہادت کی اطلاع ہوجاتی ہے اور بیت المقدس کا نقشہ سامنے ہوجاتا ہے لیکن جب وحی کا یہ کرنٹ نہیں آتا تو آپ کو تخت پوش کے نیچے سگ بچہ بھی نظر نہیں آتا اور جوتی مبارک کے نیچے غلاظت نظر نہیں آتی جب وحی اترتی ہے تو حقیقت منکشف ہوتی ہے آج سائنس کی اس ترقی نے وحی کے مسئلہ کو کافی حد تک حل کردیا ہے۔ اور واضح کردیا ہے کہ وحی الٰہی کی دوربین سے سینکڑوں میل دور کی چیز نظر آسکتی ہے اور جب وحی کی دوربین نگاہوں سے اوجھل ہوجائے تو اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہار باوجود کافی تلاش کے نہیں مل سکتا جب اونٹ اٹھتا ہے تو اس کے نیچے پڑا نظر آتا ہے۔ بتایئے سائنس سے دیوبندیت کو کیا نقصان پہنچا؟ جس پر مفتی صاحب پھولے نہیں سماتے اور دیوبندیت اور سائنس کی سرخی جمارہے ہیں سچ ہے جب اللہ تعالیٰ دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔ پھر آگے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں نے مافوق الاسباب کی دم لگائی کہ مافوق الاسباب طاقت غیر اللہ میں ماننا شرک ہے حالانکہ نور رسالت اور نبوت بھی ان تمام کمالات

کا سبب ہی ہیں لہٰذا ان بزرگوں کا حاضر و ناظر ہونا اسباب کے ماتحت ہی ہوا تب لگے دیو بندی بغلیں جھانکنے (محصلہ ص۲۴)

الجواب:۔ مفتی صاحب یہ ماتحت الاسباب یا مافوق الاسباب وغیرہ کی قیدیں دیوبندیوں نے نہیں لگائیں ان کا مفہوم قرآن و سنت سے ثابت ہے اور ایک آیت ابھی عنقریب بیان ہو رہی ہے اور حافظ ابن قیمؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ علماء نے اس کی وضاحت کی ہے مگر معاف رکھنا آپ کا مبلغ علم تو صرف خانصاحب بریلوی اور ان کے اتباع کی چند کتابوں تک محدود ہے جس میں انہوں نے مظلوم دیوبندیوں کے خلاف خوب زہر اُگلا ہے آپ کو محققین کی کتابیں دیکھنے کا کیا شوق ؟ مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ بلاشک نبوت اور رسالت کمالات روحانی کا سب سے اعلیٰ و ارفع سبب ہے، اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں لیکن مافوق طاقت بشری اُمور نہ لوازم نبوت و رسالت سے ہیں اور نہ ان امور کے لیے نبوت اور رسالت سبب ہے، اور جھگڑا اسی جز میں ہے مشرکین نے آپ سے کئی قسم کے فرمائشی معجزات طلب کئے تھے کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونا بن جائے اس کا جواب ملا کہ آپ فرما دیں کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ یا آپ ہمارے لیے نہریں نکال لائیں یا آپ کے لیے سونے کی کوٹھی ہو یا خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کریں یا آپ آسمان کی طرف اڑ کر چلے جائیں اور وہاں سے کتاب لے کر آئیں وغیرہ وغیرہ ان تمام اُمور کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ :۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ   کہہ دیجئے پاک ہے میرا رب نہیں

اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ ہوں میں مگر بشر رسول ۔

(پ ۱۵۔ بنی اسرائیل)

یعنی نہ تو یہ امور میرے بس میں ہیں اور نہ نبوت و رسالت ان مافوق طاقت بشری امور کا سبب ہے صاف طور پر اس سے معلوم ہوا کہ رسالت اور نبوت مافوق الاسباب اور مافوق طاقت بشری امور کا سبب نہیں ہے باقی آصف بن برخیا کے پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو یمن سے شام لے آنا تو یہ کرامت ہے جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے یہ محل نزاع سے خارج ہے ہم نے راہ ہدایت میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے جس کا مفتی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا اور اسی طرح یہ وہم فاسد کہ ہر مردے کے پاس قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں عقلاً و نقلاً ہر طرح سے مردود ہے۔ ہم نے تبرید النواظر میں باحوالہ اس پر بھاری مزید علیہ بحث کی ہے افسوس کہ مفتی صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا حالانکہ اخلاقی طور پر ان کو ان سب کتابوں کا حوالہ دینا چاہیئے کیونکہ وہ فریق مخالف کے مایۂ ناز مفتی ہیں اور قوم کی نگاہیں بے قراری سے ان کو دیکھ رہی ہیں کہ دریائے ضلالت سے ان کو نکلنا نصیب ہو مگر آہ ؎

سہارے کا کوئی امکاں نہ تھا دریائے ہستی میں
تمنا درجن کو سمجھے تھے کنارے وہ بھنور نکلے

(۱۷) علم غیب اور دیوبندی عقیدہ

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں کا مشہور عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ نے کسی

نبی و ولی کو علمِ غیب نہیں بخشا یہ خاص صفتِ الٰہی ہے کسی کے لیے علم غیب عطائی بھی شرک ہے خصوصاً علوم خمسہ مگر یہ حضرات ہم (بناسپتی) اہل سنت کو مسئلہ علم غیب کی وجہ سے مشرک و کافر کہتے ہیں۔ عمل اب ان کا اپنا عمل ملاحظہ کرو یہ لوگ اپنے پیروں پیشواؤں کو بڑے دھڑلے سے عالم غیب مانتے ہیں چنانچہ ان کی کتاب ارواح ثلاثہ میں ص۴۸ پر مولانا شاہ عبدالقادرؒ کے متعلق لکھا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اگر عید کا چاند تیس۳۰ کا ہونے والا ہوتا تو عبد القادرؒ صاحب اوّل روز تراویح میں ایک سیپارہ پڑھتے اور اگر انتیس۲۹ کا چاند ہونے والا ہوتا تو اوّل روز دو سیپارے پڑھتے تھے۔ مسلمانوں غور فرماؤ کہ یہ ہی دیوبندی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی ماننے والوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں اپنے مولوی عبد القادرؒ صاحب کے متعلق ایسا ڈبل علم مانتے ہیں کہ انہیں پہلی رمضان کو ہی پتہ چل جاتا تھا کہ چاند انتیس۲۹ کا یا تیس۳۰ کا ہوگا (راہِ جنت ص۲۵)

الجواب: مفتی صاحب ہم نے مسئلہ غیب پر تقریباً چھ سو صفحات کی مبسوط کتاب کتاب لکھی ہے جس میں قرآن و حدیث تفاسیر و کتب فقہ سے سینکڑوں حوالوں کے ساتھ اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور مولوی محمد عمر صاحب کی کتاب مقیاس حنفیت اور آپ کی جاء الحق میں مسئلہ علم غیب کی دلیلوں کا مقام بھی بتایا ہے کہ کیا ہے، وہ کتاب آپ کے جواب کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہے دیکھئے آپ اور آپ کی جماعت کیا لب کشائی کرتی ہے۔ اور کس طرح علمی اور تحقیقی موتیوں سے اہل علم کو نوازتی ہے؟ مفتی صاحب معاف رکھنا صرف چاند کا حساب لگا لینا علم غیب کی مد میں بھی نہیں آتا چہ جائیکہ

ڈبل علم غیب ہو جیسا کہ آپ اپنے ناخواندہ حواریوں کو مغالطہ دے رہے ہیں عالم الغیب اس کو کہتے ہیں جس کے علم سے ایک ذرہ او جھل نہ ہو نہ یہ کہ صرف چاند ہی کا علم ہو۔ علاوہ ازیں چاند کا حساب علم حساب یا جنتری کے اصول سے معلوم کر لینا علم غیب نہیں کہلاتا آج بھی ڈائریوں کے اندر ہر مہینہ کی تاریخ درج ہوتی ہے جو بالعموم صحیح ہوتی ہے اور حساب دان کئی کئی ماہ پہلے زائچوں کے ذریعہ سورج گرہن اور چاند گرہن کا وقت منٹوں اور سیکنڈوں میں متعین کر دیتے ہیں اور اس کو کوئی بھی علم غیب نہیں کہتا مفتی صاحب موسم کی خبریں آپ، اخبارات میں پڑھتے اور ریڈیو پر سنتے ہی ہوں گے کہ وقت سے پہلے ہی وہ پیش گوئی کر دیتے ہیں اور اکثر اوقات وہ صحیح بھی ہوتی ہیں مگر کوئی بھی اس کو علم غیب سے تعبیر نہیں کرتا مفتی صاحب علم غیب بڑی وسیع صفت ہے صرف تجربے اور حساب سے چاند کی تاریخ متعین کر دینا علم غیب نہیں اور نہ اس پر علم کا اطلاق ہوتا ہے یہ تو صرف ظن ہے خود اسی کتاب میں اسی حکایت میں لکھا ہے کہ اور حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں اور آگے اقوال کے ساتھ اس کی تشریح یوں کی ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کشف کا واقعیت سے کبھی متخلف نہ ہونا بھی کاملین کے نزدیک شرع کے مقابلہ میں حجت نہیں (امداد ثلاثہ ملک ۳۶ وملک ۳۷) اس ضروری عبارت کو مفتی صاحب ہڑپ کر گئے ہیں مگر تعجب ہے آپ کی فہم و دیانت پر کہ آپ اس پر نہ صرف علم غیب کا اطلاق کرتے ہیں بلکہ ڈبل علم غیب فرما رہے ہیں۔ مفتی صاحب آپ کے ہوش و حواس کیوں باختہ ہو چکے ہیں؟ غالب خیال یہ ہے کہ توحید و سنت

اور حق و اہل حق سے عناد رکھنے کی وجہ سے یہ رجعت پڑی ہے (نعوذ باللہ)
مفتی صاحب پھر آگے فرماتے ہیں کہ اور ملاحظہ فرمایئے۔

اسی کتاب ارواح ثلاثہ کے صـ۲۵۳ میں اپنے بزرگ راؤ عبدالحق خانصاحب خلیفہ شاہ عبدالرحیمؒ کے متعلق لکھا ہے۔ حالت کشف کی یہ کیفیت کہ کوئی لڑکا لڑکی کے لیے تعویذ لینے آتا بے تکلف فرمادیتے جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے آپ بتاتے ہیں فرمایا کیا کروں بے حجابانہ مولود کی صورت سامنے آجاتی ہے۔ غور فرماؤ یہ ہے علم ما فی الارحام کہ دیوبندیوں کے پیشواکو بچہ پیٹ میں رہنے سے پہلے پتہ لگ جاتا تھا کہ اس کے ہاں کیا ہوگا لیکن اگر ہم (رضائی) اہل سنت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ علم مانیں تو مشرک ہیں اھ (راہ جنت صـ۲۶)

الجواب :۔ اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ حالت کشف یہ تھی الخ اور پھر آگے لکھا ہے کہ بے حجابانہ مولود کی صورت سامنے آجاتی ہے الخ مفتی صاحب ہم نے آپ کا نام لے کر ازالۃ الریب صـ۲۳۵ اور صـ۲۳۶ میں باحوالہ اس پر بحث کی ہے کشف ظن ہے علم نہیں یہی وجہ ہے کہ اس پر شرعی احکام کو مبنی قرار نہیں دیا جاسکتا مگر غیر سے آپ ہیں کہ کسی چیز کے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ہم نے ازالۃ الریب میں چند حوالے دیئے ہیں دو یہ ہیں
اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :۔

والمراد بالعلم القطعی والعلم	مراد علم سے علم قطعی ہے اور اولیاء
الحاصل للاولیاء بالالہام	کرامؒ کو الہام وغیرہ سے جو علم

وغیرہ ظنی لیس بقطعی (تفسیر مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۹۶) حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہے قطعی نہیں ہوتا۔

اور ملا علی ن القاری ؒ فرماتے ہیں کہ مکاشفہ یا الہام یا خواب کے ذریعہ جو علوم حاصل ہوتے ہیں ھی ظنیات لا تسمی علوماً یقینیات (بحوالہ فتح الملہم جلد ۱ صفحہ ۱۷۲) یہ سب ظنی امور ہیں ان کو علوم یقینیہ کا درجہ حاصل نہیں ہے (ازالۃ الریب صفحہ ۲۳۶)

افسوس ہے کہ آپ نے ان میں سے کسی چیز کا جواب نہیں دیا تاکہ ہم کچھ مزید عرض کریں۔

⑱ بیڑا پار لگانا

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ کسی بزرگ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دور سے لوگوں کے ڈوبتے بیڑے ترا دیتے ہیں شرک ہے مگر ان کا اپنا عمل یہ ہے کہ ان کے بزرگ سمندر میں ڈوبتے ہوئے جہاز کو بچا دیتے ہیں۔ چنانچہ ارواح ثلاثہ کے صفحہ ۱۶۱ پر حاجی امداد اللہ صاحب کے حالات میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ بھلودرہ کے رہنے والے ایک رئیس حج کو چلے راستہ میں جہاز طغیانی میں آگیا انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب لنگی پہنے ہوئے آئے اور فرمایا کہ جہاز ڈوبے گا نہیں بے فکر رہو اور میرا نام امداد اللہ ہے کچھ آگے مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ جہاز کو طغیانی سے نکالنے کے لیے لنگی ہی مناسب تھی اس لیے آپ نے لنگی پہنے دیکھا غور فرماؤ کہ ان کے پیر حاجی امداد اللہ صاحبؒ ڈوبتے جہاز کو لنگی باندھ کر بچا لیں مگر حضور غوث پاک کے متعلق اگر ایسی حکایت بیان کی جاوے تو شرک ہو جاوے اھ (درۂ جنت صفحہ ۲۶ و صفحہ ۲۷)

الجواب: ہمیں گلہ صرف آپ کی عقل و فہم کا ہے کہ آپ ہیں خیر سے کس بات کے

سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں ہے مفتی صاحب اس واقعہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے کہ خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب لنگی پہنے ہوئے آئے اور فرمایا کہ جہاز ڈوبے گا نہیں۔ مفتی صاحب خواب تعبیر طلب چیز ہے اس میں تو صرف یہ ہے کہ خواب میں جہاز نہ ڈوبنے کی بشارت دی ہے فرمایئے اس کا بیداری میں کشتی اور جہاز ترانے کے ساتھ کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ عطا فرمائے رہا حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے بیڑا پار کرنے کا واقعہ تو مفتی صاحب انشاء اللہ بات اس سے بڑھ کر نہیں ہوئی ہوگی کہ کسی بیوہ کا آوارہ بچہ بری مجلس میں رہ کر بدی کا شکار ہو چکا ہوگا اور اس طرح اس کا بیڑا غرق ہو چکا ہوگا۔ اس کی والدہ نے حضرت شیخ صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا اور وعظ و نصیحت کرنے کی التجا کی ہوگی چونکہ حضرت اپنے وقت کے شیخ کامل اور بے نظیر مبلغ اور واعظ تھے ان کی دعا کی برکت سے اور مخلصانہ پند و موعظت کے سبب سے گیارہ بارہ سال گمراہ رہنے کے بعد اس بیوہ کے بچے کا بیڑا اللہ تعالیٰ نے یوں پار کر دیا ہوگا کہ اس کو نیک اور صالح بنا دیا ہوگا۔ واقعہ صرف اتنا ہی ہوا ہوگا جس کو آپ کی جماعت کے مصالحہ دار حضرات نے مصالحہ لگا لگا کر کچھ بیڑا بنا کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے اور بات کا بتنگڑ بنا کر اصل حقیقت کو افسانہ کی تہ میں چھپا دیا ہے۔ ہم بزرگان دین کی نیک دعاؤں اور روحانیت کے ہرگز منکر نہیں ہیں بلکہ ہم بزرگوں کے صحیح معنیٰ میں بفضلہ تعالیٰ خادم ہیں اس سے آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ دیوبندیوں کا جو مذہب دل میں ہے وہی زبان اور قلم پر ہے اور وہی بحمد اللہ تعالیٰ عمل کے آئینہ میں ہے کیونکہ کسی عارف نے کیا ہی

خوب کہا ہے کہ ؎

نمی باشد مخالف قول و فعلِ راستاں باہم
کہ گفتارِ قلم باشد ز رفتارِ قلم پیدا

⑲ دیوبندیت سے فائدے

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (معاذاللہ۔ مقدر) توہین کرتے اور آپؐ کا ذکر منع کرتے ہیں مگر لوگ اور زیادہ ذکر کرتے ہیں کیونکہ مقابلہ کے بعد ہی پہلوانی ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارے گجرات میں میلاد شریف، گیارھویں شریف، ختم غوثیہ، ختم خواجگان کہیں خال خال ہوتے تھے جب سے دیوبندیوں کی طرف سے مخالفت زیادہ ہوئی دیکھ لو آج تقریباً گھر گھر میں گیارھویں بارھویں ختم غوثیہ و ختم خواجگان کی مجلسیں دھوم دھام سے ہو رہی ہیں الخ (مصلہ راہ جنت ص۲۷ و ص۲۸)

الجواب: مشہور ہے کہ بلّی کو چھچھڑے کا خواب ہی آتا ہے یہی مثال مفتی صاحب کی ہے۔ مفتی صاحب کو دیوبندیت کا یہ فائدہ نظر نہیں آتا کہ سرزمین ہند و پاک میں قرآن و حدیث فقہ و تصوف اور علوم اسلامی ان کی بدولت پھیلے ظالم اور جابر برطانیہ کا مقابلہ انہوں نے کیا اور کال کوٹھڑیوں میں قید و بند کی تکالیف انہوں نے اٹھائیں اور مرزائیت و چکڑالویت۔ پرویزیت و عیسائیت، شیعیت و غیر مقلدیت اسلام کش تہذیب اور مودودیت وغیرہ باطل اور مرجوح فرقوں کا مقابلہ ڈٹ کر انہوں نے کیا تحریک ختم نبوت میں سرورِ کائنات امام الانبیاء اور خاتم النبیین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات، کی آبرو کا مقام انہوں نے ملحوظ رکھا اور ہر باطل کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور غلط کار حکومتیں بھی انہیں سے

لرزتی رہیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سر بکف ہو کر میدان میں یہ نکلے اور باطل اور طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کرنے کے لیے آہنی دیوار یہ ثابت ہوئے اور یہی حضرات ہیں جن کو اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور جو اپنے محبوب کے روضۂ اقدس کو دیکھنے کے لیے ہر وقت بے قرار رہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ۔

ترس رہی ہیں تیری دید کو جو مدت سے
وہ بے قرار نگاہیں سلام کہتی ہیں

یہ اور اس قسم کے بیشمار فوائد تو مفتی صاحب کو نظر نہیں آتے مگر صرف یہ فائدہ نظر آتا ہے کہ دیوبندیت کی وجہ سے گیارھویں شریف بارھویں ختم غوثیہ اور ختم خواجگاں دھوم دھام سے ہوتے ہیں چلو یونہی سہی کہ دیوبندیوں کو گالیاں دے دے کر اور ان پر ناحق الزام تراشی کر کر کے آخر تمہاری جیبیں بھرتی ہیں لذیذ و مرغن غذائیں ملتی ہیں مدارس کے لیے چندے ملتے ہیں اور خطابت و تدریس کے مواقع بہم پہنچتے ہیں آپ کے لیے تو دیوبندیت سایۂ ذوالجلال اور نعمت غیر مترقبہ ہے مگر نعمت کا حق بھی کوئی ہی ادا کرتا ہے ع

نہ ہر کہ موئے براشفروخت دلبری داند

مفتی صاحب آپ نے تصویر کا ایک رُخ تو ذکر فرما دیا ہے لیکن آپ کو تصویر کا دوسرا رُخ بھی بتانا چاہیئے تھا کیونکہ :۔

وبضدھا تتبیّن الاشیاء

وہ یہ کہ ایک وہ وقت تھا جب دیوبندی کسی مسجد میں داخل ہوتے تھے تو

بعض اہلِ بدعت مسجدیں دھوتے تھے مگر اب وہ وحشت اور نفرت باقی نہیں رہی اب تو وہ دیوبندیوں کے ساتھ اٹھتے اور بیٹھتے کھاتے اور پیتے رشتے دیتے اور لیتے ہیں اور ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں۔ آپ ہی کے گجرات میں ایک وہ وقت تھا کہ حضرت مولانا عبد الحنان صاحب ہزاروی (حال خطیب جامع مسجد صدر راولپنڈی جو نہایت خوش بیاں اور شیریں بیاں مقرر ہیں) کو درس دینے کے لیے کوئی مسجد نہ ملی تھی آخر ایک تعلیم یافتہ ہندو نے اپنی دوکان کے سامنے جگہ دی جہاں حضرت مولانا درس دیا کرتے تھے اور آج وہی گجرات ہے جہاں توحید و سنت کے غلغلے ہو رہے ہیں اور بدعات کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھری جا رہی ہیں مفتی صاحب آپ کو اور آپ کی جماعت کو دیوبندیت سے نہ فائدہ ہی نہیں ہوا بلکہ خاصا نقصان بھی پہنچا ہے۔ ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت نصیب فرمائے اور صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے مفتی صاحب آیئے اور اس آخر عمر ہی میں بریلویت سے توبہ کر کے دیوبندی بن جائیے اور پھر دیکھئے کہ آپ کو کس طرح خدا تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اور دنیا اور آخرت کی سرفرازی نصیب ہوتی ہے ؎

محبت میں یہ رتبہ بھی نہیں ملتا بآسانی!

غنیمت ہے ہمیں وہ اپنا دیوانہ سمجھتے ہیں

(۲۰) دیوبندیوں کی بے اصولی؟

مفتی صاحب نے اپنے قلبِ بے قرار کا غصہ نکالنے کے لیے دیوبندیوں کی بے اصولی کا عنوان قائم کیا ہے اور پھر بزعم خود ان کی بے اصولی کا رونا رویا ہے

اور ان کی بے اصولی کی تین مثالیں زیب قلم فرمائی ہیں۔

پہلی مثال دیوبندی کہتے ہیں کہ سوا خدا کے کسی سے مدد مانگنا شرک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

مگر جب ان سے کہا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ذوالقرنین نے کیوں مدد مانگی اور تم کیوں حکیموں اور ڈاکٹروں سے مدد مانگتے ہو اور کیوں جائز و ناجائز چندے مانگتے ہو تو آنکھیں کھلیں بولے مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے ہم نے کہا کہ تمہارے پیشوا مولوی قاسم صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ ؎

کرم کر احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

وہ بولے شاعرانہ خیال ہے اھ محصلہ (راہ جنت ص۲۹ و ص۳۰)

الجواب:۔ مفتی صاحب ہم نے گلدستہ توحید، دل کا سرور اور راہ ہدایت میں اس مسئلہ پر باحوالہ بحث کی ہے کہ شرک عالم اسباب کی چیزوں میں امداد و استمداد اعانت و استعانت کا نام نہیں ہے شرک مافوق الاسباب استمداد و استعانت کا نام ہے اس سے زیادہ ہم اس وقت کچھ نہیں کہنا چاہتے کیونکہ یہ سب کتابیں آپکے جواب کی منتظر ہیں جب آپ ہماری پیش کردہ دلیلوں پر گرفت فرمائیں گے اور ان کی خامی بیان کریں گے تو پھر انشاء اللہ ہمارا قلم حقیقت گویا ہوگا۔ باقی مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا الخ کا مطلب ہم نے خود حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی صاف اور غیر مبہم عبارات سے اپنے رسالہ بانی دار العلوم دیوبند میں بیان کر دیا ہے۔ آپ اس پر اعتراض کریں ہم پھر کچھ عرض کریں گے انشاء اللہ

دوسری مثال مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندی ملت میں غیر خدا کو پکارنا شرک ہے اور وہ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اور فادعوا وغیرہ آیتیں پیش کرتے ہیں ہم نے کہا دن رات ہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور رب تعالیٰ نے بندوں کو پکارا کہنے لگے دور سے پکارا شرک ہے ہم نے کہا ٹیلیفون پر بیٹھ کر دور سے پکارتے ہیں کہنے لگے نہ مردوں کو پکارنا شرک ہے ہم نے کہا قبرستان میں جاکر السلام علیکم کہتے ہیں کہنے لگے دور سے پکار شرک ہے ہم نے کہا ہر نمازی التحیات میں السلام علیك ایھا النبی کہتا ہے اور تمہارے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا ہے

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

تب لگے بغلیں جھانکنے الخ (محصلہ) راہ جنت صنت ۳۰ و صا ۳۱)

الجواب: مفتی صاحب نے اپنے گھر بیٹھے بٹھائے ہی دیوبندیوں کے خلاف یہ کہانی اور افسانہ تیار کیا ہے مفتی صاحب دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ مافوق الاسباب طریق پر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے عام اس سے کہ وہ مردہ ہو یا زندہ ہو مگر دور ہو ایک دوسرے کو پکارنا یا ٹیلیفون پر پکارنا عالم اسباب کے تحت ہے اور قبرستان میں سلام کہنا سنت ہے ان کو پکارنا نہیں اور پھر عند القبر اموات کے سماع اور عدم سماع میں ائمہ کرامؒ کا اختلاف ہے اور التحیات کے بارے میں ہم نے تبرید النواظر میں بڑی مبسوط بحث کی ہے کہ اس سے ہرگز حاضر و ناظر مراد نہیں اور یہ کتاب بھی مفتی صاحب کے جواب کی منتظر ہے رہا حضرت حاجی صاحبؒ کا شعر

تو بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ کہیں اہل بدعت حضرات کی مایہ ناز کتاب انوار ساطعہ کا حوالہ عرض کئے دیتے ہیں یہ وہ کتاب ہے جس پر خانصاحب بریلوی کی تصدیق بھی موجود ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر کئے ہیں وہ اس لیے ہیں چونکہ تصور آپ کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبۂ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث حضور فی الذہن کے کرتے ہیں الخ (انوار ساطعہ صہ ۲۲۸) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھ لو جو کوئی کہتا ہے ؎

تمہارے نام پر قربان یا رسول اللہ
فدا ہے تم پہ میری جان یا رسول اللہ

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پہ قربان ہے مراد اس کی جملہ خبریہ ہے گو اس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہدیہ شخص تو خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو یہ کہہ کر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے انتہٰی (انوار ساطعہ صہ ۲۲۹) اور آگے لکھتے ہیں کہ اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے یا رسول اللہ اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ شرح مُلّا اور غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنی ادعو کے ہے اور ادعو کے معنی ہیں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جس نے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعدہ عربی سے یہ کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یاد کرتا ہوں ان کا نام لیتا ہوں کہو اس میں کیا شرک کیا کفر ہو گیا الخ

(انوار ساطعہ ص۲۳۰) پس ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ نہ تو یہ کے معنی حاضر و ناظر کے ہیں اور نہ پکارنے کا مطلب استمداد و استعانت ہے بلکہ یا رسول اللہ سے مراد محض آپ کو یاد کرنا اور آپ کا نام لینا ہے اور اس معنی میں ہم بھی یا رسول اللہ کے قائل ہیں اور اسی معنی میں سلف صالحین سے حرف یا کے ساتھ ندا ثابت ہے ہاں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ؎

بیٹھتے اُٹھتے مدد کے واسطے
یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

تو صاحب انوار ساطعہ کے نزدیک بھی یہ کفر و شرک ہے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ اور ارواح قدسیہ آناً فاناً مشرق و مغرب کی سیر فرمالیتی ہیں اور متوسلین کی مدد کرتی ہیں اس کو مسئلہ حاضر و ناظر کہتے ہیں (راہ جنت ص۱۱) اور یہی کفر و شرک ہے۔

تیسری مثال مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں نے بدعت کی جامع تعریف نہیں کی اور تین زمانوں کے بعد جو چیزیں پیدا ہوئی ہیں مثلاً قرآن مجید کے تیس ۳۰ پارے بنانا اور قادری نقشبندی وغیرہ سلسلے صرف و نحو وغیرہ تو ان قرون میں نہ تھے یہ بدعت ہوئے اور دیوبندیوں کی کتاب ارواح ثلاثہ ص۱۵۱ میں لکھا ہے کہ اشغال وغیرہ بدعت فی الدین نہیں بلکہ للدین ہیں دیکھا آپ نے کہ کس طرح کھینچ تان کر کہیں فی الدین کہیں للدین بنا دیا اھ (محصلہ صفحہ ۳۱ و صفحہ ۳۲)

الجواب: مفتی صاحب اس کا با حوالہ ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ قرآن مجید کے

تیس ۳۰ پارے تین زمانوں کے بعد بنائے گئے ہیں باقی اشغال صوفیہ وغیرہ کا جواب ہم نے باحوالہ راہ سنت میں دے دیا ہے جس کا کوئی جواب آپ نے نہیں دیا جواب ملنے پر اس کے بعد ہم کچھ عرض کر سکیں گے انشاء اللہ مفتی صاحب کا یہ مفتیانہ انکشاف بھی قابل غور ہے کہ نحو وغیرہ قرون ثلاثہ کے بعد کی چیز ہے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سب سے پہلے علم نحو میں کلیات اور قوانین کا انضباط ابو الاسود دئلی رح (المتوفی ۶۹ھ) نے کیا تھا (ملاحظہ ہو مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر صفحہ ۵ طبع مصر شیخ الاسلام ابی الفتح نصر اللہ الشافعی رح اور اقتراح فی النحو ص ۸۲ للسیوطی رح اور تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۰ لابن حجر عسقلانی رح والبدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۱۲ لحافظ ابن کثیر رح اور حافظ ابن کثیر رح تصریح فرماتے ہیں کہ وانما اخذہ عن امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب ۔ کہ ابو الاسود دئلی رح نے علم نحو حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سے لیا ہے اور حافظ ابن حجر رح نقل کرتے ہیں کہ ان کا نام ظالم بن عمرو تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان ہوئے لیکن آپ کو دیکھا نہیں اور ثقات تابعین میں تھے (تہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۱۰) اور علم نحو کی مشہور اور دقیق بلکہ ادق کتاب متن متین میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

علّم ابا الاسود الدئلی	ابو الاسود دئلی کو تعلیم دی کہ فاعل
الفاعل مرفوع والمفعول	مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب
منصوب و المضاف	ہوتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا
الیہ مجرور و قال انح نحواً	ہے اور فرمایا کہ اسی طرح کے قاعدے

(متن متین ص۵ طبع مجتبائی دہلی) بنانے کا قصد کرو۔

نحو کا لفظ بھی حضرت علیؓ کی زبان سے نکلا ہے مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا حضرت علیؓ اور ابوالاسود دؤلیؒ خیر القرون کے بعد پیدا ہوئے تھے؟ مفتی صاحب سوچ کر بتانا؟ یہ ہے مفتی صاحب کا مبلغ علم لاحول ولا قوۃ الا باللہ علم صرف کے بارے میں بعض نے یہ اتفاق نقل کیا کہ معاذ بن مسلم بن السراؒ اس کا واضع ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ متن متین ص۵ و اقتراح ص۸۲ للسیوطیؒ) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ابتداء میں نحو اور صرف ایک ہی جگہ گڈ مڈ تھے محض طلبۂ علم کی سہولت کے لیے ابو عثمان بکر بن حبیب المازنیؒ (المتوفی سنہ ۲۳۰ھ) نے اس کو الگ اور جدا کر دیا ہے چنانچہ مولیٰ احمد بن مصطفےٰ المعروف بطاش کبریٰ زادہ الحنفیؒ (المتوفی سنہ ۹۶۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ان اوّل من دوّن علم الصرف	سب سے پہلے علم صرف کو جس نے الگ
ابو عثمان بکر بن حبیب	تدوین کیا ہے وہ ابو عثمان بکر بن حبیب
المازنیؒ وکان قبل ذلك	المازنیؒ تھے اور اس سے قبل علم صرف
مندرجا فی علم النحو اھ	علم نحو ہی میں مندرج تھا۔

(مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ جلد ا ص۱۱۳ طبع دائرۃ المعارف دکن حیدر آباد)

غرضیکہ صرف ونحو کی اصل ایجاد اور ابتداء خیر القرون ہی میں ہوئی بعد کو ان میں ترقی ہوتی گئی اور سینکڑوں کتابیں ان میں تصنیف ہوئیں۔ علاوہ ازیں ایک

ضروری نقطہ جو ہم نے راہِ سنت میں اجاگر کر کے لکھا ہے مفتی صاحب نے اس کو بالکل ہضم کر لیا ہے اور اس کا جواب بھی انہوں نے کوئی نہیں دیا وہ یہ کہ خیر القرون کے بعد کی ہر وہ چیز بدعت ہوگی جس کے محرکات اور دواعی اس وقت موجود تھے مگر باوجود دواعی واسباب اور محرکات کے اس وقت کے حضرات نے نہ ان کو دین سمجھ کر کیا اور نہ چھوڑا پھر وہ آج کیوں دین اور کار ثواب بن گئے؟ رہی وہ چیز جن کے اسباب اور محرکات ہی اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے تو ایسی چیزوں کے بارے میں ادلہ اربعہ میں سے کسی دلیل کی طرف رجوع کر کے ان سے روشنی حاصل کی جائے گی اور ضرورت اور حاجت کے تحت ان کا حل تلاش کیا جائے گا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ان کو بعض علوم کی ضرورت سرے سے تھی ہی نہیں اور بعد کے عجمی لوگوں کو ضرورت پیش آئی تو جب محرک اور داعیہ سامنے آیا ان کی ضرورت بھی پیش آگئی لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر اہل بدعت حضرات جن بدعات کے پلندے تیار کئے ہوئے ہیں یا اس قسم کے دیگر بے شمار وہ امور جن کے بارے میں وہ کار ثواب کے فتوے صادر فرما رہے ہیں ان میں آج کونسا نیا محرک اور داعیہ یک لخت پیش آگیا ہے؟ ان میں جیسے خیر القرون والے کرتے تھے تم بھی کرو اپنی طرف سے تعظیم و تکریم کے خوش کن الفاظ سے دھوکہ دے کر کیوں بدعات کو فروغ دیا جا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب اور ان کی جماعت کو سمجھ اور ہدایت نصیب فرمائے باقی رہا مفتی صاحب کا یہ ارشاد کہ دیکھی آپ نے کھینچ تان کر کہیں فی الدین کہیں للدین یہ ہے بے اصولی الخ (راہِ جنت ص ۳۲) مفتی صاحب کو

معلوم ہونا چاہیئے کہ دیوبندیوں نے فی الدین لونی الدین ہی کہا اور سمجھا ہے فی الدین کو للدین نہیں بنایا صرف یہ کہا ہے کہ حدیث من احدث فی امرنا ھذا الخ

میں ایسی بدعت مراد ہے جو دین سمجھ کر کی جائے رہے وہ اُمور جو دین میں تو نہیں داخل کیئے گئے لیکن رفتار زمانہ کے ساتھ محرکات اور دواعی کے تحت نئی نئی ایجادات کو دین کی حفاظت کا ذریعہ سمجھا جائے تو وہ بدعت نہیں ہیں پہلے جہاد کے ذریعہ قرآن وسنت کی حفاظت نیزوں۔ تلواروں اور تیروں سے کی جاتی تھی اور اونٹوں گھوڑوں اور خچروں سے مجاہدین اسلام کام لیتے تھے مگر آج توپوں اور ٹینکوں سے ریلوں اور بسوں سے بحری اور فضائی جہازوں سے جٹ طیاروں اور اٹول سے اٹیم بموں اور ہائیڈروجن بموں سے یہ کام لیا جاتا ہے یہ اور اس قسم کی بے شمار ایجادات فی الدین نہیں ہاں اب اس دور میں حفاظت دین کا ذریعہ ہیں اور للدین ہیں جب یہ چیزیں نہ تھیں دین اس وقت بھی مکمل تھا آج ان کی ایجاد سے دین میں کچھ اضافہ نہیں ہوا اور نہ ان کو استعمال کرنے والا وہابی اور گستاخ ہے اور اگر کل ان اشیاء کی ضرورت نہ رہے اور ان سے بہتر ہتھیار ایجاد ہو جائیں اور یہ ترک کر دیے جائیں تب بھی دین کا کچھ نہیں بگڑے گا اور آپ نے اور آپ کی جماعت نے تمام اُمور بدعیہ کو فی الدین بنا رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ جو حضرات عرس نہ میلاد نہیں کرتے اور نہ اس میں شرکت کرتے ہیں آپ حضرات ان کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔

دراسی طرح وہ ان گنت بدعات جن کو آپ حضرات نے ایجاد کر رکھا ہے وہ عمل میں نہیں لاتے تو آپ ان کو گستاخ بے ادب اور خدا جانے کن کن خطابات خسروانہ سے نوازتے ہیں کیونکہ آپ نے ان امور کو دین بنا رکھا ہے۔ اور ان کے

عدم تعاون کی وجہ سے آپ ان پہ ناحق برستے ہیں اور ارواح ثلاثہ کی عبارت
میں جو خود آپ نے نقل کی ہے یہ تشریح موجود ہے کہ یعنی ان امور کو دین میں داخل
نہیں کیا گیا بلکہ جو امور شرعاً مامور بہ تھے ان کو ان کی تحصیل کا ذریعہ بنایا گیا
اور اسی واسطے ان حضرات کو جو ان امور کو اختیار نہیں کرتے مسلمان ہی سمجھتے ہیں
اور ان کو برا نہیں کہتے کیونکہ یہ امور ہمارے نزدیک دین نہیں صرف دین کی حفاظت
کا ذریعہ ہیں اگر کوئی شخص ان امور کے علاوہ کسی اور طریقہ سے دین کی حفاظت
کرتا ہے تو وہ بھی مسلمان ہے بشرطیکہ وہ اصول دین کے خلاف نہ ہو۔ مفتی صاحب
یہ ہے فی الدین اور للدین کا فرق امید ہے کہ آپ کو یہ بات سمجھ آگئی ہوگی ورنہ
انشاء اللہ یار زندہ صحبت باقی ۔

ساری دنیا ہوئی بیدار سحر ہوتے ہی

اور تو بستر راحت پہ پڑا سوتا ہے

اس کے بعد پھر مفتی صاحب نے دیوبندیوں کی بے اصولی بتاتے ہوئے یہ لکھا
ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص ۱۲۱ پر ہے کہ گیارھویں کی شیرینی صدقہ
ہوتی ہے مساکین کو اس کا کھانا درست ہے الخ مگر فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم صفحہ ۱۱۲
پر لکھا ہے کہ محرم میں سبیل لگانا۔ شربت پلانا یا دودھ وغیرہ پلانا سب
نادرست اور تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہے اھ اور فتاویٰ رشیدیہ
جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں ہے کہ ہندو اپنے تہوار ہولی اور دیوالی وغیرہ میں استاد یا حاکم یا
نوکر کو بطور تحفہ کچھ کھانا بھیجتے ہیں اس کا کھانا درست ہے اور کہتے ہیں کہ دیوبندیوں
کے فتوؤں کا یہی حال ہے کہ ایک جگہ چیز کو حلال اور دوسری جگہ حرام

کہتے ہیں (محصلہ راہِ جنت ص۳۲ و ص۳۳)

الجواب: مفتی صاحب جب کوئی عالم اور دیانت دار مفتی فتویٰ دیتا ہے تو وہ کئی امور کا خیال ملحوظ رکھتا ہے وہ ایک ہی چیز کے بارے میں کبھی اجازت دیتا ہے اور اُسی چیز کے بارے میں دوسرے مناسب موقع پر منع کرتا ہے مفتی صاحب آپ کو شاید معلوم ہو یا نہ ہو ابوداؤد شریف جلد ۱ ص۳۲۴) میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے بدن کے ساتھ بدن ملا سکتا اور اس کا بوسہ سکتا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایک دوسرے شخص نے یہی سوال کیا تو آپ نے اس کو منع کیا۔ آپ نے جس کو اجازت دی تھی وہ عمر رسیدہ اور بوڑھا تھا اور جس کو منع کیا تھا وہ نوجوان تھا۔ اسی طرح مفتی صاحب آپ یہاں بھی سمجھئے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں جہاں گیارھویں کے صدقہ کو جائز کہا ہے وہ بھی ٹھیک ہے اس لیے کہ صدقہ جس دن بھی ہو (جب کہ اس کو متعین نہ سمجھ لیا گیا ہو کہ پس و پیش پر دل راضی نہ ہو) بالکل درست ہے، اور جہاں حرام لکھا ہے وہ بھی ٹھیک ہے اور ساتھ ہی اس کی وجہ اور دلیل بھی لکھی ہے کہ تشبیہ بالروافض کی وجہ سے حرام ہے۔ فرمایئے مفتی صاحب اس میں کونسی بے اصولی ہے آپ کو معلوم ہوگا کہ اپنی بیوی سے جماع تو حلال ہے مگر اسی بیوی سے بعقید حیض جماع حرام ہے بکری نو حلال ہے مگر چوری کی ہو تو حرام ہے ایک ہی چیز اپنے موقع پر حلال بھی ہے اور اپنے موقع پر حرام بھی ہے بتایئے اس میں کیا تعارض ہے؟

افسوس کہ مفتی صاحب کو ایسا عوامی کی اصطلاحات سے بھی واقفیت نہیں

اور جہاں تعارض کا وہم بھی پیدا نہیں ہوتا مفتی صاحب کو دیوبندیوں کی عبارات میں وہاں بھی تعارض کی بو آجاتی ہے میرے خیال میں ان کی قوت شامہ بڑی تیز ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اس میں خرابی ہے۔ اسی طرح مفتی صاحب نے غیر مسلموں کے تحفہ تحائف پر بھی گرفت کی ہے نہ معلوم اس میں کون سی قباحت کی چیز ہے اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو صحاح ستہ کی کتابوں میں یہ باب بتا سکتے ہیں باب قبول ھدایا المشرکین۔ اور جس میں حدیثیں درج ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب مواقع پر مشرکوں کے تحفے اور ہدیے بھی قبول فرمائے مفتی صاحب آپ اعتراض کرتے وقت یہ تو سوچ لیا کریں کہ بات بنتی بھی ہے یا راستہ ہی میں کافور ہو جاتی ہے بزبان مفتی صاحب

اے دوست ان دلوں مری بیچارگی نہ پوچھ

کہتا ہوں آشیاں اُسے جو آشیاں نہیں

مفتی صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بحمد اللہ تعالیٰ دیوبندی قرآن اور سنت اور علوم اسلامیہ کے ماہر اور ان کے شیدائی ہیں اور دینی مسائل پر ان کی نہایت گہری نگاہ ہے اور اپنے مقام پر بڑے با اصول ہیں انشاء اللہ آپ بوری جماعت سمیت اکابر علماء دیوبند کی عبارات اور اقوال میں کوئی بے اصولی نہیں دکھا سکیں گے یہ ہماری پیشگوئی ہے باقی کم فہمی یا کج بحثی کی بات ہی اور ہے نہ سمجھنے والے نے تو اپنی نارسا فہمی سے قرآن کریم کی بعض آیات میں بھی تعارض سمجھا تھا لیکن حبر اُمت اور ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) نے اس کی ناقص فہم کے بخیے اُدھیڑ دیے تھے (دیکھیے بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۱۲) اس

شخص کا نام نافع بن ارزق تھا۔

۲۱ اذانِ قبر اہل بدعت حضرات نے جہاں اور بدعات اختراع اور ایجاد کی ہیں وہاں ایک قبر پر اذان بھی ہے ہم نے راہ سنت میں اہل سنت کے باحوالہ دلائل نقل کئے ہیں ان میں سے کسی ایک حوالہ کا جواب بھی مفتی صاحب نے نہیں دیا اور اہل بدعت نے یہ کہا تھا کہ قبر میں امتحان کے وقت چونکہ شیطان کا اثر ہوتا ہے اس لیے اذان سے اس کو دُور کرنا چاہیئے ہم نے اس کا تحقیقی اور الزامی جواب دیا کہ جب تکلیفی زندگی ختم ہو چکی ہے تو پھر شیطان کے اثر کا کیا معنی؟ اگر اذان جائز اور مستحب ہوتی تو صحابہ کرامؓ اور بعد کے حضراتؒ اس کو بھی نہ چھوڑتے اور فقہاء کرامؒ اس سے کبھی منع نہ کرتے اور الزامی جواب یوں دیا اگر شیطان سے بچانا مقصود ہے تو مجامعت کے وقت اور پاخانہ کے وقت بھی شیطان کا حاضر ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے لہٰذا اس موقع پر بھی اذان دینی چاہیئے ورنہ وجہ فرق بتاؤ کہ وہاں ہو اور یہاں نہ ہو (محصلہ) ہماری اس تشریح اور تفصیل پر مفتی صاحب بے حد سیخ پا ہوئے ہیں اور جب آدمی کے پاس علمی اور تحقیقی جواب نہ ہو تو قدرتی طور پر آدمی سیخ پا ہو ہی جاتا ہے مگر اور کسی حوالہ کا جواب مفتی صاحب نے نہیں دیا صرف الزامی جواب کی ایک شق کا جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ فرق ہم سے سنو مجامعت اور پیشاب پاخانہ شرم و حیاء کے کام ہیں اس لیے تنہائی میں پردہ کے ساتھ کئے جاتے ہیں کتوں، گدھوں کی طرح کھلم کھلا علانیہ نہیں کئے جاتے الخ (راہِ جنت ص۱۷۱)

الجواب: مفتی صاحب کا یہ جواب بالکل بے جان ہے اولاً اس لیے کہ

اِس فرق کو تو ادنیٰ سے ادنیٰ انسان بھی جانتا ہے کہ مجامعت اور پیشاب پاپردہ ہو کر کئے جاتے ہیں فرق اس کا نہیں پوچھا تھا فرق اس بات کا پوچھا تھا کہ مقصود تو ہے شیطان سے بچانا تو وہاں کیوں بچایا جاتا اور یہاں کیوں نہیں بچایا جاتا ؟ جب مقصود شیطان سے بذریعہ اذان بچانا ہے تو اس میں پردہ اور بلا پردہ کا کیا سوال ؟ وثانیاً تسلیم کر لیا کہ واقعی مجامعت اور پیشاب تنہائی میں اور باپردہ کئے جاتے ہیں لیکن کیا میت اکیلی نہیں ہوتی اور خاک وکفن کا پردہ اس پر نہیں ہوتا ہے تو وہ بھی تنہا اور پردہ میں ہے پھر اس کو کیوں بچایا جاتا ہے اور پیشاب و پاخانہ وغیرہ والے کو کیوں نہیں بچایا جاتا ؟ ایک تنہا اور باپردہ پر اتنی نوازش اور دوسرے پر اتنی ناراضگی آخر وجہ کیا ہے ؟ وثالثاً۔ کیا یہ فرق صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور سلف صالحینؒ کو معلوم نہ تھا پھر کیوں انہوں نے مجامعت اور پیشاب کے وقت بھی اور قبر پر بھی اذان نہیں کہی انہوں نے کیوں اس سنہری مفتیانہ دلیل پر عمل نہ کیا ان کو قبر پر تو اذان کہنی ہی چاہیے تھی و رابعاً وہ باوجود اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اذان علی القبر کو منع کرتے ہیں۔ آخر کیوں ؟ الغرض مفتی صاحب کی اس بے وزن دلیل میں بالکل کوئی جان نہیں مفتی صاحب کو فقہاء کرامؒ کی واضح عبارات کا معقول جواب دینا چاہیے اور اپنے مدعی پر کوئی باحوالہ محقق دلیل پیش کرنی چاہیے یوں ہی تنکوں کے چل سے کچھ نہیں بنتا۔ مفتی صاحب سے جب اس کا جواب نہ بن سکا تو الزامی جواب دے کر اپنی جماعت کی اشک شوئی کرنے لگے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ شائد ناظرین تعجب کریں دیوبندیوں کے ہاں مجامعت علانیہ کیسے ہوتی

ہے تو ہم ان کی کتابوں سے دکھاتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے مہذب ہیں۔ دیوبندیوں کی مشہور کتاب ارواحِ ثلاثہ حکیم مولوی محمد قاسم صاحبؒ بانیٔ دار العلوم دیوبند کے حالات و کمالات میں لکھا ہے اور جلال الدین صاحبزادہ محمد یعقوب صاحبؒ سے جو اس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے کبھی ٹوپی اتار لیتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔ غور فرمائیے کہ لڑکوں کے کمر بند کھولنا وہ بھی مجمع میں جسے سب دیکھیں الخ (راہ جنت ص۱۸۰ و ص۱۸۱)

الجواب: مفتی صاحب۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ عطا فرمائے آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ دیوبندیوں کے ہاں مجامعت علانیہ کیسے ہوتی ہے تو ہم ان کی کتابوں سے دکھاتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے مہذب ہیں الخ اور یہ حوالہ جو آپ نے پیش کیا ہے اس میں آپ نے بے حد تلبیس کی ہے آپ کو مجامعت علانیہ کا حوالہ دینا ہے اور پیش کردہ حوالہ تو آپ کے دعویٰ کی دلیل نہیں ہے اس میں تو صرف اسقدر ہے کہ جلال الدین جو اس وقت بالکل بچے تھے مولانا محمد قاسم صاحبؒ ان سے بڑی ہنسی کرتے تھے کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے کیا اس میں بالکل بچے تھے ہنسی کا ذکر ہے یا مجامعت کا اور وہ بھی علانیہ! مفتی صاحب کیا آپ کے نزدیک بالکل بچے سے مجامعت کی جاتی ہے اور وہ بھی مجمع میں ابھی آپ نے کہا تھا کہ مجامعت وغیرہ تنہائی میں باپردہ کی جاتی ہے اور ابھی شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھ کر مجمع میں یہ کارروائی شروع کرادی ہے (معاذ اللہ) مفتی صاحب آپ کو دیوبندیوں کی کتابوں سے علانیہ مجامعت ثابت کرنا ہے ادھر ادھر کی باتوں سے دل کی بھڑاس نکالنے کی سعی نہ فرمائیں۔

اور آگے مفتی صاحب نے ارواح ثلاثہ ص۲۸۹ سے یہ واقعہ نقل کیا کہ مرید اور شاگرد سب جمع تھے اور مجمع عام تھا کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ ایک ہی چارپائی پر لیٹ گئے اور حضرت گنگوہیؒ نے اپنا داہنا ہاتھ حضرت نانوتویؒ کے سینہ پر رکھدیا۔ جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا فرماتے رہے کہ میاں لوگ کیا کہیں گے فرمایا کہنے دو (ملخصاً) یہ واقعہ نقل کرکے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرامؒ نگاہوں سے فیض دیا کرتے ہیں مگر ان بزرگوں کے ہاں پیچھے سے خاص طرح فیض دیا جاتا ہے وہ بھی سب کے سامنے اھ (راہِ جنت ص۱۸)

الجواب: خط کشیدہ الفاظ پڑھیے اور مفتی صاحب کی دیانت۔ تقویٰ ورع اور تہذیب کی داد دیجیے۔ ارواح ثلاثہ کی عبارت میں نہ تو مجامعت کا ذکر ہے اور نہ علانیہ کا اور دونوں باریش بزرگ اپنے مریدوں اور شاگردوں کے بھرے مجمع میں چارپائی پر ایک جگہ لیٹ جاتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کے سینہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے محض الحبُّ فی اللہ کے جذبہ سے اور ایک دوسرے کی دینی خدمات کے پیش نظر مگر مفتی صاحب اس کو پیچھے سے خاص طرح سے فیض دیا جاتا ہے سے تعبیر کرتے ہیں تُف ہے اس تہذیب و بددیانتی پر مفتی صاحب۔ آپ نے یہ پچھلی طرف کی بات کہاں سے نکالی ہے کہیں یہ آپ کے اس فتویٰ کی فرع اور تتمہ تو نہیں جس میں آپ نے جناب بقاء اللہ صاحب کے استفتاد کے جواب میں لکھا ہے کہ۔ دیکھو عورت سے اغلام کرنا حرام ہے یا مزنیہ کی ماں سے نکاح حرام ہے یہ سب شرعی حکم ہیں مگر نہ قرآن میں

موجود ہیں نہ حدیث میں صرف قیاس مجتہد سے ثابت ہیں الخ مفتی صاحب آپ ذرا تفسیر روح المعانی وغیرہ اٹھا کر دیکھیں کہ آیا عورت سے خلاف وضع فطری فعل قرآن کے رُو سے حرام ہے یا نہیں؟ اور وہ صحیح احادیث کہاں گئیں جن میں تصریح آتی ہے کہ ملعون من اتی امرأتہ فی دبرھا (الحدیث) اوکما قال یہ ہے آپ کا مبلغ علم سبحان اللہ مفتی صاحب کہیں دیوبندیوں کے پول کھولتے کھولتے اپنے پول ہی نہ کھلوا بیٹھیں ذرا ہوش و حواس کو برقرار رکھ کر تہذیب کے دائرے میں رہیں کیونکہ ؎

زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے

(۲۲) کرامت

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں کی مشہور کتاب ارواح ثلاثہ صلا۳۱ میں ایک بزرگ مولوی محمد یعقوب صاحب کی کرامت لکھی ہے کہ ان کی قبر سے لوگ مٹی لے جاتے تھے اور شفا ہو جاتی تھی صاحبزادہ نے کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت آگئی اب ہم مٹی نہ ڈالیں گے بس اُس دن کے بعد کسی کو آرام نہ آیا۔ مسلمانو! یہ ہے دیوبندیوں کا عملی مذہب کہ اپنے بزرگوں کی قبر کی مٹی کو بھی دافع بلا شافی الامراض جانتے ہیں اور ان کے شیخ الہند نے گنگوہی رح کی قبر کے متعلق مرثیہ کہا ہے کہ :-

تمہاری قبر انور کو میں دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ادنیٰ مری دیکھی بھی نادانی

(محصلہ راہِ جنت صہ۹ وصلہ)

الجواب:- مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ فہم عطا فرمائے خود اس واقعہ کو کرامت سے تعبیر کرتے ہیں اور پھر اس پر اعتراض بھی کرتے ہیں مفتی صاحب آپ کو معلوم نہیں کہ کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ اور اس کی ذات سے صادر ہوتا ہے اس میں اپنا دخل کچھ بھی نہیں ہوتا اس کی مزید تحقیق ہم نے راہ ہدایت میں با حوالہ کردی ہے لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اُن کی قبر سے مٹی اُٹھا کر لے جاتے تھے اللہ تعالیٰ اس میں شفا ڈال دیتا تھا جب اس کو منظور نہ تھا شفا روک دی اس میں عقلی یا نقلی طور پر کیا اعتراض ہے؟ رہا حضرت شیخ الہندؒ کا شعر تو مفتی صاحب نے کھل کر اس کے بارے میں کوئی شرعی عیب نہیں بتایا تاکہ ہم کچھ عرض کرتے۔

(۲۳) دینی امور پر تنخواہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ اہل بدعت حضرات کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ اگر موجودہ ہمارے ختموں پر معاوضہ اور اجرت لینا درست نہیں تو تم لوگ کیوں تدریس و خطابت اور تعلیم و تعلم پر تنخواہیں لیتے ہو کیا یہ بدعت نہیں؟ ہم نے راہ سنت ص ۲۲۸ و ص ۲۲۹ میں سیرت العمرین ص ۱۶۵ لابن الجوزیؒ۔ نظام العالم والامم جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ کتاب الاموال ص ۲۶۱۔ اور نصب الرایہ جلد ۴ ص ۱۴۲ للعلامۃ الزیلعی الحنفیؒ کے حوالے پیش کئے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں مؤذنوں اماموں اور معلموں کو وظائف اور تنخواہیں دی جاتی تھیں اور اسی طرح خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے دین اور فقہ کی تعلیم دینے والوں کی تنخواہیں مقرر کی تھیں (کتاب الاموال ص ۲۶۲) مگر ان ٹھوس تاریخی اور مستند حوالجات سے

مفتی صاحب کچھ ایسے گھبرائے اور حواس باختہ ہوئے ہیں کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن لیکن ان کو ڈر اور فکر اس کی بھی ہے کہ محض کلام اور گرفت سے شاید اپنے ہی حواری مطمئن نہ ہوں اس لیے بات بنانے کے لیے یہ لکھا کہ سرفراز ہم سے روایتوں کی سند اور ان کی توثیق طلب کرتا ہے مگر خود نہ سند بتاتا ہے اور نہ معتبر محدثین سے توثیق نقل کرتا ہے اور کیوں ابن جوزیؒ اور تاریخی کتب کے نام پر اکتفا کرتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اولاً تو یہ حدیث درست نہیں اس کی اسناد معلوم نہیں اور اگر بفرض محال درست مان لی جاوے تو کان یرزقان سے روزی ہدایا تحفے دینا مراد ہوگا نہ کہ باقاعدہ تنخواہیں۔ ہدیہ اور ہے اور تنخواہ اور تنخواہ میں کام مدت معاوضہ کی مقدار ہوتی ہے کہ اتنا کام کرنا ہوگا جس کے معاوضہ میں ماہوار یہ تنخواہ ملے گی اس روایت میں ان سے کوئی چیز مذکور نہیں پھر یہ تنخواہ کیسے بنی تنخواہ وہ ہوتی ہے جو آپ تین جگہ سے وصول فرماتے ہیں اھ (راہ جنت ص۹۴ و ص۱۰۱)۔

الجواب: مفتی صاحب نے جو کچھ کہا ہے دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں اولاً اس لیے کہ تاریخی امور کے لیے معتبر تاریخی کتابوں کا حوالہ دینا تحقیقی میدان میں کافی ہوتا ہے ہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مقام آتا ہے تو اس کی اسناد کا پورا خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو قال من شاء ما شاء وثانیاً یہ حوالے نرے تاریخی ہی نہیں بلکہ ایک حوالہ علامہ زیلعی الحنفیؒ کا بھی ہے وہ جہاں بھی ضعیف کمزور اور بے اصل روائتیں آتی ہیں ان کی کھال اتار دیتے ہیں اور خوب اچھی طرح ان پر تنقید کرتے ہیں اور کسی ضعیف روایت

کا ضعف بیان کئے بغیر ایک قدم آگے نہیں چلتے الا ماشاء اللہ اور اس حوالہ پر وہ ایک حرف کی تنقید نہیں کرتے وثانیاً لئے ہم اپنے پیش کئے ہوئے حوالوں میں سے صرف ایک کی سند اور روایت کی توثیق عرض کئے دیتے ہیں ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ بقیہ کے متعلق بھی ہم تفصیل عرض کر دیں گے۔ امام ابو عبید قاسم بن سلاّم المتوفی ۲۲۴ھ (جو حدیث وفقہ اور علوم عربیہ کے امام تھے ان کا ترجمہ تاریخ خطیب بغداد جلد ۱۲ ص۴۰۳ اور تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص۵۳۰ اور معجم الادباء جلد ۶ ص۱۶۲ للیاقوت اور تہذیب التہذیب جلد ۷ ص۳۱۶ اور تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص۵ میں شرح وبسط سے مذکور ہے علامہ ذہبیؒ ان کو المجتہد البحر الفقیہ اور حافظ حدیث فرماتے ہیں امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور مامون تھے تذکرہ جلد ۲ ص۵ وص۶) فرماتے ہیں

حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ سعد بن ابراھیم ان عمرؓ بن الخطاب کتب الی بعض عمالہ الخ (کتاب الاموال ص۲۶۱)

ابراھیم بن سعد کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے امام ابن معینؒ ان کو ثقہ اور حجت کہتے ہیں امام عجلیؒ اور ابو حاتم ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقات مسلمین میں تھے اور ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے روائتیں کی ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۱۲۱ و ص۱۲۲ و ص۱۲۳ ملتقطاً)

اور سعد بن ابراھیم کو علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے امام احمدؒ۔ ابن معینؒ عجلیؒ ابو حاتم اور نسائیؒ سب ان کو ثقہ کہتے ہیں اور محدث ساجیؒ فرماتے ہیں کہ ثقہ تھے تمام اہل علم ان کی صداقت پر متفق ہیں۔ (تہذیب

التہذیب جلد ۲ صفحہ ۴۶۴ ملتقطاً) مفتی صاحب لیجئے ہم نے سند بھی بیان کر دی ہے اور راویوں کی باحوالہ توثیق بھی عرض کر دی ہے اگر آپ کو کچھ کہنے کی ہمت ہوئی تو ہم انشاء اللہ مزید کچھ عرض کر دیں گے دو ثانیاً ان کا یہ کہنا اگر بالفرض محال (گویا مفتی صاحب کے نزدیک تاریخ اسلام کی یہ مستند کتابیں اور ان کے ٹھوس اور مشہور حوالے محال کی مد میں ہیں یہ ہے ان کا مبلغ علم اور مفتیانہ کرشمہ صفدر) درست بھی مان لی جاوے تو اس سے مراد باقاعدہ تنخواہ نہیں بلکہ ہدیہ مراد ہے کیونکہ تنخواہ میں مدت اور معاوضہ کی تعیین ہوتی ہے تو یہ بھی مفتی صاحب کی جہالت اور بے خبری کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ باقاعدہ تنخواہیں تھیں تحائف نہ تھے امام بیہقیؒ (المتوفی ۴۵۸ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ وضین بن عطاءؒ نے فرمایا کہ :-

ثلاثة معلمون كانوا	تین معلم مدینہ منورہ میں بچوں کو
بالمدينة يعلمون الصبيان	تعلیم دیا کرتے تھے اور حضرت عمر بن
وكان عمر بن الخطاب	الخطابؓ ان میں سے ہر ایک کو
رضي الله عنه يرزق كل	ماہانہ پندرہ پندرہ درہم تنخواہ
واحد منهم خمسة	دیا کرتے تھے۔
عشر درهما كل شهر	

(سنن الکبریٰ جلد ۶ صفحہ ۱۲۴)

فرمایئے مفتی صاحب کیا اس میں مدت، معاوضہ اور تعلیم کا کام متعین نہیں ہے ؟ اور یہ بات مفتی صاحب بھی شاید جانتے ہوں گے

کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں مدینہ طیبہ میں جو معلم تعلیم دیتے تھے اور جو متعلم پڑھتے تھے وہ قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کے بغیر اور کیا تعلیم ہوتی ہوگی! بلاشک خلفاء راشدینؓ کے مبارک دور میں بیت المال سے لوگوں کو ھدایا اور تحائف بھی ملا کرتے تھے لیکن بہت سے حضرات کو دینی خدمات اور جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے باقاعدہ مقرر تنخواہیں اور وظیفے بھی ملتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت سلمانؓ حضرت ربیعہؓ اور قاضی شریحؒ کی پانچ پانچ سو ماہانہ تنخواہ مقرر کی تھی (فتح القدیر حاشیہ ہدایہ جلد ۲ صـ۱۷) اور حضرت امیر معاویہؓ کی ایک ہزار دینار تنخواہ تھی (استیعاب تذکرہ امیر معاویہؓ و خلفاء راشدین صـ۱۹۲) اور حضرت عمرؓ نے ان صحابہ کرامؓ کے لیے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے چھ چھ ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا اور دیگر حضرات ازواج مطہراتؓ کے لیے بارہ بارہ ہزار اور حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ کے لیے چھ چھ ہزار وظیفہ مقرر کیا تھا (کتاب الاموال صـ۲۲۴) اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا پانچ پانچ ہزار روپیہ وظیفہ تھا (کتاب الاموال صـ۲۲۴) اور امام قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج صـ۲۴ اور صـ۲۶ میں اور اسی طرح مقریزیؒ (جلد ۱ صـ۱۲) اور بلاذریؒ (صـ۴۵۲) وغیرہ نے ان تنخواہوں اور وظائف پر سیر حاصل بحث کی ہے اور علامہ خضری لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کا وظیفہ پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ سالانہ تھا (اتمام الوفاء صـ۱۴۲) اور کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ملازمین کو ماہانہ تنخواہیں ملا کرتی تھیں چنانچہ حضرت عمرؓ کے کارناموں میں لکھا ہے کہ۔

وجعل الله رزاق مشاھرۃ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۲ صفحہ ۳۶۴) انہوں نے ماہانہ تنخواہیں مقرر کیں اور علامہ سیوطی رح لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رض نے موذنین کے لیے باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی تھیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶) ہمارا مقصود ان حوالوں سے مفتی صاحب کو یہ بتانا ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رض اور خصوصاً حضرت عمر رض کے عہد میں دینی خدمات کے صلہ میں باقاعدہ تنخواہوں کے تقرر کا دستور رواج تھا لہٰذا مفتی صاحب کا یہ کہہ کر سستی گلو خلاصی کرنا بیکار ہے کہ وہ ملہا اور تحائف ہوتے تھے باقاعدہ تنخواہیں نہ تھیں اور یہ بالکل تاریخ اسلامی سے ناواقفی اور بے خبری کی شرمناک مثال ہے افسوس کہ ع

کھیلنا پڑا گویا بچوں سے ہم کو

مفتی صاحب کا مبلغ علم

مفتی صاحب کے علمی اور تحقیقی جواہرات تو آپ نے دیکھ ہی لیے اب مزید ایک اور سنیے مفتی صاحب راہ جنت صفحہ ۲۴ پر کتاب راہِ سُنّت کی سیر کی سُرخی جماکر آگے اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے لکھتے ہیں کہ راہِ سنت کا کوئی سوال ایسا نہیں جس کا جواب جاء الحق میں نہ دے دیا گیا الخ مفتی صاحب معاف رکھنا راہ سنت تو آپ کی کتاب جاء الحق کے بعض حصوں کی رد میں لکھی گئی ہے (بعض حصوں کا رد دوسری کتابوں میں ہم نے کر دیا ہے اور ایک حصہ باقی ہے وہ بھی انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا) تو جو کتاب آپ کی کتاب کے رد میں ہے آپ کی کتاب میں اس کا جواب کہاں ہے؟ اور پھر راہ سنت کے جواب آپ کی کتاب میں ہیں کہاں؟ ہم عامۃ المسلمین کو بلا خوف تردید یہ دعوت دیتے ہیں کہ آپ

جاء الحق وغیرہ کتابوں کا اور پھر راہِ سنت اور ہماری دوسری کتابوں کا اور مفتی صاحب کی راہ جنت کا مطالعہ کریں اور دلائل اور حوالوں کا توازن کریں کوئی وجہ نہیں کہ حقیقت سامنے نہ آجائے ماننا نہ ماننا الگ بات ہے اور چونکہ ہم نے راہِ سنت میں دیگر مستند کتابوں کے علاوہ الاعتصام کے حوالجات بھی درج کئے ہیں جن کا جواب مفتی صاحب سے نہ بن سکا ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت بن سکے گا۔ لیکن مفتی صاحب نے جان چھڑانے کے لیے یہ لکھ مارا ہے کہ۔ ایک یہ کہ بہت جگہ اپنے دلائل میں دیوبندیوں کی ہی کتب کا حوالہ دیا ہے جیسے کتاب الاعتصام وغیرہ الخ (راہ جنت ص۳۴)

الجواب:۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دیوبند کا قیام ۱۵ محرم ۱۲۸۲ھ میں ہوا اور کتاب الاعتصام امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الغرناطی الشاطبیؒ (المتوفی ۷۹۰ھ) کی ہے اور ہم نے راہ سنت ص۱۰۶ پر ان کا سن وفات بھی لکھا ہے اور اسی لیے ہم نے حتی الوسع جس صاحب کا حوالہ نقل کیا ہے ان کے سن وفات کا اس لیے ذکر کر دیا ہے تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ سب دیوبندیوں کی عبارتیں ہیں۔ مگر بایں ہمہ مفتی صاحب کے فہم اور دیانت پر افسوس آتا ہے اور حیرت بھی ہوتی ہے کہ وہ کیوں ایسے مغالطے دیتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ بدعات کا قیام بھی مغالطات کا رہین منت ہے شرک و بدعت کا جواز ہو اور پھر اس پر دلیل و برہان ہو؟ ایں چہ معنی دارد؟ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ علامہ شاطبیؒ مالکی مسلک پر تھے چنانچہ الشیخ الامام العلامہ احمد بن احمد المعروف بابا التنبکتی المالکیؒ نے ان کو طبقات مالکیہ میں لکھا ہے اور ان کا مفصل ترجمہ

لکھا ہے (ملاحظہ ہو نیل الابتہاج بتطریز الدیباج ص۱۲۶ تا ص۱۵۰ بر حاشیۂ الدیباج المذہب لابن فرحونؒ طبع مصر)

مفتی صاحب کی سادگی

مفتی صاحب نے بدعات کی ترویج پر جاء الحق وغیرہ میں ایک قاعدہ لکھا ہے وہ یہ کہ مستحب وہ ہوتا ہے کہ جس کو سلفِ صالحین اچھا سمجھیں اور نور الانوار ص۲۶۷ کا یہ حوالہ نقل کیا ہے کہ مستحب وہ ہے جسے سلف صالحین اچھا سمجھیں اور دُرِّ مختار میں ہے کہ (ما احبہ السلف (محصلہ راہِ جنت ص۱۱ اور ص۱۴۷) پر لکھتے ہیں کہ اباحت واستحباب کے لیے کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں صرف سلف صالحین مسلمان جس کام کو اچھا جانیں وہ مستحب ہے انتہٰی۔

الجواب:۔ ہم نے راہِ سنت میں باحوالہ اس غلط نظریئے کا رد لکھا اور جواب دیا ہے مگر افسوس کہ مفتی صاحب اس کو بھی پی گئے ہیں اور مفتی صاحب ٹھوس اور لاینحل حوالوں کو پینے کے بڑے عادی ہیں اور لطف یہ ہے کہ پینے کے بعد ڈکار تک نہیں لیتے ہم نے لکھا ہے کہ اور مشہور اصولی اور محقق عالم مُلّا محب اللہ بہاری الحنفیؒ (المتوفی ۱۱۱۹ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشرع تخییرا (مسلم الثبوت ص۲۵) اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ اباحت شرع کا خطاب ہے جس میں کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اور علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں کہ:۔

والمخیر فیہ وھو المباح (بدایۃ المجتہد جلد ا ص۲) جس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار

دیا گیا ہے وہ مباح ہے۔

اور مُلّا مبین شرح مسلّم میں لکھتے ہیں کہ

المباح اذن الشارع بالتخییر بین فعلہ وترکہ۔ مباح وہ ہے جس میں شارع نے اس کے کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا ہو۔

اور امام محمدؒ بن محمد الغزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

وحد المباح انہ الذی	مباح کی تعریف یہ ہے کہ جس میں
ورد الاذن من اللہ تعالیٰ	اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کرنے
بفعلہ وترکہ غیر مقرون	اور چھوڑنے کا اذن دیا گیا ہو نہ تو اس
بذم فاعلہ ومدحہ و	کے کرنے والے کی مذمت اور
لا بذم تارکہ ومدحہ	تعریف ہو اور نہ چھوڑ دینے والے
(المستصفیٰ جلد ۱ ص۶۰)	کی مذمت اور تعریف کی گئی ہو۔

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ مباح بھی ایک شرعی حکم ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے الخ (راہِ سنت ص۱۰۲ و ص۱۰۳) اور ہم نے راہ سنت ص۱۵۹ میں لکھا ہے کہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

حکم شرعی لا بد لہ من دلیل (رد المحتار) استحباب شرعی حکم ہے اس لیے دلیل درکار ہے۔

یہ تمام ٹھوس اور معتبر حوالے بھی آپ کے سامنے ہیں اور مفتی صاحب کی کتاب راہِ جنت بھی آپ کے سامنے ہے جس کے سرِ ورق پر یہ لکھا ہوا ہے

کہ کتاب راہ سنت کے دلائل کے شاندار اور مسکت جوابات دیے گئے ہیں.
مفتی صاحب فرمایئے راہ سنت کے دیگر بے شمار ٹھوس حوالوں کے جوابات راہ جنت میں کہاں ہیں اور ان مذکورہ بالا حوالوں کا جواب کس صفحہ پر ہے؟
مفتی صاحب مخلوق خدا کو دھوکہ اور فریب دینا اور بات ہے اور خدا خوفی اور صحیح جواب اور بات ہے رہا نور الانوار اور در مختار کا حوالہ تو علی الرأس والعین ہمارے ہرگز مخالف نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مستحب وہ ہے جس کو سلف صالحین نے اپنی دینی بصیرت اور دلیل کے تحت مستحب سمجھا ہو یہ نہیں کہ بلا دلیل مستحب سمجھا ہو کیوں کہ جب مستحب حکم شرعی ہے تو از خود اس کو مستحب سمجھنے کا حق کیسے حاصل ہوا؟ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو فہم و دیانت عطا فرمائے تاکہ وہ صحیح طور پر لوگوں کی راہنمائی کر سکیں لیکن ؎

وہ کیوں کر ہمنوایان چمن کا دل بڑھائیگا
جو خوف برق سے شام و سحر سو آشیاں بدلے

مفتی صاحب سے چند سوالات

بحمد اللہ تعالیٰ کتاب راہ جنت میں کوئی مغالطہ آفرین بات ایسی نہیں جس کا جواب ہم نے اس کتاب میں نہ دے دیا ہو ہاں البتہ چند باتیں ایسی باقی ہیں جن کا جواب ذیل کے سوالات پر موقوف ہے جب مفتی صاحب کی طرف سے ان کا تسلی بخش جواب موصول ہوا تو انشاء اللہ ہم بھی مسافر قلم کو حرکت دیں گے۔

پہلا سوال مفتی صاحب قبروں پر مجاور بننے کے جواز پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

حضرت ام المؤمنین روضۂ مطہرہ پر ہی رہتی تھیں کیا روضۂ پاک کا کھولنا بند کرنا ان کے زیر انتظام نہ تھا؟ ضرور تھا اب بتاؤ مجاور اور کسے کہتے ہیں؟ اھ (راہِ جنت ص۹۲) مفتی صاحب کتب حدیث اور معتبر کتب تاریخ سے باحوالہ اس کا ثبوت پیش کریں کہ جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرۂ مبارکہ میں دفن کر دیا گیا تھا اس کے بعد بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اسی حجرہ میں رہتی تھیں اور یہ کہ مستقل طور پر حضرت ام المومنین کی رہائش مجاوروں کی طرح روضۂ مطہرہ پر رہتی تھی۔ ایچ پیچ نہ ہو حوالہ بالکل واضح اور صاف ہو۔

دوسرا سوال مذہب اسلام نے اولیاء کرام رح اور بزرگان دین کی قبریں تو اپنے مقام پر ہیں کسی ادنیٰ مسلمان کی قبر کی توہین و تذلیل کی اجازت بھی نہیں دی یہ مسئلہ محل نزاع نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی شعائر اللہ میں سے ہے اس لیے آپ کا روضۂ اقدس بھی محل نزاع سے خارج ہے۔ مفتی صاحب سے سوال یہ ہے کہ وہ باحوالہ اس کا ثبوت دیں کہ اولیاء اللہ کے مزارات شعائر اللہ ہیں مزارات کو قربانی کے جانوروں اور صفا و مروہ پر قیاس کرنا جیسا کہ مفتی صاحب نے راہِ جنت ص۹۱ پر قیاس کر کے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے لڑنے اور بھڑنے پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ مگر آپ اور آپ کے شاہ ولی اللہ صاحب ان چیزوں کو چھوڑ کر اور

چیزوں کو شعائر اللہ مان رہے ہیں الغرض یہ شکست خوردگی کی واضح علامت ہے آپ حوالہ پیش کریں کہ قرآن وحدیث صحابہ کرامؓ وتابعین اور بعد کے معتبر اور مستند فقہاء کرام نے صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے کہ مزارات اولیاء اللہ شعائر اللہ میں داخل ہیں ہیر اپھیری نہ ہو صاف حوالہ ہو۔ باقی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے مفتی صاحب کی ناراضگی یہ خود ان کی جہالت کا نتیجہ ہے۔
حضرت شاہ صاحبؒ نے تمام شعائر اللہ کو چار میں منحصر نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ معظم شعائر اللہ یہ چار (قرآن۔ نبی۔ کعبہ اور نماز) ہیں افسوس ہے کہ لفظ معظم کو بھی مفتی صاحب نہیں سمجھ سکے یا تو وہ سمجھ کر نوش فرما گئے ہیں نصوص سے جن اشیاء کا شعائر ہونا ثابت ہے وہ شعائر ہیں مگر معظم شعائر اللہ صرف یہ چار ہیں۔

تیسرا سوال

ہم نے ذکر بالجہر کے بارے میں تبرید النواظر اور راہ سنت میں با دلائل مبسوط بحث کی ہے جس کا جواب مفتی صاحب نے راہ جنت ص ۱۷ و ص ۲۷ میں دینے کی سعی کی ہے مگر بُری طرح ناکام رہے ہیں کیونکہ ہم نے قرآن کریم صحیح احادیث اور معتبر فقہاء کرامؒ حتیٰ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رہ کے حوالہ سے راہ سنت ص ۱۶۶ تا ص ۲۰۱ تک متعدد حوالے اور دلائل پیش کئے ہیں مفتی صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ ان کا جواب ارشاد فرماتے اور خاص طور پر اس کا جواب دیتے کہ :-

ولابی حنیفۃؒ ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ لمخالفتہ الامر	حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت

فی قولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ الخ (کبیری ص۵۶۶)	ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور چپکے پکارو۔

اس عبارت سے بصراحت یہ معلوم ہوا کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا امام صاحبؒ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے مذکور ارشاد کے مخالف بھی ہے اور بدعت بھی فریق مخالف کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ ذکر بالجہر کرنے والوں کو وہابی کہتا ہے۔ اھ (راہِ سنت ص۱۶۸) مگر ان میں سے کسی چیز کا جواب تو کیا نام تک نبی صاحب نے نہیں لیا صرف ایک چیز کو لیا ہے کہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود نے جو بلند آواز کے ساتھ مسجد میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور درود شریف پڑھنے والوں کو نکالا تھا اور فرمایا کہ میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں (ردّ المختار شامی جلد ۵ ص۳۵۰) اس سے جہر مضر مراد ہے اور حوالہ یہ دیا ہے کہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے ذکر بالکل جائز ہے جیسا کہ اذان وخطبہ وجمعہ وحج میں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ فتاویٰ خیریہ میں صاف کر دیا گیا ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں جو ممانعت ہے وہ نقصان دہ جہر پر محمول ہے۔ لیجئے مسئلہ واضح ہو گیا کہ وہ ذکر بالجہر ممنوع ہے جس سے با جماعت نمازیوں کو تکلیف ہو الخ (راہ جنت ص۷۸)

الجواب: یہ تاویل اور محمل غیر معصوم اور غیر مجتہد کا بیان کردہ ہے اور قرآن پاک اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً الآیۃ کے اور نیز حدیث صحیح جو بخاری اور مسلم میں موجود ہے انکم لا تدعون اصم ولا غائب الحدیث

کے اور ائمہ اربعہؒ کے قول کے اور خاص کر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق نہیں اس لیے قابل سماعت نہیں اور ان سب امور کا حوالہ راہِ سنت میں درج ہے جس کا کوئی جواب مفتی صاحب نے نہیں دیا بلاشک علامہ شامیؒ وغیرہ کے اقوال سر آنکھوں پر مگر جہاں قرآن کریم صحیح حدیث اور ائمہ اربعہؒ کے اقوال موجود نہ ہوں اور اس مقام پر یہ سب کچھ موجود ہے علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول میں لفظ جہر کے ساتھ مفرط اور غیر مفرط کی کوئی قید موجود نہیں لہٰذا ہر قسم کا جہر ممنوع ہو گا اور آج کل مساجد میں جو نمازوں کے بعد مل کر ذکر بالجہر کیا جاتا ہے وہ تو بہر حال مفرط ہے اور نمازیوں کی نماز میں خلل انداز ہوتا ہے جس کا کوئی عقلمند اور منصف مزاج انکار نہیں کر سکتا اور مفتی صاحب نے ہمارے پیش کردہ ان حوالوں کا بھی کوئی جواب نہیں دیا کہ حضرت ملا علی ن القاریؒ نے حدیث اقلہا تکلفا کی شرح میں صحابہ کرامؓ کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ ذکر اور درود شریف کو مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے (مرقات جلد ۱ ص ۲۱۴) اور شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ:-

یعنی مسجدوں میں آواز بلند کرنا تو یہ دین کے اندر جھگڑے کرنے کے لیے بدعت گھڑی گئی ہے (الاعتصام جلد ۲ ص ۲۵۶) یہ حوالے راہ سنت ص ۲۸۷ میں موجود ہیں مگر مفتی صاحب سب کو ہضم کر گئے ہیں اور مفتی صاحب نے راہ سنت ص ۱۱۶ میں مشہور فقیہہ ابو حنیفہ ثانی علامہ زین العابدین

ابن نجیم المصری الحنفیؒ المتوفی سن ۹۷۰ھ کے اس قول کا بھی کوئی جواب نہ دیا کہ ذکر اللہ کی جب کسی ایک ہی وقت کے ساتھ تخصیص کا قصد کر لیا گیا اور دوسرے وقت میں وہ نہ ہوا یا کسی شے کے ساتھ ذکر اللہ مخصوص کر لیا اور دوسری چیز کے ساتھ وہ خاص نہ کیا گیا تو وہ مشروع نہ ہو گا کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی لہذا وہ خلاف شرع ہو گا۔ ان تمام ٹھوس فقہ حنفی اور معتبر علماء کرام کے حوالوں کو مفتی صاحب پی گئے ہیں۔ فوا اسفاسہ

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمہا

صرف نظر ان تمام امور سے مفتی صاحب سے ہم نے جو سوال کرنا ہے وہ یہ ہے کہ۔ وہ لکھتے ہیں کہ

جاء الحق حصہ اول میں مسلم و بخاری شریف کی احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ میں عام مروج تھا نمازوں کے بعد خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہؓ اتنی اونچی آواز سے ذکر اللہ کرتے تھے کہ تمام محلہ گونج جاتا تھا گھروں کی عورتیں بچے سمجھ جاتے تھے کہ جماعت، نماز ختم ہو گئی (راہ جنت صفحہ) دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ کون سی مسلم اور کون سی بخاری ہے جس میں ایک حدیث نہیں بلکہ احادیث موجود ہیں کہ نمازوں کے بعد ذکر بالجہر زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ میں عام مروج تھا نمازوں کے بعد خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اتنی اونچی آواز سے ذکر کرتے تھے کہ تمام محلہ گونج جاتا تھا الخ مہربانی

فرمائیں کہ مفتی صاحب اپنے اس دعویٰ کی ایک ایک جزو کا ثبوت مسلم اور بخاری شریف کی احادیث سے دیں ہم منتظر رہیں گے۔ رہی حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ کی یہ روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے سو اس کا باحوالہ جواب ہم نے راہ سنت ص۱۶۸ میں دے دیا ہے جس کا کوئی جواب مفتی صاحب نے نہیں دیا علاوہ ازیں اسمیں صرف زمانہ نبوی صلعم کا ذکر ہے زمانہ صحابہؓ کا اور محلہ کے گونج اٹھنے کا کوئی ذکر نہیں مفتی صاحب کو مسلم اور بخاری شریف کی احادیث سے اپنے دعوے کے تمام اجزاء ہمیں دکھانے ہیں۔ دیدہ باید۔

چوتھا سوال مفتی صاحب نے دریافت کیا تھا کہ امتحانات وغیرہ جو تمہارے مدارس میں ہوتے ہیں یہ سب بدعت ہیں ہم نے راہ سنت میں جواب دیا کہ اس کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہم نے باحوالہ عرض کی کہ آپ نے صحابہ کرامؓ کا امتحان لیا تھا اس کا جواب دیتے ہوئے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ اصل اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو اس پر کتنی بھی زیادتی کر لی جائے درست ہے البس یہ ہی ہم کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ نے اپنا میلاد پاک خود منبر پہ قیام فرما کر پڑھا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین) (راہ جنت ص۱۰۱)

الجواب:۔ مفتی صاحب یہ کس مشکوٰۃ میں ہے کہ آپ نے اپنا میلاد پاک منبر پر کھڑے ہو کر پڑھا؟ بات یہ ہے کہ بات کا بتنگڑ بنانا آپ لوگوں کا کام ہے بات تو صرف اس قدر ہے جو ترمذی جلد ۲ ص۲۰۱ اور مشکوٰۃ جلد ۲ ص۵۱۴ میں ہے کہ کسی

شخص نے آپ کے حسب ونسب پر طعن کیا (معاذ اللہ) اس پر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی صفائی بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہتر مخلوق (یعنی انسانوں میں) سے بہتر فرقہ (یعنی عرب میں) سے اور بہتر قبیلہ (یعنی قریش میں) سے اور بہتر گھرانے (یعنی بنی ہاشم میں) سے مجھے پیدا کیا ہے پس میں نفس اور گھرانے کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں (او کما قال) اس میں آپ کے عرفی میلاد پاک کا ذکر کہاں ہے؟ اور کیا یہی حدیث صحابہ کرام سے لے کر چھٹی صدی تک سلف صالحین کے علم میں نہ تھی انہوں نے آپ کا یہ عرفی میلاد کیوں نہ کیا؟ مفتی صاحب۔ آپ کو اس کا بھی معقول جواب دینا ہے اور اسی طرح ہم نے راہِ سنت میں جو باحوالہ کتب ٹھوس عبارتیں میلاد عرفی کی تردید پر پیش کی ہیں جن کا جواب آپ نے نہیں دیا آپ کے ذمہ لازم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ دنیا سے چل دیں اور جوابات کا قرض آپ کے گلے کا ہار بنا رہے اس کی سعی فرمائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ؎

قافلے بانگِ درا سمجھے ہوئے تھے جس کو
اب وہ آواز بھی خاموش ہوئی جاتی ہے

قبروں پر چراغ

ہم نے راہِ سنت میں باحوالہ بحث کی ہے کہ قبروں پر چراغ جلانا بدعت اور مکروہ ہے مفتی صاحب پر لازم تھا کہ وہ ان حوالوں کے جوابات ارشاد فرماتے مگر انہوں نے یہ کہہ کر جان چھڑانے کی بے جا سعی کی ہے کہ سب وہی (دلائل) ہیں جن کے جوابات جاء الحق حصہ اول میں دیئے جا چکے ہیں پرانی لکیر کو پیٹنا عقلمندی نہیں

مگر مولوی صاحب نے یہ نہ فرمایا کہ نجدی حکومت جو آج روضۂ اقدس پر نہایت شاندار روشنی کرتی ہے کیا وہ مشرک اور مرتد ہیں یا نہیں مولوی صاحب ابھی جرأت نہ کریں گے (محصلہ راہِ جنت ص۸۹)

الجواب:۔ مفتی صاحب آپ کیوں دھوکہ اور فریب دیتے ہیں کہ راہِ سنت کے دلائل کے جاء الحق حصہ اول میں جوابات ہیں وہ کہاں ہیں؟ راہ سنت تو جاء الحق کے رد میں لکھی گئی ہے پھر بھلا جاء الحق میں راہ سنت کے دلائل کے جوابات کہاں ہوں گے؟ یہ تمام دلائل جواب کے لیے آپ کا منہ تک رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ٹھوس حوالجات کا جواب نہ دینا ہرگز کوئی عقلمندی نہ ہوگی۔ رہا روضۂ اقدس پر روشنی کرنا تو ہم بعض مجبوریوں کی وجہ سے ابھی تک حج اور روضۂ اقدس کی حاضری کے لیے ترس رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی وہاں لے جائے یہ شاندار روشنی اگر تو مسجد نبوی میں نمازیوں کی ضرورت کے لیے ہے تو درست ہے۔ یا زائرین کو روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کی ضرورت کے لیے ہے تب بھی درست ہے ورنہ نجدیوں کا یہ فعل بھی کوئی شرعی حجت نہیں ہے رہا آپ کا لوگوں کو بلا وجہ بھڑکانے کے لیے ہر بدعت کے بعد مشرک و مرتد کے الفاظ ہماری طرف منسوب کرنا تو یہ محض آپ کی تلبیس ہے ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہر بدعت کفر و شرک نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعات محض مکروہ اور خلاف اولیٰ بھی ہوتی ہیں ایسی بدعات کے مرتکب نجدی ہوں یا دیوبندی، بریلوی ہوں یا گجراتی بدعت بہرحال بدعت ہے

آگے مفتی صاحب نے راہ سنت کی عبارت پر گرفت کرتے ہوئے تضاد بیانی ثابت کرنے کی بے جا کاوش کی ہے کہ ایک طرف تو مصنف راہ سنت یہ کہتا ہے کہ قبروں پر چراغ جلانا حدیث میں آیا ہے کہ لعنت ہے اور ضرورت وغیر ضرورت کی کوئی قید نہیں اور دوسری طرف یہ کہتا ہے کہ اگر رات کو کسی میت کو دفن کرنا پڑے تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے یہ تناقض کیوں؟ سچ ہے دروغ گورا حافظہ نہ باشد (محصلہ راہ جنت ص۸۹ و ص۹۰)

الجواب:۔ افسوس ہے کہ مفتی صاحب نے بظاہر منطق کی مرقات بھی نہیں پڑھی ورنہ وہ بالکل ابتدائی اصطلاحات سے ایسے ناواقف نہ ہوتے مفتی صاحب سرفراز اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے یہ ایسی قبریں ہیں جن میں مُردے دفن کر دیے گئے ہوں اور قبریں بالکل مکمل تیار ہو چکی ہوں اور دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ابھی تک قبر بنائی نہیں گئی میت کو دفن کیا جارہا ہے اور رات کا وقت ہے تو ضرورت کے لیے روشنی کرنا درست ہے لعنت قبر بن چکنے کے بعد وارد ہوتی ہے اور اس میں ضرورت وغیر ضرورت کی کوئی قید نہیں اور روشنی کی اجازت قبر بننے سے پہلے ہے جس وقت میت دفن کی جاتی ہو جب دونوں کا وقت اور محل ایک نہیں تو تضاد کیسا؟

صلوٰۃ الرغائب رجب کے مہینہ میں ایک نماز لوگوں نے گھڑی ہے جس کو صلوٰۃ الرغائب کہتے ہیں اور اس کے لیے حدیثیں بھی

اس کی ترویج کے لیے تراشی ہیں ہم نے راہ سنت ص۹۳ پر بدعت کی تردید پر یہ حوالہ پیش کیا تھا کہ۔ علامہ ابراہیم حلبی الحنفیؒ (المتوفی ۹۵۶ھ) نے صلوٰۃ رغائب (جو رجب میں پڑھی جاتی ہے) وغیرہ کے بدعت اور مکروہ ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے۔

ان الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين لم ينقل عنهم — کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین اور بعد کے ائمہ مجتہدین سے منقول نہیں۔

(کبیری ص۴۳۳)

اس کے جواب میں مفتی صاحب آگ بگولا ہو کر فرماتے ہیں کہ اسی راہِ سنت پر فرماتے ہیں کہ نماز رغائب جو رجب میں پڑھی جاتی ہے۔ صرف اس لیے ممنوع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ سے ثابت نہیں یہاں بھی مولوی صاحب نے سخت خیانت سے کام لیا نماز رغائب کو فقہاء منع نہیں کرتے بلکہ ان نوافل کو باقاعدہ اہتمام کے ساتھ پڑھنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں آگے رد المختار کا حوالہ پیش کیا ہے کہ۔ یہاں سے پتہ لگا کہ نماز رغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کو پڑھی جاتی ہے اس کے لیے مجمع کرنا بدعت ہے اور رومی لوگ جو اس کی جماعت کا حیلہ یہ کرتے ہیں کہ اس کی نذر مان لیتے ہیں تاکہ نفل وکراہت سے بچ جاوے باطل ہے۔ کہیے مولانا کچھ آنکھیں کھلیں دھوکہ دینا بڑی بری بات ہے اھ (راہ جنت ص۴)

الجواب: مفتی صاحب بفضلہ تعالیٰ ہماری آنکھیں تو اُس وقت سے

کھلی ہیں جس وقت سے ہمیں اکابر علماء دیوبند کی شاگردی نصیب ہوئی ہے مگر آپ کی تو اس بڑھاپے میں فتویٰ نویسی کر کر کے بھی تاہنوز آنکھیں نہیں کھلیں مفتی صاحب انفرادی طور پر نوافل کسی رات اور کسی مہینہ میں ممنوع نہیں ہیں اور نہ عام نوافل کو صلوٰۃ الرغائب کہا جاتا ہے نماز رغائب ہوتی ہی وہ ہے جو رجب میں اہتمام اور اجتماع کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس کو آپ بھی رد المحتار کے حوالہ کے مطابق بدعت اور باطل مانتے ہیں مگر چونکہ بصیرت مفقود ہے اور دل کی آنکھیں بند ہیں اس لیے سمجھ نہیں رہے اور کبیری میں بھی یہی کچھ کہا تھا کہ چونکہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ سے منقول نہیں لہذا مکروہ ہے مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ نماز رغائب کو فقہاء منع نہیں کرتے الخ یہ ان کی خالص جہالت ہے۔ فقہاء نماز رغائب کو منع کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین سے منقول نہیں ضرورت تو نہیں مگر مفتی صاحب کی آنکھیں منور کرنے کے لیے ہم سر دست دو حوالے عرض کیے دیتے ہیں ضرورت پڑی تو انشاء اللہ مزید عرض کر دیے جائیں گے۔ حضرت امام نووی الشافعیؒ لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام الحديث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

واحتج به العلماء على كراهة	اور علماء نے اس حدیث سے
هذه الصلوٰة المبتدعة	اس گھڑی ہوئی نماز کی کراہت
التى تسمى الرغائب قاتل	پر استدلال کیا ہے جس کو نماز

الله وامنعها ومخترعها فانه بدعة
منكرة من البدع التي هي ضلالة
وجهالة وفيه منكرات ظاهرة و
قد صنف جماعة من الائمة مصنفات
نفيسة في تقبيحها وتضليل مصليها
ومبتدعها ودلائل قبحها وبطلانها
وتضليل فاعلها اكثر من ان تحصى
والله اعلم (نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۶۱)

رغائب کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے
والے اور اختراع کرنے والے کو غارت
کرے بیشک یہ بدعت منکرہ ہے اور
ایسی بدعات سے ہے جو ضلالت و جہالت
ہیں اور اس میں کھلے طور پر کئی منکرات
ہیں اور ائمہ کی ایک خاص جماعت نے اس
نماز کی قباحت اور اسکے پڑھنے والے
اور گھڑنے والے کی ضلالت اور اس کے
قبح و بطلان اور اس پر عمل پیرا ہونے والے کی تضلیل پر بے شمار عمدہ اور نفیس کتابیں
لکھی ہیں واللہ اعلم۔

اور علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) صلوٰۃ الرغائب کی حدیثوں پر
بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

قال علي بن ابراهيم حدثت
صلوٰة الرغائب بعد سنة ۴۸۰ھ
ولا مزية لهذه الليلة عن غيرها
الى ان قال واحاديث فضلها
وفضل صلوتها كلها موضوعة
بالاتفاق (تذکرة الموضوعات صفحہ ۴۴)

علی بن ابراہیم نے فرمایا
کہ نماز رغائب ۴۸۰ھ کے بعد
گھڑی گئی ہے اور اس رات کی دوسری
راتوں پر کوئی فضیلت نہیں (پھر آگے
فرمایا کہ) اور اس رات اور نماز رغائب
کی فضیلت کی تمام حدیثیں بالاتفاق
جعلی اور موضوع ہیں۔

فرمائیے مفتی صاحب کچھ آنکھیں کھلیں یہ حضرات تو سرے سے نماز رغائب ہی کو بالاتفاق موضوع اور باطل قرار دے رہے ہیں اور آپ بزعم خود اہتمام واجتماع کو رو رہے ہیں مفتی صاحب نماز رغائب، نام ہی اس نماز کا ہے جس کو لوگ جمع ہو کر اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں آپ کیوں لوگوں کو دھوکہ دیتے اور فریب کرتے ہیں۔ دھوکہ دینا بڑی بری بات ہے مطلق نوافل جو ہر رات پڑھے جا سکتے ہیں ان کو کوئی جعلی اور موضوع نہیں کہتا اور نہ ان سے کوئی منع کرتا ہے ہاں نماز رغائب منع ہے۔

عالمگیری کی عبارت ہم نے راہِ سنت صہ۹۴ پر بدعت کی تردید میں یہ عبارت نقل کی تھی۔

قراءة الكافرون الى الآخر مع الجمع	سورۂ کافرون کا آخر تک بالجمع پڑھنا مکروہ
مكروهة لانها بدعة لم ينقل	ہے اس لیے کہ وہ بدعت ہے صحابہ کرامؓ اور
ذلك عن الصحابةؓ والتابعين	تابعینؒ سے منقول نہیں۔

(عالمگیری جلد۴ صہ۲۶۴)

مفتی صاحب اس پر گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب نے امت رسول کو دھوکہ دیا کہ جو عام ختم میں قل یا ایہا الکافرون سے الحمد شریف تک پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہو یہ فقہاء کے نزدیک ممنوع ہے مسلمانو! لو کیا دھوکا اور دجل و فریب دیا یہاں بالجمع کو نظر انداز کر دیا عالمگیری میں فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کا مل کر باآواز بلند یہ سورتیں پڑھنا ممنوع ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ ورنہ اسی بحث میں یعنی کتاب الکراھۃ

پر ص۲۱۷ میں ہے جو لوگ مجمع لگا کر دعا کی نیت سے سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھیں انہیں منع نہ کرو بہتر ہے آہستہ پڑھنا اھ (راہ جنت ص۹۵)

الجواب : مفتی صاحب کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا میں غرقاب ہو جائے اور خود نہ نکل سکتا ہو تو لوگوں کو پکارتا ہے کہ لوگو بچاؤ لوگو بچاؤ۔ مفتی صاحب سے بھی جب دلیل بن نہ سکی تو ختم خوروں کی غفلت زدہ رگوں کو بیدار کرنا شروع کر دیا کہ مسلمانو! بولو مفتی صاحب آپ خود بولیں اور اس مخترع ختم کی کوئی عقلی اور نقلی دلیل پیش کریں ہم نے عالمگیری کا جو حوالہ دیا ہے وہ بالکل پورا ہے اور بالجمع کا لفظ ہمارے ترجمہ میں موجود ہے ہم نے اس سے نظر نہیں ہٹائی آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ عالمگیری میں فرما رہے ہیں کہ تمام لوگوں کو مل کر بہ آواز بلند یہ سورتیں پڑھنا ممنوع ہے یہ عبارت اس حوالہ میں کب ہے؟ یہ تو آپ کا نرا دجل و فریب اور خالص دھوکہ ہے جو اُمّت رسول کو دے رہے ہیں نہ آپ کو موت کا خیال ہے نہ قبر کا لحاظ ہے اور نہ خدا کا خوف ہے آپ کے لیے تو صرف جبہ اور گنبد نما عمامہ اور افتاء کا قلمدان ہی کافی ہے آپ کو بھلا آخرت کی کیا فکر؟ باقی جو آپ نے عالمگیری ص۲۱۷ کا حوالہ دے کر اس حوالہ میں جہر کا قرینہ پیش کیا ہے تو یہ آپ کا خالص دجل ہے اور سفید دھوکہ ہے یہ صفحہ اور ہے وہ صفحہ اور ہے یہ عبارت الگ ہے اور وہ عبارت الگ ہے اس کا مفہوم جدا ہے اور اس کا مفہوم جدا ہے پھر ص۲۶۴ کی اس عبارت کا قرینہ ص۲۱۷

کی عبیر متعلق عبارت کیسے بن گئی؟ مفتی صاحب اتنا بڑا مکر اور دجل کون مانتا ہے آپ کو تو عالمگیری کے اسی حوالہ میں باآواز بلند کی قید تبلاتا ہے۔

دُرِّ مختار کا حوالہ ہم نے راہ سنت ص۹۲ پر بحوالہ الجنۃ ص۱۲۴ فتاوی کبیری۔ در مختار۔ فتاوی عجیب۔ فتاوی ابراہیم شاہی۔ اور کنز العباد شرح اوراد کا یہ حوالہ نقل کیا ہے کہ (ترجمہ پر اکتفا ہے) رمضان میں ختم قرآن کے وقت دعا کرنا اور اسی طرح ختم قرآن کے وقت مل کر دعا کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ایسا کرنا منقول نہیں ہے الخ' مفتی صاحب پر یہ حوالہ بڑا ہی ناگوار گذرا ہے وہ راہِ جنت ص۷۲ میں لکھتے ہیں کہ در مختار کے بغیر باقی سب کتابیں مجہول ہیں نہ معلوم یہ کیسی اور ان کے مصنف کون تھے؟ دُرِ مختار میں ہم نے یہ مسئلہ ڈھونڈا پر نہ ملا یہ مولوی صاحب کی خیانت ہے جاء الحق حصہ اوّل میں تفسیر روح البیان اور کتاب الاذکار امام نووی رح سے نقل کیا گیا ہے کہ ختم قرآن کے وقت جو دعا مانگی جاتی ہے اس پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں اھ

الجواب :۔ ہم نے یہ جملہ حوالے الجنۃ سے نقل کیے ہیں اور ساتھ ہی اس کا حوالہ دیا ہے در مختار ضخیم کتاب ہے ضرور کسی نہ کسی موقع پر یہ حوالہ ہو گا مفتی صاحب اور تلاش کر لیں اگر مفتی صاحب در مختار کو حرفاً حرفاً پڑھ کر یہ حوالہ اس میں نہ پائیں تو ہمیں خط لکھیں ہم اس کو

صاحب الجُنۃ کا وہم سمجھ کر حوالہ سے دُرِ مختار کا نام کاٹ دیں گے ان شاء اللہ علم اور تحقیق کے مقام پر ضد کی کیا ضرورت ہے؟ باقی مفتی صاحب کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ ختم قرآن کے وقت اجتماعی دعا کا باحوالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام سے ثبوت پیش کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، ور کتاب الاذکار وغیرہ کا حوالہ ان کے لیے مفید نہیں کیونکہ ختم قرآن کے وقت نہ تو نزول ملائکہ کا کوئی منکر ہے اور نہ دعا کا انکار تو اجتماعی صورت میں مل کر اہتمام سے دعا کرنے کا ہے اور مفتی صاحب کے پیش کردہ حوالہ میں اس اجتماع کا کوئی ذکر نہیں۔ رہا مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ دُرِ مختار کے علاوہ باقی مذکورہ کتابیں مجہول ہیں یہ مفتی صاحب کا مفتیانہ وہم ہے یہ کتابیں دلائل الخیرات شریف کی علیٰ بہنیں ہیں جس کے حوالہ کی سند سے مفتی صاحب نے اسم اللہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ثابت کیا ہے اور شائد کہ ان کے مصنف ایسے ہی حضرات ہوں جنہوں نے آپ سے یہ بیان فرمایا ہے کہ اسم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نام پاک ہے جس کا حوالہ آگے آرہا ہے ان شاء اللہ اور شائد ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے کہ ؎

خوش نوایانِ چمن کو غیب سے مژدہ ملا
دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

مفتی صاحب کے امتحانی سوالات

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ کیا خان صاحب گکھڑوی کسی معتبر اسناد و صحیح روایت سے دکھا سکتے ہیں کہ عہد فاروقی و عثمانی میں مدرسے کہاں کہاں تھے

اور ان میں مدرسین کون کون تھے اور ان مدارس میں نصاب تعلیم کیا مقرر تھے اور کن کتب کے پڑھنے پر دستار بندی ہوتی تھی۔ اور سند دی جاتی تھی اور سالانہ تعطیل کتنی ہوتی تھی اور کس مدرس کو ماہوار تنخواہ کیا ملتی تھی اور مروجہ تبلیغی جلسے کہاں کہاں ہوتے تھے اور ان جلسوں میں مقررین کے گلوں میں ہار پھول کتنے پڑتے تھے اور مقررین کو کرایہ اور وعظ کی فیس کس قدر دی جاتی تھی۔ فلاں صاحب زندہ باد کے نعرے کس قدر لگائے جاتے تھے یہ گیارھویں شریف کے عدد کے مطابق گیارہ سوالات ہیں جو خانصاحب گکھڑوی کی خدمت میں پیش ہیں خانصاحب ان کے جوابات دیے بغیر دنیا سے نہ چلے جائیں الخ (راہ جنت ص۹۵ و ص۹۶)

الجواب:۔ مفتی صاحب غلطی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ راقم الحروف عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں کہیں انسپکٹر مدارس یا وزیر تعلیم تھا جس کے پاس اس وقت کے مدارس اور معلمین اور ان کی تنخواہوں کے اعداد و شمار جمع ہوں گے مفتی صاحب غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں راقم اس وقت ایسے عہدہ پر فائز نہ تھا اور نہ راقم کو ایسی تفصیلات معلوم ہیں اور بہت ممکن ہے کہ خود حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو بھی مدارس اور معلمین اور ان کی تنخواہوں کی پوری تفصیل معلوم نہ ہو کیونکہ عرب کے علاوہ بائیس لاکھ مربع میل رقبہ اور چھتیس ہزار شہر اور قلعے تو صرف حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے اور عہد عثمانی کی فتوحات اس کے علاوہ ہیں اتنے بڑے وسیع ملک کے مدارس اور معلمین اور ان کی تنخواہوں کا صحیح تفصیلی علم عادتاً ناممکن ہوتا ہے آپ دور کیوں جاتے

ہیں آپ اپنے صدر مملکت سے جو تقریباً چار لاکھ مربع میل رقبہ کے صدر ہیں یہ سوالات کر دیکھیں کہ تمام ملک میں دینی اور غیر دینی مدارس کی تعداد اور معلمین اور ان کی تنخواہوں کی تعداد بتا دیں۔ رہا نصاب تو تعلیم قرآن وسنت اور فقہ اسلامی تھا اگر آپ چاہیں گے تو ہم انشاء اللہ باحوالہ اس کا ثبوت عرض کر دیں گے اور نفس دستار بندی کا ثبوت بھی ہم انشاء اللہ کتب حدیث سے عرض کر دیں گے اور اس دور کی طرح دینی امور میں وہ حضرات بے باک نہ تھے دین کو دین سمجھتے تھے جب یہ داعیہ پیش آیا کہ لوگوں میں خدا خوفی کم ہو گئی اور گمراہ کرنے والے مولوی اور مفتی پیدا ہوئے تو بزرگان دین نے سند لازمی قرار دی تا کہ کوئی گمراہ عوام الناس کو بغیر علم کے گمراہ کر کے افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا او کما قال کا مصداق نہ ہو جائے مروجہ جلسوں سے مفتی صاحب کی کیا مراد ہے؟ اگر میلاد اور گیارھویں کے متعین جلسے مراد ہیں کہ ان میں پس وپیش پر دل مطمئن نہ ہو تو ان کے بدعت ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر لا علی التعیین جس وقت بھی ہمت اور توفیق ہو محض دین کی تبلیغ کی جائے تو یہ سال کے ہر دن جائز ہے اور اگر اس کا ثبوت بھی مفتی صاحب کو دلائل شرعیہ سے نہیں مل سکا تو وہ ہمیں لکھ دیں ہم انشاء اللہ بہاولپور اسلامی یونیورسٹی میں سفارش کر کے ان کا داخلہ کرا دیں گے جہاں ان کو دینی تبلیغ کی اور بقیہ امور کی باقاعدہ مشق کرا دی جائے گی۔ رہا پھولوں کا اور زندہ باد کا قصہ تو اہل علم اور جید علماء تو ان کو پسند نہیں کرتے ان پر نام کے مولوی اور نرے مفتی

ہی خوش ہوتے ہیں اور اسی طرح وہی حضرات وعظ و نصیحت کے لیے کرایہ اور فیس کا چکاتا کر کے اور سیکنڈ کلاس کا کرایہ پیشگی وصول کر کے تشریف لے جاتے ہیں شاید اس سے آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں کہ اشارہ کدھر جاتا ہے اہل حق تو اس قسم کے طمع و لالچ سے بالکل بے نیاز ہیں خود راقم الحروف کی عمر اس وقت پچاس سال کے لگ بھگ ہے اور سینکڑوں مقامات پر بفضلہ تعالیٰ تبلیغ کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہے لیکن بحمد اللہ نہ تو کسی سے چکاتا کیا ہے اور نہ کسی سے کچھ مانگا ہے اور تقریباً چار سال میں پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ مقامات تو ایسے بھی ہیں جن میں ایک پائی بھی راقم کو کسی نے نہیں دی مگر بحمد اللہ پیشانی پر شکن بھی نہیں آیا اور دل میں خوشی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کہنے کی اور تبلیغ کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک بزعم خود محض گیارھویں شریف کا ملذذ نام لے کر گیارہ کے عدد کے لا یعنی سوالات قائم کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور خواہ مخواہ ممتحن بننے میں کوئی وزن نہیں سوال کرنے کے لیے بھی علم کی ضرورت ہے اور خیر سے اسی چیز کی مفتی صاحب میں کمی ہے۔

پنجتن پاک شیعہ کا یہ خیال ہے کہ یہ پانچ حضرات (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ) پاک ہیں اور ہم اہل سنت والجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر پاک سے معصوم مراد ہے تو اس معنیٰ میں صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی پاک اور معصوم ہیں کیونکہ معصوم صرف انبیاء

کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہی ہوتے ہیں انسانوں میں اور کوئی معصوم نہیں ہوتا اور اگر پاک سے مراد متقی پرہیزگار اور خدا رسیدہ ہے تو اس معنی میں سبھی صحابہ کرامؓ پاک ہیں جن کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا پروانہ قرآن کریم میں منجانب اللہ مرحمت ہو چکا ہے شیعہ نے اپنے زعم کے مطابق یہ شعر گھڑا ہے ؎

لی خمسۃ اطفی بھا حر الوباء الحاطمہ

المصطفیٰ والمرتضیٰ وابنا ھما والفاطمہ

راقم الحروف نے گلدستۂ توحید میں لکھا ہے کہ یہ رافضیوں کا شعر ہے روحِ دین سے ناواقف مسلمانوں نے جوشِ عقیدت میں آکر یہ شعر مکانوں کی چوکھٹوں پر کندہ کر دیا ہے۔ مفتی صاحب کہتے ہیں مگر دیوبندی اس کو شرک کہتے ہیں اور گکھڑوی اس سے بہت ناراض ہے مفتی صاحب کا یہ فریضہ تھا کہ وہ باحوالہ یہ ثابت کرتے کہ یہ شعر رافضیوں کا نہیں بلکہ یہ تو فلاں سُنّی امام یا شاعر کا ہے اور فلاں کتاب میں فلاں صفحہ پر درج ہے اور فلاں فلاں اہل سنت کے جیّد علماء کرام نے اس کو سُنّیوں کا شعر تسلیم کیا ہے اس کے بعد ہم کچھ عرض کرتے لیکن مفتی صاحب اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے صرف عوام کے جذبات اُبھارنے کے لیے یہ لکھا ہے کہ مسلمان اس کو پڑھتے یا وداع کے وقت کہتے ہیں۔

جا اللہ رسول کی امان یا پانچ پیروں کا سایہ (محصلہ راہِ جنت ص۱۹)

یہ اور اس قسم کی تمام خود ساختہ اور تراشیدہ باتیں شرک ہیں۔

اور لوگوں کے ایسا کرنے پڑھنے اور لکھنے سے ان کا جواز ثابت نہیں ہوسکتا ہم نے گلدستۂ توحید میں ماشاء اللہ وشاء محمد کے شرک ہونے پر اور غیر اللہ سے استعانت کرنے اور پانچ پیروں سے امداد مانگنے کے بارے میں مفصل بحث کردی ہے جس کا کوئی جواب مفتی صاحب نے نہیں دیا۔

حضرت مولانا محمد احتشام الحق صاحب تھانوی

مفتی صاحب نے بڑے زور و شور سے دیوبندیوں کی بے اصولی بتلاتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے کہ مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے صدر پاکستان کے بازو پر امام ضامن باندھا تھا اور جب بانی پاکستان قائد اعظم کے مقبرہ کی عمارت کا صدر پاکستان نے افتتاح کیا تو مولانا تھانوی نے ایک بلیغ تقریر کی اور گذشتہ حکومتوں پر اعتراض کیا کہ انہوں نے اس کار خیر میں تاخیر کی ہے مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ ایک طرف تو دیوبندی غیر اللہ سے پناہ مانگنے کو شرک کہتے ہیں اور دوسری طرف ان کے شیخ الشیوخ امام ضامن باندھتے ہیں اور ایک طرف مزارات پر قبوں کے سخت مخالف ہیں اور ان کو کفر و شرک کہتے ہیں اور دوسری طرف ان کے پیشوا اور مقتدا بانی پاکستان کے مقبرہ کی تعریف کرتے ہیں اور پہلی حکومتوں کو کوستے ہیں (محصلہ راہ جنت صفحہ ۶ و ۸ و ۱۰ وغیرہ)

الجواب: راقم نے حضرت مولانا محمد احتشام الحق صاحب تھانوی

دام مجدہم کو خط لکھا کہ امام ضامن اور قائد اعظم کے مقبرہ کی تعمیر کے موقع پر تقریر کی کیا حقیقت ہے ؟ تو انہوں نے جو جواب دیا وہ بلفظہٖ درج ذیل ہے :-

محترم المقام۔ وعلیکم السلام !

رد بدعات میں آپ کی مساعی کو حق تعالیٰ مشکور فرماویں امام ضامن کی خبر بے بنیاد اور غلط ہے جس روز یہ خبر چھپی ہے اس سے اگلے روز میں تمام اخبارات میں اس کی تردید موجود ہے قائد اعظم کا مزار پہلے سے پختہ تھا اس کے سنگِ بنیاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ مزار سے متصل یادگار جس میں علاوہ مقبرہ کے ایک دار العلوم اور ایک مسجد بھی شامل ہے میں صرف اس تقریب میں شریک ہوا تھا سنگِ بنیاد میں نے نہیں رکھا بالکل غلط ہے "

احتشام الحق

تھانوی

مفتی صاحب اور ان کے حواری بار بار حضرت مولانا کے اس جواب کو پڑھیں اور پھر اگر خوفِ خدا ان میں موجود ہے تو ارشاد فرمائیں کہ کسی پر اتنا غلط بہتان باندھنا کیا جرم نہیں ؟ اگر غلط کار لوگوں نے سیاسی ہتھکنڈے کے طور پر غلط خبر اخبارات میں چھاپی تھی تو مولانا کی طرف سے اس کا رد اور جواب بھی اخبارات میں طبع ہو چکا ہے مفتی صاحب نے

اِس کا حوالہ کیوں نہیں دیا ؟ مفتی صاحب دیوبندیت کا تو کچھ نہیں بگڑیگا ہاں اس غلط اتہام بازی کی وجہ سے آپ کی اور آپ کی جماعت کی قلعی خوب کھل گئی۔ ہے ع

مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

بہتان تراشی مفتی صاحب نے جہاں مسائل اور حوالوں میں انتہائی خیانت اور شرمناک مغالطہ دہی سے کام لیا ہے۔ وہاں مفتی صاحب بہتان تراشی سفید جھوٹ اور خالص افترا سے بھی باز نہیں آئے تعجب ہوتا ہے کہ کیا مفتی صاحب کو مرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا یاد نہیں ؟ اور کیا ان کو کسی پر غلط بہتان باندھنے کا جرم معلوم نہیں ! ہم ان کے اصل الفاظ میں بعض چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ مولوی سرفراز تو ہر بدعت کو حرام فرماتے ہیں الخ (راہ جنت ص۳۲)

الجواب:۔ راہ سنت صفحہ ۱۰۰ میں یہ لفظ موجود ہیں کہ :۔ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں مکروہ بھی ہوتی ہیں اھ مفتی صاحب کیا یہ صریح بہتان نہیں ہے اور کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا ڈر نہیں ؟

(۲) مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ستم بر ستم یہ کہ مولوی (سرفراز) صاحب جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے کو شرک کہتے ہیں۔

اور یہاں راہِ سُنت ص۲۸۵ میں نہایت معصومیت سے فرماتے ہیں جھاڑ پھونک علاج کی ایک قسم ہے اور اس پر اجرت لینا جائز ہے بحوالہ علیہ۔
(دیکھو راہ سنت ص۲۸۵)

الجواب :۔ اس کا مختصر اور جامع جواب تو صرف یہ ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین مفتی صاحب! جب سے راقم نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر آج تک جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرتا ہے موافق بھی اس کو جانتے ہیں اور مخالف بھی اور کیا موافق و کیا مخالف سبھی مجھ سے تعویذ لے جاتے ہیں اور باقاعدہ جھاڑ پھونک کے لیے آتے ہیں مفتی صاحب آپ نے اتنا سفید جھوٹ کیوں کہا کہ مولوی صاحب جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کو شرک کہتے ہیں۔ راقم نے کہاں یہ لکھا اور کب یہ کہا ہے! رہے خلاف شرع اور بُرے مقصد کے لیے گنڈے تعویذ تو شاید مفتی صاحب بھی ان کے حق میں نہ ہوں؟ مفتی صاحب کیوں آپ خالق و مخلوق کے شرم سے بے نیاز ہو کر ایسے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں۔ مفتی صاحب اگر آپ کو ہمیں بدنام ہی کرنا مقصود ہے تو اس کے لیے سفید جھوٹ بولنے کا راستہ ترک کر دیجئے کوئی اور ہی راستہ جو اہل علم اور آپ جیسے مفتی کے لائق ہو وہ اختیار کیجئے اور یا ہمیں اپنے حال پر رہنے دیجئے کیونکہ ؎

کسی بہارِ گذشتہ کی یادگار تو ہے
ہمارا باغِ تمنّا خزاں رسیدہ سہی

خاتمہ

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ علماء دیوبند اور خصوصاً مولوی سرفراز خاں صاحب کے فتوے ہم لوگوں کے لیے ہیں دیوبندیوں کے برادر دینی و یقینی مولوی حافظ عنایت اللہ صاحب اہل حدیث نے ایک کتاب بنام عیون زمزم لکھی ہے جس میں انہوں نے آیات قرآنیہ کی کھلے بندوں تحریف کی اور اسلامی عقائد کا انکار کیا چنانچہ لکھا کہ حضرت عیسے علیہ السلام بن باپ پیدا نہیں ہوئے ان کا باپ تھا جس کا نام یوسف نجار تھا اور لکھا کہ حضرت جبرائیلؑ بی بی مریمؑ کے پاس شکل بشری میں نہیں گئے بلکہ جانے والا خود یوسف نجار تھا اور لکھا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام نے بچپن میں کلام نہیں کیا، ہم نے علماء دیوبند اور اہل حدیث کو اور مولوی سرفراز خاں صاحب کو بھی بطور استفتاء اشتہار بھیجا مگر وہ اب تک خاموش ہیں (محصلہ راہ جنت ص۱۱۵ و ص۱۱۶)

الجواب: مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی مسلم کی تکفیر محض اشتہاروں سے نہیں کی جاتی جب تک کہ قائل اور مصنف کی کتاب اس کی عبارت اور اس کا سیاق و سباق نہ دیکھا جائے کوئی محتاط عالم اس کی تکفیر نہیں کرے گا یہ تکفیری مشین گن تو آپ کو اور آپ کی جماعت کو پردیسی مربی سے حاصل ہوئی ہے اگرچہ اب وہ ضرورت باقی نہیں رہی کہ ذرا سے اختلاف کی وجہ سے تکفیر کی گولیاں برسانا شروع کر دی جائیں

مفتی صاحب ذمہ دار علماء محض آپ کے اشتہار سے کیوں کسی کی تکفیر کریں جب تک کہ اصل عبارات اور ان کا سیاق وسباق نہ دیکھ لیں راقم تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے تاہنوز عیون زمزم نہیں دیکھ سکا اور نہ ابھی تک کتاب ہی پہنچی ہے۔ ہم نے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے آدمی گجرات بھیجا تھا لیکن اس موقع پر کتاب نہ مل سکی اب معلوم ہوا ہے کہ کتاب مدرسہ نصرت العلوم میں آگئی ہے مگر اب دیکھنے کی مجھے فرصت نہیں اگر سچ مچ ان کے یہ عقائد ہیں جو بیان ہوئے ہیں تو قرآنی آیات کی تحریف اور مسلمہ عقائد اسلامیہ کے انکار اور بے جا تاویل کی وجہ سے ہم ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر ملحد اور زندیق سمجھتے ہیں دین کے بارے میں ہم کسی کا پاس نہیں رکھتے الحمد للہ کہ یہ ورثہ ہمیں اپنے اکابر سے حاصل ہوا ہے لیکن قطعی اور واضح ثبوت کے بغیر ہم کسی کی تکفیر کرنے کے لیے بھی ہرگز تیار نہیں ہیں اختلاف کا مقام اور ہوتا ہے اور تکفیر کا اور اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے امید ہے کہ اس بات کو مفتی صاحب بھی بخوبی سمجھتے ہوں گے۔ مفتی صاحب نے جو یہ فرمایا کہ حافظ صاحب مذکور دیوبندیوں کے برادر دینی اور یقینی ہیں یہ بات قابل غور ہے مفتی صاحب کہیں وہ آیات قرآنیہ کی کھلے بندوں تحریف اور اسلامی عقائد کے انکار کی وجہ سے آپ ہی کے بھائی ثابت نہ ہو جائیں خیال فرمانا یقین نہ آئے تو ہم آپ ہی کی تفسیر کا حوالہ عرض کیے دیتے ہیں اور پھر علماء دیوبند۔ علماء بریلی اور علماء اہل حدیث سے آپ کے بارے میں بطور استفناء فتویٰ طلب

کرتے ہیں اور شدت سے جواب کے منتظر ہیں کہ آیا مفتی صاحب یہ فرما کر مسلمان بھی رہے ہیں یا نہیں ؟۔

مفتی صاحب بسم اللہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ،۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی برکت اور مدد حاصل کی جاتی ہے اسی طرح اللہ کے نام یعنی لفظ اللہ سے بھی برکت اور مدد حاصل کی جاسکتی ہے حالانکہ لفظ اللہ رب نہیں یہ تو کچھ حروف کا مجموعہ ہے جب الف و لام و الف اور ہ سے مدد اور برکت لینا جائز ہے تو اللہ کے پیاروں سے مدد لینا بھی بدرجۂ اولیٰ جائز ہے کیونکہ وہ ان حرفوں سے تو کم نہیں ۔

نکتہ :۔ مجھ سے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اسم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نام پاک ہے جیسے ذکر اللہ بھی حضور علیہ السلام کا نام ہے ۔ دیکھو دلائل الخیرات شریف اور حضور علیہ السلام کو اسم اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اسم وہ ہوتا ہے جو ذات کو بتائے اور ذات پر دلالت کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ کی ذات کو ظاہر کیا رب تعالیٰ حضور علیہ السلام کا خالق ہے اور حضور علیہ السلام اس کے مظہر اتم انتہیٰ بلفظہٖ (تفسیر نعیمی مصنفہٗ مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی ثم گجراتی صـ۲۵ و صـ۲۶)

مفتی صاحب کی تحقیق انیق ملاحظہ فرمائیں کہ لفظ اللہ کے حروف سے اللہ تعالیٰ کے پیارے کم نہیں جب اللہ تعالیٰ کی ذات سے مدد مانگنا جائز ہے تو حروف الف ولام اور الف اور ہ سے کیوں مدد درست نہیں ؟

اور پھر اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے کیوں مدد لینی ناجائز ہے کیا وہ لفظ اللہ کے حروف سے بھی کم ہیں ؟ بیک جنبش قلم مفتی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے پیاروں کو لفظ اللہ کے حروف سے بڑھا دیا ہے جو ذات اللہ پر دال ہیں یہ ہے مفتی صاحب کا فتویٰ (سبحان اللہ) اور پھر مفتی صاحب نے اپنے بعض بزرگوں سے سُنا ہے کہ اسم اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام بھی ہے لہٰذا بسم اللہ میں مانگنے والے صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد نہیں مانگتے بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے بھی مدد اور برکت طلب کرتے ہیں کیونکہ آپ کا نام بھی اسم اللہ ہے جیسے دلائل الخیرات شریف میں آپ کا نام ذکر اللہ بھی آیا ہے بزرگ ہمارے بھی ہیں اور دلائل الخیرات ہمارے بزرگ بھی بطور ورد پڑھتے ہیں مگر جو بزرگ مفتی صاحب کو دستیاب ہوئے ہیں وہ تو غنیمت بارد ہی قرار دیے جا سکتے ہیں جنہوں نے اسم اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام بھی تجویز کیا

ہے حالانکہ فقہاء کرامؒ اور محدثین عظامؒ تو کجا مناطقہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسم اللہ ذات واجب الوجود المستجمع لجمیع صفات الکمال کا علَم ہے اور علَم وہ ہوتا ہے جس میں کسی دوسرے کو شرکت حاصل نہ ہو یہ تمام مسلمانوں کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ اسم اللہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے آج تک کسی اور کا یہ نام نہیں رکھا گیا اور پورے چودہ سو سال کے بعد مفتی احمد یار خان صاحب ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے اس ذاتی نام کو بھی اسی کے لیے مخصوص نہیں رہنے دیتے اس سے

بڑھ کر تحریف اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور عجیب دلائل الخیرات ان کو حاصل ہوئی ہے جس میں ان کی دلیل بھی موجود ہے کہ ذکر اللہ بھی آپ کا نام ہے یہ دلائل الخیرات کس کی تصنیف ہے؟ اور اس کی شرعی دلیل اور ثبوت کیا ہے؟ یہ تو مفتی صاحب ہی بہتر جانتے ہوں گے اور آگے عجیب حمق کا ثبوت دیا ہے کہ اسم وہ ہوتا ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو ظاہر کیا ہے لہذا وہ اسم اللہ ہوئے۔ مفتی صاحب اسم وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات پر دلالت کرتا ہے اور جو خود اپنے مسمی پر دال ہوتا ہے۔ ہر جگہ ذات سے ذات باری تعالیٰ مراد نہیں ہوتی جیسا کہ آپ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں مفتی صاحب آپ نے قرآن کریم کی بسم اللہ سے تحریف شروع کی اور اسلامی بنیادی عقیدہ کو تنکوں کے سہارے بدل کر اسم اللہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بھی تجویز فرمایا اور حافظ عنایت اللہ صاحب نے کچھ آگے چل کر تحریف کی اور اس تحریف کے سلسلہ میں وہ آپ کے دینی اور یقینی برادر قرار پائے اور بحمد اللہ تعالیٰ کسی دیوبندی نے یہ جرأت نہیں کی کہ قرآن پاک کی آیات کی تحریف کرے یا اسلامی عقیدوں کو بدلے اس لیے حافظ صاحب موصوف ان کے بھائی تو کسی طرح نہیں اگر ہیں تو وہ آپ ہی کے بھائی ہیں دونوں بھائی گجرات میں رہ کر ایک دوسرے سے خوب نبٹیں ہم منتظر ہیں کہ کتنے بریلوی علماء مفتی صاحب کی اس کھلی تحریف پر ان کی تکفیر نہ سہی پرزور

تردید ہی کرتے ہیں ضرورت محسوس ہوئی تو ہم اشتہار بھی شائع کر دیں گے انشاء اللہ۔

الحمد للہ کہ ہم نے مفتی صاحب کے رسالہ راہ جنت کا کوئی حوالہ نہیں چھوڑا جس کا جواب عرض نہ کر دیا ہو صرف صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان وغیرہ کی عبارتوں کا جواب اس کتاب میں نہیں دیا۔ اُن کا اور اکابر کی دیگر عبارات کا جواب عبارات اکابر میں تفصیل کے ساتھ درج ہے جو انشاء اللہ جلد ہی طبع ہو جائے گی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ مفتی صاحب ہماری دیگر کتابوں کا بھی مفصل جواب دیں گے اور اس کتاب کا بھی تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں گے صرف دو چار حوالوں کا انتخاب کر کے اپنے حواریوں کو یہ باور کرا دینا کہ جواب ہو گیا یا ہم جواب میں سرخرو ہو گئے ہیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر ایسا کیا گیا تو ہم ان سے بذریعہ اشتہار مطالبہ کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم اور دائم رکھے

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ۔

اَحْقَرُ النَّاس اَبُو الزَّاهِد

محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ

و

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں دو نوافل کو قضاء عمری قرار دینے والوں کے نظریہ کی مدلل تردید پر مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب ردع الاخوان کا اردو ترجمہ

مروجہ قضاء عمری بدعت ہے

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی معرکۃ الآراء تصنیف ''راہ سنت''

پر بوگس اور بے بنیاد اعتراضات کا مدلل جواب

ایضاح سنت بجواب مصباح سنت

اہل سنت والجماعت کے وضوء میں پاؤں دھونے کے نظریہ پر شیعہ حضرات کے اعتراض کا مدلل جواب

وضوء کا مسنون طریقہ

عمر اکادمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

احسن الکلام

(سادی)

فی

ترک القرأۃ خلف الامام

مصنفہ: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر

اس کتاب

میں قرآن کریم، صحیح احادیث، آثار صحابہ اور اقوال سلف صالحین سے ثابت کیا گیا ہے کہ مقتدی کیلئے قرآن کریم کے کسی حصہ (فاتحہ وغیرھا) کی قرأت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیے گئے ہیں

کافی عرصہ کے بعد دوبارہ شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

شائع کردہ: ادارہ نشر و اشاعۃ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

غیر مقلد عالم مولوی محمد امین محمدی صاحب کے
طلاق ثلاثہ کے موضوع پر مقالہ کا مدلل جواب

جواب مقالہ

از قلم: مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن

غیر مقلدین کے بخاری شریف کی احادیث پر عمل کی
بجائے دوسری روایات کو ترجیح دینے کا مختصر سا نمونہ

بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں

از قلم: مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن

حنفی شافعی وغیرہ اختلافات کا طعنہ دینے والوں اور فقہ
کو اختلاف کا سبب کہنے والوں کی اندرونی داستان

غیر مقلدین کے متضاد فتوے

تالیف: مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عمر اکادمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم کی کتابوں پر غیر مقلد عالم مولانا ارشادالحق اثری صاحب کی جانب سے کیئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات

مولانا ارشادالحق اثری صاحب کا مجذوبانہ واویلا

مجذوبانہ واویلا

پر غیر مقلد عالم مولانا ارشادالحق اثری صاحب کے اعتراضات کے جوابات

تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے

بجواب

آئینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے

از قلم: مولانا حافظ عبدالقدوس قارن

امام اعظم امام ابوحنیفہ پر بے بنیاد اعتراضات کے جواب میں علامہ کوثری مصری کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ

امام ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع

عمر اکادمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ